مرغوب الادلّة باحادیث النّبویه
علی مسلک الحنفیّة : ج١

١٧/مسائل پر درج ذیل: ١٠/رسائل کا مدلل مجموعہ:

تقلید...........................	تقلید کی ضرورت اور اہمیت..	حدیث اور سنت میں فرق...
بحث ونظر بر نقد ونظر.........	ناپاکی کے چند اہم مسائل...	منی پاک ہے یا ناپاک؟....
استنجاء کے وقت استقبال.	وضو کے چار مسائل..	وضو میں پاؤں کا دھونا
مسح علی الخفین.		

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعة القراءات، کفلیتہ

اجمالی فہرست

۱	تقلید...	۲۸
۲	تقلید کی ضرورت اور اہمیت..................	۶۰
۳	حدیث اور سنت میں فرق........................	۹۳
۴	بحث ونظر بر نقد ونظر........................	۱۴۴
۵	ناپاکی کے چند اہم مسائل.....................	۱۷۷
۶	منی پاک ہے یا ناپاک؟........................	۲۰۹
۷	استنجاء کے وقت استقبال واستدبار قبلہ کا حکم.	۲۲۹
۸	وضو کے چار مسائل اور ان کے دلائل.........	۲۵۹
۹	وضو میں پاؤں کا دھونا........................	۲۸۹
۱۰	مسح علی الخفین................................	۳۲۲

فہرست رسالہ ''تقلید''

عرض مرتب..	۲۲
۵۵/رسائل کی فہرست..	۲۲
ان رسائل کے سلسلہ میں چند باتوں کا اظہار..	۲۵
عرض مرتب..	۲۹
تقلید پر علماء امت کے رسائل کی فہرست..	۲۹
تقلید کی تعریف..	۳۱
تقلید کا ثبوت قرآن کریم سے..	۳۲
تقلید اور اتباع کا معنی ایک ہے..	۳۶
تقلید کا ثبوت احادیث سے..	۳۷
خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی تقلید کا حکم..	۳۷
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تقلید کا حکم..	۳۸
تمہارے بعد کے لوگ تمہاری تقلید کریں گے..	۳۸
سواد اعظم کی تقلید کا حکم..	۳۹
''اتبعوا السواد الاعظم'' کا صحیح اور درست مطلب..	۴۰
میرے بعد حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی اقتدا کرنا..	۴۱
آپ ﷺ کا فقہاء اور علماء عابدین کی تقلید کا حکم..	۴۱
شوہر کی تقلید پر آپ ﷺ کا نکیر نہ فرمانا..	۴۲
دین کے معاملہ میں اپنے سے اوپر والوں کی تقلید..	۴۳

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد کہ: لوگ تمہاری تقلید کریں گے	۴۴
شیخین رضی اللہ عنہما کی تقلید پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کا انحصار	۴۵
حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما کا ارشاد کہ: تم لوگ ہماری تقلید کرو	۴۶
جو مقدمہ کتاب اللہ اور سنت میں نہ ہو اس میں علماء کی تقلید کا حکم	۴۶
جو بات کتاب اللہ اور سنت میں نہ ہو اس میں نیک لوگوں کی تقلید کا حکم	۴۷
جو بات کتاب وسنت میں نہ ہو اس میں حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی تقلید ..	۴۸
ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دلیل کے برابر کسی کو نہ سمجھتے	۴۹
حضرت عمار اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما کی تقلید کا حکم	۴۹
ہدایت بڑوں کی تقلید پر موقوف ہے	۵۰
فن کے ماہر کی تقلید کا حکم	۵۱
صحابہ رضی اللہ عنہم کی تقلید کا حکم	۵۲
حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: لوگ ہماری تقلید کرتے ہیں	۵۲
متقدمین کے راستہ کو چھوڑو گے تو بھٹک جاؤ گے	۵۳
جن کا ایمان پر خاتمہ ہوا ان کی اتباع کرو	۵۴
تقلید شخصی کے دلائل	۵۵
آپ ﷺ کا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تقلید کا حکم فرمانا	۵۵
آپ ﷺ کا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی پسند کو اپنی پسند فرمانا ...	۵۵
جب تک حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ موجود ہیں ان کی تقلید کرو	۶۰
اہل مدینہ کا حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی شخصی تقلید کرنا	۵۷
حضرات تابعین رحمہم اللہ سے تقلید شخصی کا ثبوت	۵۷

فہرست رسالہ ’’تقلید کی ضرورت اور اہمیت‘‘

عرض مرتب........................	۶۱
تقلید کی لغوی واصطلاحی تعریف........................	۶۳
تقلید کا لغوی معنی اور ایک دلچسپ لطیفہ........................	۶۳
کیا تقلید شرک ہے؟........................	۶۵
قرآن کریم تقلیداً جمع ہوا ہے........................	۶۶
تراویح اوراذان ثانی سے تقلید کا ثبوت........................	۶۶
تقلید کے ضروری ہونے کی ایک عام فہم مثال........................	۶۷
کیا مقلدین اللہ ورسول کی اطاعت چھوڑ کر ائمہ کی اطاعت کرتے ہیں؟......	۶۸
تقلید وفقہ کے بغیر چارہ نہیں........................	۶۹
ترک تقلید پر مشہور غیر مقلد اور اہل حدیث عالم کا ماتم........................	۷۰
تقلید ایک ضرورت........................	۷۱
تقلید شخصی کی ضرورت........................	۷۳
تقلید شخصی کے ضروری ہونے کی ایک عام فہم مثال........................	۷۵
متقدمین میں تقلید شخصی تھی یا نہیں؟........................	۷۶
ہر بات میں حدیث کا مطالبہ........................	۷۷
اہل حدیث حضرات بھی ان مسائل میں حدیث پیش نہیں کر سکتے........................	۷۷
تقلید پر بیس (۲۰) اعتراضات اوران کے جوابات........................	۷۹
آیت ﴿ بَلْ نَتَّبِعُ مَا اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَ نَا ﴾ سے تقلید کا عدم جواز........................	۷۹

آیت ﴿ اِتَّخَذُوٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ، الخ ﴾ سے تقلید کا عدم جواز.........	۷۹
حدیث: عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے تقلید پر اعتراض..........................	۸۰
حدیث: ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے تقلید پر اعتراض..........................	۸۱
اعتراض: کس حدیث میں ایک ہی امام کی تقلید کا حکم ہے؟......................	۸۲
اعتراض: جب چاروں امام برحق ہیں تو ایک امام کی تقلید سے چوتھا حصہ دین ملے گا	۸۲
اعتراض: دین تو مکہ اور مدینہ میں آیا تھا، کوفہ سے کیوں لیا؟......................	۸۲
اعتراض: چاروں ائمہ برحق ہیں تو سب کی تقلید کیوں نہیں کرتے؟............	۸۳
اعتراض: حسن بصری، مجاہد، قتادہ، اور ابراہیم نخعی رحمہم اللہ کی تقلید کیوں نہیں کرتے؟..	۸۳
اعتراض: مجتہدین تو بہت ہوئے چار میں انحصار کیوں؟........................	۸۴
اعتراض: چاروں ائمہ برحق، تو ان میں حلال وحرام کا اختلاف کیسے؟...........	۸۵
اعتراض: ائمہ چار ہو گئے اس لئے اختلاف بہت ہو گیا، اس لئے سب کو چھوڑ دو	۸۵
اعتراض: میرا کوئی قول قرآن وحدیث کے خلاف ہو تو اسے دیوار پر مار دو....	۸٦
اللہ نے دو ہاتھ دیئے ہیں: ایک قرآن کے لئے دوسرا حدیث کے لئے........	۸٦
مجتہدین رسول تو نہیں ہیں، اس لئے ان سے اختلاف تو کیا جا سکتا ہے.......	۸۷
اعتراض: فقہ کی تدوین دور نبوی ﷺ کے بعد کی ایجاد ہے.......................	۸۷
فرض، واجب سنت وغیرہ فقہاء کی ایجاد ہے، حدیث میں نہیں ہیں..............	۸۸
صحیحین میں امام صاحب کی روایت کا نہ ہونا ان کے ضعف کی دلیل ہے......	۸۸
اعتراض......اگر تقلید واجب ہوتی تو امام بخاری رحمہ اللہ ضرور تقلید کرتے....	۸۹
اعتراض......کیا حضرت عیسی علیہ الصلوۃ والسلام مقلد ہوں گے..........	۹۰

فہرست رسالہ ’’حدیث اور سنت میں فرق‘‘

عرض مرتب	۹۴
تقریظ از: حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب اعظمی مدظلہم	۹۶
اہل سنت والجماعت کی بنیاد کینہ پر نہیں	۹۷
محدث اور فقیہ میں فرق کی مثال	۹۷
عادت اور ضرورت کے فرق کی مثال	۹۸
حدیث کی تعریف	۹۸
سنت کی تعریف	۱۰۰
حدیث اور سنت میں نسبت	۱۰۱
سنت کی اتباع کا حکم ہے حدیث کا نہیں	۱۰۱
سنت کی اتباع کا حکم	۱۰۲
چند مثالیں: حدیث ہیں مگر سنت نہیں	۱۰۶
وضو کے بعد بیوی کا بوسہ لینا، حدیث ہے سنت نہیں	۱۰۶
روزہ کی حالت میں بوسہ لینا، حدیث ہے سنت نہیں	۱۰۶
روزہ کی حالت میں بیوی کو ساتھ لٹانا، حدیث ہے سنت نہیں	۱۰۶
فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ایک سوال کا عجیب جواب	۱۰۶
حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی ذہانت	۱۰۷
آپ ﷺ کا کھڑے ہو کر پیشاب فرمانا حدیث ہے سنت نہیں	۱۰۸
جوتا پہن کر نماز پڑھنا حدیث ہے سنت نہیں	۱۰۹

آپ ﷺ کا منبر پر نماز پڑھنا حدیث ہے سنت نہیں........................	۱۱۰
بچے کو اٹھا کر نماز پڑھنا حدیث ہے سنت نہیں........................	۱۱۱
مسجد میں بچوں کو لانا حدیث ہے سنت نہیں........................	۱۱۱
ایک کپڑے میں نماز پڑھنا حدیث ہے سنت نہیں........................	۱۱۲
عیدگاہ میں قربانی کرنا حدیث ہے سنت نہیں........................	۱۱۳
تین قسم کی روایتیں حدیث ہیں سنت نہیں........................	۱۱۵
پہلی قسم: منسوخ، اور اس کی تین مثالیں........................	۱۱۵
مامست النار سے وضو کا حکم حدیث میں ہے مگر وہ منسوخ ہے........................	۱۱۵
نماز میں بات کرنا جائز تھا پھر یہ حکم منسوخ ہو گیا........................	۱۱۶
((اذ صلی جالسا فصلوا جلوسا اجمعون)) حدیث ہے مگر منسوخ ہے..	۱۱۷
حدیثوں میں نسخ کا علم تین طرح سے ہوگا........................	۱۱۹
دوسری قسم: خصوصیت اور اس کی پانچ مثالیں........................	۱۲۲
صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا آپ کی اقتدا میں نماز پڑھنا اور صحابہ کا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اقتدا کرنا خصوصیت ہے سنت نہیں........................	۱۲۲
آپ ﷺ کا صوم وصال رکھنا خصوصیت ہے، سنت نہیں........................	۱۲۲
ہر حالت میں قربانی کا وجوب حضور ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے.......	۱۲۲
نو ماہ کے بکرے کی قربانی کا جائز ہونا خصوصیت ہے سنت نہیں........................	۱۲۳
آپ ﷺ کا چار سے زائد نکاح فرمانا خصوصیت ہے، سنت نہیں........................	۱۲۴
تیسری قسم: مصلحت اور اس کی دو مثالیں........................	۱۲۶

آپ ﷺ کا کھڑے ہوکر پیشاب فرمانا مصلحتاً تھا........	۱۲۶
مغرب سے پہلے نفلیں پڑھنا مصلحتاً تھا، سنت نہیں........	۱۲۶
خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی سنتیں........	۱۲۸
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی سنت........	۱۲۸
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سنت........	۱۲۹
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی سنت........	۱۲۹
حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سنت........	۱۳۰
تتمہ........	۱۳۲
سنت پر عمل کرنے والا ہدایت یافتہ ہے........	۱۳۲
سنت کو لازم پکڑو تمہاری حکومت قائم رہے گی........	۱۳۲
سنت کا مفہوم........	۱۳۳
لفظ سنت کا استعمال........	۱۳۴
حضور ﷺ کی زبان مبارک سے........	۱۳۵
سنت کی نسبت دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف........	۱۳۶
لفظ سنت کا استعمال صحابہ رضی اللہ عنہم کی زبان سے........	۱۳۷
سنت اور حدیث میں فرق........	۱۳۸
استنجاء کے بعد وضو کرنا حدیث ہے سنت نہیں........	۱۳۹
قبر پر شاخ گاڑنا حدیث ہے سنت نہیں........	۱۴۱
مراجع........	۱۴۳

فہرست رسالہ ’’بحث ونظر بر نقد ونظر‘‘

عرض مرتب........................	۱۴۵
کیا کسی کے رد میں فوراً رسالہ شائع کر دینا مناسب ہے؟................	۱۴۶
ہم مسلک اور گمراہوں کے رد میں فرق نہیں ہونا چاہئے؟..............	۱۴۷
مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کا قادیانیت کے رد میں بھی ناصحانہ طرز..........	۱۴۷
حدیث اور سنت میں فرق نہ ہو تو کیا ان احادیث پر عمل کیا جائے گا؟...........	۱۴۸
کھڑے ہو کر پانی پینا حدیث ہے، سنت نہیں..........................	۱۴۹
وضو میں اعضاء کو ایک بار دھونا، دو بار دھونا حدیث ہے سنت نہیں............	۱۵۱
فجر کی سنت پڑھ کر لیٹنا حدیث ہے، مگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: ’’سنت نہیں‘‘............................	۱۵۳
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا حدیث کو سنت سمجھنے پر سخت تنبیہ فرمانا.....	۱۵۴
صحیح حدیث ہوتے ہوئے بھی اس کی سنت کا کوئی قائل نہیں..................	۱۵۴
سنت پر موت وحیات کی دعا منقول ہے، حدیث پر نہیں........................	۱۵۵
اختلافی احادیث میں جو کتاب اللہ اور سنت کے موافق ہوں وہ میری ہیں.....	۱۵۷
سنت اور حدیث کا فرق، محاضرات حدیث سے..............................	۱۵۷
محدثین کا یہ جملہ ’’یہ حدیث قیاس، سنت اور اجماع کے خلاف ہے‘‘ حدیث اور سنت کے فرق کی دلیل ہے............................	۱۵۹
سنت وحدیث کی تعریف میں فرق پر اکابر کی عبارتیں.......................	۱۶۰
امام عبدالرحمٰن بن مہدی رحمہ اللہ حدیث اور سنت کے فرق کے قائل ہیں......	۱۶۱

سنت تو وہی ہے جس پر آپ ﷺ نے ہمیشہ عمل فرمایا........................	۱۶۳
سنت وحدیث کا فرق صرف اصطلاحی نہیں، بلکہ عملاً بھی ہوگا....................	۱۶۴
امام بخاری رحمہ اللہ کا سنت کی اصطلاح استعمال کرنا...........................	۱۶۵
کیا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری مدظلہم حدیث کو حجت نہیں مانتے ؟.........	۱۶۶
حدیث کی حجیت پر مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری مدظلہم کی تحریر................	۱۶۷
کیا حدیث اور سنت میں فرق کرنے والے مفتی سعید صاحب اکیلے ہیں......	۱۷۰
اہل حدیث عالم کا بیان کہ حدیث اور سنت کے فرق نے ہماری کمر توڑ دی.....	۱۷۱
علامہ خالد محمود صاحب مدظلہم بھی حدیث اور سنت کا فرق کرتے ہیں...........	۱۷۱
سنت کا مفہوم..	۱۷۳
حدیث پر عمل کے لئے اور بھی شرائط ہیں..	۱۷۵

فہرست رسالہ ”ناپاکی کے چند اہم مسائل“

(۱):......تھوڑا پانی ناپاکی گرنے سے ناپاک ہو جائے گا..........	۱۷۸
پیش لفظ..........	۱۷۹
(۲):......شراب ناپاک ہے..........	۱۸۵
پیش لفظ..........	۱۸۶
(۳):......مردار، خون اور خنزیر سب ناپاک ہیں..........	۱۹۲
(۴)......کتے کا لعاب ناپاک ہے..........	۱۹۶
خلاصۂ احادیث..........	۱۹۹
(۵)......پیشاب ناپاک ہے..........	۲۰۱

فہرست رسالہ ”منی پاک ہے یا ناپاک؟“

عرض مرتب....................................	۲۱۰
منی کے ناپاک ہونے کے دلائل قرآن سے....................	۲۱۱
کپڑے پانچ طرح کی ناپاکی سے دھوئے جاتے ہیں..................	۲۱۲
آپ ﷺ صحبت کے وقت جو کپڑے پہنے ہوئے تھے' ان میں منی نہ دیکھتے تو نماز پڑھ لیتے....................................	۲۱۲
صحبت کے وقت جو کپڑے پہنے ہوئے ہیں ان میں منی نظر نہ آئے تو نماز جائز ہے....................................	۲۱۳
کپڑے میں منی تر ہے تو دھولے، اور خشک ہے تو کھرچ دے..................	۲۱۴
کپڑے میں منی دیکھے تو اسے دھولے اور نہ دیکھے تو پانی چھڑک دے..................	۲۱۴
منی نظر آئے تو اسے دھولو، اور نہ نظر آئے تو پورے کپڑے کو دھولو..................	۲۱۶
منی لگے ہوئے کپڑے میں نماز پڑھ لی تو اس کا اعادہ ہے..................	۲۱۷
حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے کپڑے سے منی کا اثر دھو ڈالتے تھے......	۲۱۸
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کپڑے میں منی دیکھتے تو اسے دھو ڈالتے تھے.....	۲۱۸
کپڑے میں منی دیکھے تو اسے دھولے، ورنہ پانی سے چھڑک لے..................	۲۱۹
تابعین کے آثار....................................	۲۲۰
دلیل عقلی اور نظر طحاوی....................................	۲۲۲
پاک چیز بھی محل نجاست سے نکلے تو ناپاک ہو جاتی ہے تو منی کیوں پاک ہے؟	۲۲۳
سبیلین سے نکلنے والی سب چیزیں ناپاک ہیں تو منی بھی ناپاک ہوگی........	۲۲۳

شرعاً وعرفاً جن کو طبائع ناپسند کریں، وہ ناپاک ہیں، تو منی بھی ناپاک ہے.......	۲۲۳
منی تو پاک ہو جب چالیس روز کے بعد علقہ بن جائے تو وہ ناپاک ہے......	۲۲۳
خاتمہ..	۲۲۴
مسلک احناف پر چند اعتراضات اوران کے جوابات....................	۲۲۴
احادیث میں فرک کا لفظ ہے، جو پاکی کی طرف مشیر ہے.....................	۲۲۴
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے منی کو رینٹ کی طرح فرمایا ہے.....	۲۲۵
منی ناپاک ہے تو پھر منی کی طرح پاخانہ اور خون میں بھی فرک ہونا چاہئے.....	۲۲۶
حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی پیدائش منی سے ہوئی، یہ منی کے پاک ہونے کی دلیل ہے..	۲۲۷
کیا کوئی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے منی والے کپڑے میں نماز پڑھی ہو؟.	۲۲۸

فہرست رسالہ ''استنجاء کے وقت استقبال واستدبار قبلہ کا حکم''

عرض مرتب	۲۳۰
جب بیت الخلاء جاؤ تو قبلہ کی طرف نہ رخ کرو اور نہ پیٹھ کرو	۲۳۱
یورپی ممالک میں جو مکانات قبلہ رخ ہوں، اس کا ایک حل	۲۳۳
جب کوئی بیت الخلاء جائے تو وہ ہرگز قبلہ کی طرف رخ نہ کرے اور نہ پیٹھ	۲۳۴
حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا مشرکین کو غیر مرعوبانہ جواب	۲۳۴
آپ ﷺ نے دونوں قبلوں کی طرف رخ کرکے استنجاء سے منع فرمایا......	۲۳۶
میں تمہارے لئے والد کی طرح ہوں، قبلہ کی طرف نہ منہ کرو اور نہ پشت	۲۳۶
حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا قبلہ رخ بیت الخلاء دیکھ کر پریشان ہونا	۲۳۷
پیشاب کے وقت جانب قبلہ منہ نہ کرنے پر ابوسعید رضی اللہ عنہ کی گواہی	۲۳۸
پیشاب کے وقت جانب قبلہ منہ نہ کرنے اور کھڑے ہو کر پینے کی ممانعت	۲۳۸
قبلہ کی طرف منہ کرکے پیشاب نہ کرنے کی حدیث پہلے کس نے سنی؟	۲۳۸
جب کوئی بیت الخلاء جائے تو قبلہ کی طرف نہ رخ کرے اور نہ پشت	۲۳۹
اللہ تعالی کے قبلہ کا اکرام کرو، نہ اس کی طرف رخ کرو اور نہ پشت	۲۳۹
اہل مکہ کے لئے آپ ﷺ کے تین پیغامات	۲۳۹
اپنی شرمگاہوں سے نہ قبلہ کی طرف منہ کرو اور نہ پیٹھ	۲۴۰
استنجاء کے وقت قبلہ کی طرف رخ کرنے سے ہم روک دیئے گئے	۲۴۰
بیت الخلاء میں قبلہ کی طرف منہ اور پشت نہ کرنے کی فضیلت	۲۴۱
صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم قبلہ رو منہ کرکے پیشاب کرنے کو مکروہ سمجھتے تھے	۲۴۱

مجاہد رحمہ اللہ دونوں قبلوں کی طرف منہ کر کے پیشاب کرنے کو مکروہ سمجھتے تھے۔	۲۴۲
حضرت عمر ابن عبد العزیز رحمہ اللہ نے استنجاء میں قبلہ کی طرف منہ نہیں کیا.....	۲۴۲
ہر مسلم پر قبلہ کی تعظیم ضروری ہے، اس لئے اس کی طرف استنجاء کے وقت منہ نہ کرے..	۲۴۳
آپ ﷺ کے استقبال کعبہ کی ایک توجیہ، از: حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ.....	۲۴۳
خاتمہ.....قبلہ شعائر اسلام میں سے ہے...........................	۲۴۴
قبلہ کی طرف تھوکنے اور ناک صاف کرنے پر وعید........................	۲۴۴
قبلہ کی سمت بلغم دیکھ کر آپ ﷺ کا غصہ میں وعید ارشاد فرمانا...............	۲۴۵
قبلہ کی طرف تھوکنے پر وعید کہ: اللہ تعالی اس کی طرف سے منہ پھیر لے.......	۲۴۶
قبلہ کی طرف تھوکنے پر آپ ﷺ کا امامت سے معزولی کا حکم........................	۲۴۷
استقبال و استدبار کے بارے میں علماء کے مسالک........................	۲۴۹
قائلین جواز کے دلائل..	۲۵۰
عقلی دلائل..	۲۵۴
احترام قبلہ صحراء میں بھی ضروری ہے، اسی طرح بنیان میں بھی ضروری ہے....	۲۵۴
قبلہ رخ تھوکنے کی ممانعت ہے تو استنجاء تو اس سے زیادہ سخت ہے............	۲۵۴
نماز میں قبلہ رخ کرنے میں کوئی چیز مانع نہیں تو استنجاء میں کیوں مانع؟........	۲۵۴
امام طحاوی رحمہ اللہ کا مسلک..	۲۵۵
بیت الخلاء میں داخل ہونے کی دعائیں..................................	۲۵۷
بیت الخلاء سے نکلنے کی دعائیں..	۲۵۸

فہرست رسالہ ''وضو کے چار مسائل اور ان کے دلائل''

عرض مرتب	۲۶۰
(۱):......وضو کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا سنت ہے، فرض نہیں	۲۶۱
وضو کے وقت بسم اللہ مسنون ہے، فرض و واجب نہیں، دلیل یہ ہے کہ: تسمیہ عندالوضوء کے بارے میں کوئی صحیح روایت ثابت نہیں ہے	۲۶۵
تسمیہ عندالوضوء کے متعلق چند مفید باتیں	۲۶۶
(۲):......وضو کے ساتھ مسواک کرنا	۲۶۹
ہمارے نزدیک مسواک وضو کی سنت ہے، اور اس کی وجہیں	۲۷۲
(۳):......عمامہ پر مسح کرنا	۲۷۴
(۴):......گردن کا مسح مستحب ہے	۲۸۲
''قفا'' اور ''قذال'' کے معنی	۲۸۷
امام ابوداؤد رحمہ اللہ کا لفظ ''قفا'' سے باب قائم کرنا	۲۸۷

فہرست رسالہ ’’وضومیں پاؤں کا دھونا‘‘

عرض مرتب............................	۲۹۰
وضو کے فرائض قرآن کریم سے............................	۲۹۳
آیت کریمہ اور پاؤں کا دھونا............................	۲۹۳
ایڑیوں کے لئے ہلاکت ہے آگ کی............................	۲۹۵
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایتیں............................	۲۹۵
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایتیں............................	۲۹۷
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایتیں............................	۲۹۸
حضرت حارث بن جزء زبیدی رضی اللہ عنہ کی روایتیں............................	۲۹۹
حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایتیں............................	۳۰۰
پاؤں میں ناخن بھر کی جگہ کے خشک رہنے پر وضو کو لوٹانے کا حکم............................	۳۰۱
آپ ﷺ کا پاؤں مبارک کو چھوٹی انگلی سے رگڑنا............................	۳۰۳
حضرت عمر رضی اللہ عنہ پیروں کو بڑے اہتمام سے دھوتے تھے............................	۳۰۴
پاؤں کے باطنی حصہ کو نہ دھونے پر فرمایا: آگ کے لئے کیوں چھوڑ دیا........	۳۰۴
پاؤں پر مسح کرنا تو بدعت ہے............................	۳۰۵
حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: پاؤں کو ٹخنوں تک دھوؤ............................	۳۰۵
مسلمانوں میں پاؤں کو دھونے کی سنت جاری ہے............................	۳۰۵
حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کوئی بھی اپنے پاؤں پر مسح نہیں کرتے تھے	۳۰۶
پاؤں کو ٹخنوں تک دھو کر فرمایا: تمہیں نبی ﷺ کے وضو کا طریقہ بتلاؤں......	۳۰۶

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اپنے پاؤں کے باطنی حصہ کو دھوؤ..................	۳۰۶
سخت سردی کے باوجود حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پاؤں دھونے کا حکم دیا......	۳۰۷
نظر طحاوی، یعنی پاؤں کے دھونے پر دلیل عقلی...........................	۳۰۸
فریق مخالف کی ایک عقلی دلیل اور اس کا جواب............................	۳۰۸
خاتمہ..	۳۱۰
وضو میں پاؤں دھونے اور مسح کے بارے میں مذاہب..........................	۳۱۰
مسح کے قائلین کے دلائل، اور ان کے جوابات...............................	۳۱۰
قرائت جر کے جوابات...	۳۱۳
قرائت جر کی توجیہات..	۳۱۴
حدیث نبوی: ''ویل للاعقاب من النار'' کی بہترین تشریح....................	۳۱۸
''ویل'' ایسا مصدر ہے جس کا کوئی فعل استعمال نہیں ہے.......................	۳۱۸
''ویل'' کے معانی اور اس کے قریب الفاظ..................................	۳۱۸
''ویل'' مبتدا ہے، اور مبتدا معرفہ ہونا چاہئے، یہاں نکرہ کیوں؟...............	۳۱۹
ہر شخص کی دو ہی ایڑیاں ہوتی ہیں پھر اعقاب جمع کا صیغہ کیوں؟...............	۳۱۹

فہرست رسالہ ''مسح علی الخفین''

مقدمہ......مسح کے معنی، مسح علی الخفین اس امت کے خصائص میں سے ہے،	۳۲۳
مسح علی الخفین کی مشروعیت، وغیرہ چند مفید امور.........	
مشروعیت مسح کی وجہ.........	۳۲۴
مسح، موزوں کے اوپر کیوں؟.........	۳۲۵
چمڑے کے موزے پر مسح کے متعلق چند احادیث.........	۳۲۵
آپ ﷺ کے موزے سیاہ رنگ کے چمڑے کے تھے.........	۳۲۸
خف کا مفہوم.........	۳۲۹
مسح اور دھونے میں افضل کیا ہے؟.........	۳۳۰
موزوں کے اقسام اوران کا حکم.........	۳۳۱
موزوں پر مسح کرنے کی دس شرطیں ہیں.........	۳۳۱
میل کی تحقیق.........	۳۳۲
مسح میں دو فرض ہیں:.........	۳۳۲
مسح کے سنن اور مستحبات.........	۳۳۲
مسح کے احکام.........	۳۳۳
کن موزوں پر مسح کرنا جائز ہے اور کن پر نہیں.........	۳۳۴
پھٹے ہوئے موزوں کے مسائل.........	۳۳۷
ان صورتوں میں مسح جائز ہے.........	۳۳۹
مسح کی مدت کے مسائل.........	۳۳۹

مسح کرنے کا مسنون طریقہ اوراس کے مسائل	۳۴۱
مسح کوتوڑنے والی چیزوں کا بیان	۳۴۳
موزوں پرمسح کے چند متفرق مسائل	۳۴۴
خاتمہ: عام اونی‘ سوتی اورنائیلون وغیرہ جرابوں پرمسح کرنا جائزنہیں	۳۴۷
غیرمقلد علماء کے چند فتاوی	۳۵۳
جورب کے معنی	۳۵۴
ایک ہمدردانہ ومخلصانہ نصیحت	۳۵۵
موزوں پرمسح کی شرطیں فقہاء کی ایجاد اورمن گھڑت نہیں	۳۵۶
موزہ میں سانپ کے ملنے کے واقعہ سے ایک شرط پراستدلال	۳۵۷
مسح کی ایک شرط یہ ہے کہ پانی نہ چھنے،اس سے کیا مراد ہے؟	۳۵۹
جوتے پرمسح کا حکم	۳۵۹
تین میل کی شرط ہے یاکم وبیش	۳۶۱
’’وضوسوکس‘‘’’WUDHU SOCKS‘‘ پرمسح کا حکم	۳۶۲
مأخذ ومراجع	۳۶۳

عرض مرتب

الحمد لله و کفی ، و سلام علی عبادہ الذین اصطفی ، اما بعد !

اللہ تعالیٰ کی توفیق اور بعض حضرات اور کچھ اہل علم کے حکم سے ان چند مسائل میں جن کے بارے میں ایک غلط تأثر یہ دیا جا رہا ہے کہ احناف کا ان مسائل میں عمل احادیث مبارکہ کے خلاف ہے، اور احناف احادیث نبوی ﷺ کو چھوڑ کر اپنے امام کے قول پر عمل کرتے ہیں' ہر مسئلہ پر مختصر طور پر صرف احادیث مع ترجمہ و مکمل حوالہ کے جمع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے، اس سلسلہ میں درج ذیل رسائل الحمد للہ مرتب ہو چکے ہیں:

۵۵/رسائل کی فہرست

(۱)......تقلید کا ثبوت قرآن و حدیث سے۔

(۲)......تقلید کی ضرورت اور اہمیت۔

(۳)......حدیث اور سنت میں فرق۔

(۴)...... بحث و نظر بر نقد و نظر۔

(۵)......ناپاکی کے چند اہم مسائل۔

(٦)......منی ناپاک ہے۔

(۷)......استنجاء کے وقت استقبال و استدبار قبلہ کا حکم۔

(۸)......وضو کے چار اہم مسائل اور ان کے دلائل۔

(۹)......وضو میں پاؤں کا دھونا۔

(۱۰)......مسح علی الخفین۔

(۱۱)......نواقض وضو کے تین مسائل اور ان کے دلائل۔

(۱۲)......شرمگاہ اور عورت کے چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

(۱۳)......جنبی کا قرآن چھونا اور تلاوت کرنا۔

(۱۴)......تیمّم میں کتنی ضربیں ہیں۔

(۱۵)......نماز کے پانچ اہم مسائل۔

(۱۶)......نماز کے بارہ مسائل۔

(۱۷)......نماز میں قدم سے قدم ملانے کا مسئلہ۔

(۱۸)......امامت کے تین مسائل اور ان کے دلائل۔

(۱۹)......دعاء ثنا۔

(۲۰)......ترک الجهر فی البسملة من سنن النبوية۔

(۲۱)......مرغوب الختام فی ترک القراء ة خلف الامام۔

(۲۲)......احاديث صاحب الثقلين فی ترک رفع اليدين۔

(۲۳)......اخفاء التأمين سنة رسول الامين۔

(۲۴)......احاديث المرغوبة على ترک جلسة الاستراحة۔

(۲۵)......تشہد میں اشارہ کے احکام۔

(۲۶)......الرسالة المرغوبة فی الدعاء بعد صلوة المكتوبة۔

(۲۷)......قنوت وتر کہاں تک، کیسے، کب؟۔

(۲۸)......وتر کی تین رکعتیں ایک سلام کے ساتھ۔

(۲۹)......گاؤں میں جمعہ۔

(۳۰)......سجدۂ سہو سلام کے بعد ہے۔

(۳۱)......سفر میں قصر واجب ہے۔

(۳۲)......مسافت سفر اور مدت اقامت۔

(۳۳)......سفر میں سنتیں اور نوافل۔

(۳۴)...... جمعہ کا غسل واجب نہیں۔

(۳۵)...... جمعہ کے تین مسائل۔

(۳۶)...... جمعہ سے پہلے اور بعد کی سنتیں۔

(۳۷)......خطبہ کے درمیان نفل پڑھنا۔

(۳۸)......نماز عیدین کی زائد تکبیریں چھ ہیں۔

(۳۹)......رکعات تراویح۔

(۴۰)......فجر کی جماعت کے دوران سنت فجر کا حکم۔

(۴۱)......سنت فجر کے بعد لیٹنا۔

(۴۲)......مغرب سے پہلے نفل کی حیثیت۔

(۴۳)...... جنازہ کے چار مسائل اور ان کے دلائل۔

(۴۴)......جمع بین الصلوتین۔

(۴۵)......جماعت ثانیہ۔

(۴۶)......ٹوپی۔

(۴۷)......مرد اور عورتوں کی نماز میں فرق۔

(۴۸)......''الأیات البیّنات علی ترک الجماعة للمؤمنات ''یعنی''عورتوں کا نماز کے لئے مسجد جانا''۔

(۴۹)......نماز کی قضا واجب ہے۔

(۵۰)......احاديث النّبويّة فى ايّام الاضحيّة۔

(۵۱)......مرغوب المقال فی تشريح لا تُشد الرحال۔

(۵۲)......وسیلہ۔

(۵۳)......ایصال ثواب۔

(۵۴)......قبلہ کی عظمت۔

(۵۵)......مصافحہ ایک ہاتھ سے یا دو سے؟۔

ان رسائل کے سلسلہ میں چند باتوں کا اظہار

ان رسائل کے سلسلہ میں چند باتوں کا اظہار ضروری سمجھتا ہوں:

(۱)......قرآن کریم کی آیات کے ترجمے اکثر حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم کے ''آسان ترجمہ'' سے لئے گئے ہیں، بعض جگہوں پر معمولی تبدیلی کی گئی ہے۔

(۲)......کئی احادیث کے ترجمے حضرت مولانا انوارِ خورشید صاحب مدظلہم کی ''حدیث اور اہل حدیث'' سے لئے گئے ہیں۔ اور بعض جگہوں پر احادیث کا انتخاب بھی اسی کتاب سے کیا گیا ہے، البتہ بعد میں اصل کی طرف رجوع کر کے مکمل حوالہ دیا گیا ہے۔

(۳)...... جہاں تک ممکن ہوسکا آیات کے حوالے مکمل دئے گئے ہیں، مثلاً: سورۂ فلاں، آیت نمبر۔ اور آخر میں تو پارہ بھی لکھ دیا گیا ہے۔

(۴)......احادیث کے حوالے جہاں تک ہوسکے اس طرح مکمل لکھے گئے ہیں کہ کسی کو تلاش کرنا ہوتو پریشانی نہ ہو، مثلا: کتاب کا نام، باب، حدیث نمبر، وغیرہ۔

(۵)......بہت مرتبہ احادیث کے حوالوں کے لئے اور احادیث کے نمبر کی تلاش کے لئے برطانیہ کے مسلم مفتی حضرت مولانا مفتی یوسف ساچا صاحب مدظلہم کا تعاون مثالی رہا،

موصوف نے ہر وقت پوری بشاشت سے وقت دے کر خوب مدد فرمائی، اللہ تعالی انہیں دارین میں بہترین بدلہ عطا فرمائے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کا وجود اہل برطانیہ کے لئے اور خصوصا مجھ عاجز کے لئے غنیمت ہے۔اگر چہ مجھے با قاعدہ ان سے شرف تلمذ حاصل نہیں ،مگر اس بات کے اعتراف میں مجھے کوئی عار محسوس نہیں ہوتی کہ میں نے ان سے اپنے بعض اساتذہ سے بھی زیادہ فائدہ اٹھایا، اس طرح وہ میرے استاذ ہی کے زمرہ میں شمار کئے جانے کے قابل ہیں۔

(۶)......تحریر کی نظر ثانی میں رفیق محترم مولانا شبیر احمد بن فضل کریم صاحب کے احسان کا بدلہ راقم دنیا میں ادا نہیں کرسکتا، اللہ تعالی انہیں بھی دارین میں بہترین بدلہ عطا فرمائے۔

(۷)......بعض مخلصین نے رسائل کی طباعت میں مالی تعاون کے ذریعہ ایک بڑی مشکلی سے راقم کو بے فکر کر دیا، اگر ان کا تعاون حاصل نہ ہوتا تو نہ جانے کب یہ رسائل طباعت کے مشکل ترین مراحل سے گذر کر، ناظرین کے سامنے آتے۔اس سلسلہ میں ہم قریہ، ہم ضلع اور ہم وطن سے اور لوگ سبقت ہی کر گئے۔

(۸)...... ہمارا مقصد نہ مناظرہ ہے اور نہ ان رسائل پر جواب الجواب کا ہے، نہ کسی فرقہ کی تنقید مقصود ہے، صرف احناف کے دلائل کو جمع کرنا مقصود تھا کہ یہ الزام احناف پر اس قدر شہرت اختیار کر گیا کہ احناف کا دامن دلائل نقلیہ سے اگر خالی تو نہیں ہے تو قلیل ضرور ہے، اور تو اور علماء احناف کی ایک جماعت بھی (جن کی نظر قرآن وحدیث پر نہیں)اس پروپیگنڈہ کا شکار ہوگئی، اور ان کی زبانوں سے بھی اس طرح کے جملے سننے کو ملے کہ احناف کے پاس احادیث کم ہیں۔اگر علماء احناف ان رسائل پر ایک نظر ڈال لیں تو انشاء اللہ انہیں اپنے مسلک پر بصیرت حاصل ہو جائے گی اور یقین ہو جائے گا کہ ہمارے مسلک کے اکثر

نہیں تقریبا سو فیصد مسائل دلائل نقلیہ سے پر اور عین قرآن وسنت کے مطابق ہیں۔کسی ایک دو مسئلوں میں دلائل کا کمزور ہونا تو اس سے تو کوئی مسلک خالی نہیں۔

(۹)......صحاح ستہ کے علاوہ اور کتب احادیث کے اردو ترجمے اکثر راقم نے خود ہی اپنی سمجھ اور لغت کی مدد سے کئے ہیں، ان میں غلطی کا احتمال ہے، کسی صاحب نظر کی نظر میں کسی جگہ ترجمہ میں سقم ہو تو براہ کرم راقم کو مطلع فرمائے ،تا کہ آئندہ طباعت میں اصلاح کردی جائے۔

اللہ تعالی اس سلسلۂ مبارکہ کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے ،اور ذخیرۂ آخرت وذریعۂ نجات بنائے ،آمین۔

مرغوب احمد لاجپوری

الدّر الفرید فی اثبات التقلید

تقلید

اس رسالہ میں: قرآن کریم کی: ۱۱/آیات، اور آپ ﷺ اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی ۳۹/احادیث اور آثار سے مطلق اور شخصی تقلید کا ثبوت پیش کیا گیا ہے۔ اپنے موضوع پر ایک مختصر و مفید رسالہ ہے۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیۃ

عرض مرتب......تقلید پر علماء امت کے رسائل کی فہرست

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله و كفى ، و سلام على عباده الذين اصطفى ، اما بعد !

تقلید کی ضرورت اور اہمیت پر ہمارے بزرگوں نے مفید کتابیں اور رسائل لکھے ہیں، مثلاً:

(۱)......العقد الفريد فی جواز التلقید ۔از: علامہ حسن شرنبلالی رحمہ اللہ۔

(۲)......نظام الاسلام ۔از: حضرت مولانا مفتی قطب الدین خان صاحب۔(غالبا)

(۳)......عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید ۔از: حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ۔

(۴)......الانصاف فی بیان سبب الاختلاف ۔از: حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ۔

(۵)......سبیل الرشاد۔از: حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ۔

(۶)......ایضاح الادلہ۔از: حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب رحمہ اللہ۔

(۷)......الادلۃ الکاملۃ ۔از: حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب رحمہ اللہ۔

(۸)......فصل الخطاب فی مسألۃ ام الکتاب۔از: حضرت مولانا انور شاہ صاحب رحمہ اللہ۔

(۹)......الاقتصاد فی التقلید والاجتہاد۔از: حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ۔

(۱۰)......الکلام الفرید فی التزام التقلید ۔از: حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ۔

(۱۱)......مقدمہ مواہب رحمانی ترجمہ میزان شعرانی۔از: حضرت مولانا محمد حیات صاحب سنبھلی رحمہ اللہ۔

(۱۲)......خیر التنقید فی سیر التقلید ۔از: حضرت مولانا خیر محمد جالندھری صاحب رحمہ اللہ۔

(۱۳)......تنویر الحق۔از: حضرت مولانا خیر محمد جالندھری صاحب رحمہ اللہ۔

(۱۴)......مسئلہ تقلید شخصی۔از: حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ۔

(۱۵)......فلسفۂ تقلید واجتہاد۔از: حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب تھانوی رحمہ اللہ۔

(۱۶)......اجتہاد وتقلید۔از: حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ۔

(۱۷)......تقلید کی شرعی ضرورت۔از: حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری رحمہ اللہ

(۱۸)......الکلام المفید فی اثبات التقلید۔از: حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب رحمہ اللہ

(۱۹)......السبک الفرید لسلک التقلید۔از: حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ۔

(۲۰)......تحقیق مسئلہ تقلید۔(۲۱)......تقلید کی برکات اور ترک تقلید کے نقصانات۔

(۲۲)......امام شعرانی اور تقلید۔از: حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب اوکاڑوی رحمہ اللہ

(۲۳)......تقلید کی شرعی حیثیت۔از: حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم۔

ان میں چند رسائل راقم کی نظر سے بھی گذرے ہیں، بعض بہت تفصیلی ہیں اور بعض مختصر، اس لئے کسی نئے رسالہ یا تصنیف کی ضرورت نہیں تھی مگر مجھے اپنے رسائل کے سلسلہ: ''مرغوب الادلة من الاحاديث النبوية على مسلك الحنفية'' میں ایک مضمون یہ بھی شامل کرنا تھا، اس لئے صرف چند آیات اور احادیث وآثار کو جمع کر کے یہ مختصر رسالہ مرتب کیا گیا ہے۔ اور کوشش کی گئی کہ صرف آیات اور احادیث پر اکتفا کیا جائے، اکابر کی عبارتیں عمداً ترک کی گئیں کہ مقصود منکر تقلید کے لئے دلائل کا اثبات ہے، وہ بزعم خود قرآن و حدیث پر عمل کا مدعی ہے، اس کے سامنے اکابر کی عبارتیں بظاہر کوئی فائدہ مند نہیں، (گرچہ قرآن وحدیث کے یہ دلائل بھی شاید ان کو بجائے غور وفکر کے جواب دہی پر ابھار نہ دیں)، آیات کی تفسیر اور احادیث کی تشریح میں بعض جگہ مختصر طور پر کچھ لکھا گیا ہے، تفصیل کے

طالب کے لئے ''تقلید کی شرعی حیثیت'' (از: حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم اورالکلام المفید فی اثبات التقلید ۔ (حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب رحمہ اللہ) کا مطالعہ مفید ہوگا۔

قرآن وحدیث کے دلائل میں بھی حتی الامکان اختصار کو ملحوظ رکھا گیا، ورنہ حضرات صحابہ وتابعین کے فتاوی بھی تقلید کے دلائل میں جمع کئے جا سکتے ہیں، اس لئے کہ تقلید کی تعریف یہ ہے کہ:

تقلید کی تعریف

بغیر حجت اور دلیل کے غیر کے قول کو قبول کرنا تقلید ہے، حجت سے مراد ہے: کتاب' سنت' اجماع اور قیاس، ورنہ مجتہد کا قول مقلد کی دلیل ہے، جیسا کہ عام آدمی کا مفتی اور مجتہد سے مسئلہ معلوم کرنا۔ (فواتح الرحموت ص ۴۰۰ ج ۲، مطبوعہ: مطبعہ امیریہ کبری بولاق' مصر)

انسان اپنے غیر کی اس کے قول اور فعل میں اتباع کرے اس اعتقاد کے ساتھ کہ وہ برحق ہے' دلیل میں غور وفکر اور تامل کئے بغیر، گویا کہ اتباع کرنے والے نے اپنے غیر کے قول اور فعل کا قلادہ (ہار) اپنے گلے میں لٹکا لیا، اور بلا دلیل غیر کے قول کو قبول کرنا تقلید ہے۔ (التعریفات ص ۴۸، مطبوعہ: دارالفکر' بیروت۔ تبیان القرآن ص ۴۳۲ ج ۶)

حضرات صحابہ کے فتاوی کتب احادیث میں اس کثرت سے نقل کئے گئے ہیں کہ کوئی ان کو جمع کرے تو کئی ضخیم جلدیں تیار ہوسکتی ہیں، اور صاحب تبیان القرآن نے بطور نمونہ ایک سو فتاوی کو جمع بھی کیا ہے۔ (تبیان القرآن ص ۴۳۵ ج ۶)

اللہ تعالی اس مختصر رسالہ کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر ذخیرۂ آخرت اور ذریعہ نجات بنائے، آمین۔

مرغوب احمد لاجپوری

تقلید کا ثبوت قرآن کریم سے

تقلید کے ثبوت میں سب سے پہلے قرآن کریم کی چند آیتیں پیش کرنا مناسب ہے:

(۱)......﴿ اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ ☆ صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ ﴾۔

ترجمہ:......ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت عطا فرما۔ ان لوگوں کے راستے کی جن پر آپ نے انعام کیا ہے۔ (سورۂ فاتحہ، آیت نمبر:۶/۵)

تفسیر:......اللہ تعالی نے خود صراط مستقیم کی دعا سکھائی، اور ساتھ ہی یہ بھی سکھایا کہ ان کا راستہ جن پر آپ نے انعام فرمایا ہے۔ اور دوسری جگہ ان انعام یافتہ گروہ کی تشریح اس طرح ارشاد فرمائی:

﴿ اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيۡقِيۡنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيۡنَ ﴾۔

(پارہ:۵/سورۂ نساء، آیت نمبر:۶۹)

ترجمہ:......جن پر اللہ تعالی نے انعام فرمایا ہے، یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین۔

تشریح:......اس دعا میں سیدھے راستہ کی طلب کرتے ہوئے انبیاء کے ساتھ صدیقین، شہداء اور صالحین کی تقلید کی دعا سکھائی۔ اس سے معلوم ہوا کہ صراط مستقیم یہ ہے کہ ان حضرات کی اتباع اور تقلید کی جائے۔

(۲)......﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَاَطِيۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَاُولِى الۡاَمۡرِ مِنۡكُمۡ ﴾۔

(پارہ:۵/سورۂ نساء، آیت نمبر:۵۹)

ترجمہ:......اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی بھی اطاعت کرو اور تم میں سے جو لوگ صاحبِ اختیار ہوں، ان کی بھی۔

(۳)......﴿ وَاِذَا جَآءَهُمۡ اَمۡرٌ مِّنَ الۡاَمۡنِ اَوِ الۡخَوۡفِ اَذَاعُوۡا بِهٖ ؕ وَلَوۡ رَدُّوۡهُ اِلَى الرَّسُوۡلِ

وَاِلٰی اُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡهُمۡ لَعَلِمَهُ الَّذِیۡنَ یَسۡتَنۡۢبِطُوۡنَهٗ مِنۡهُمۡ ﴾۔

ترجمہ:......اور جب ان کو کوئی بھی خبر پہنچتی ہے، چاہے وہ امن کی ہو یا خوف پیدا کرنے والی، تو یہ لوگ اسے (تحقیق کے بغیر) پھیلانا شروع کر دیتے ہیں۔اور اگر یہ اس (خبر) کو رسول کے پاس یا اصحاب اختیار کے پاس لے جاتے تو ان میں سے جو لوگ اس کی کھوج نکالنے والے ہیں وہ اس کی حقیقت معلوم کر لیتے۔(پارہ:۵/سورۂ نساء، آیت نمبر:۸۳)

(۴)......﴿ وَاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبۡرٰهِیۡمَ حَنِیۡفًا ﴾۔(پارہ:۵/سورۂ نساء، آیت نمبر:۱۲۵)

ترجمہ:......اورجس نے سیدھے سچے ابراہیم (علیہ الصلوۃ والسلام) کے دین کی پیروی کی ہو،

(۵)......﴿ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ هَدَی اللّٰهُ فَبِهُدٰهُمُ اقۡتَدِهۡ ﴾۔

(پارہ:۷/سورۂ انعام، آیت نمبر:۹۰)

ترجمہ:...... یہ لوگ (جن کا ذکر اوپر ہوا) وہ تھے جن کو اللہ نے (مخالفین کے رویے پر صبر کرنے کی) ہدایت کی تھی، لہذا (اے پیغمبر!) تم بھی انہی کے راستے پر چلو۔

(۶)......﴿ وَالسّٰبِقُوۡنَ الۡاَوَّلُوۡنَ مِنَ الۡمُهٰجِرِیۡنَ وَالۡاَنۡصَارِ وَالَّذِیۡنَ اتَّبَعُوۡهُمۡ بِاِحۡسَانٍ ۙ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡهُ ﴾۔(پ:۱۱/سورۂ توبہ، آیت نمبر:۱۰۰)

ترجمہ:......اور مہاجرین اور انصار میں سے جو لوگ پہلے ایمان لائے، اور جنہوں نے نیکی کے ساتھ ان کی پیروی کی، اللہ ان سب سے راضی ہو گئے ہیں، اور وہ ان سے راضی ہیں۔

(۷)......﴿ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَکُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ ﴾۔

(پارہ:۱۱/سورۂ توبہ، آیت نمبر:۱۱۹)

ترجمہ:......اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کے ساتھ رہا کرو۔

(۸)......﴿ فَلَوۡلَا نَفَرَ مِنۡ کُلِّ فِرۡقَةٍ مِّنۡهُمۡ طَآئِفَةٌ لِّیَتَفَقَّهُوۡا فِی الدِّیۡنِ وَلِیُنۡذِرُوۡا قَوۡمَهُمۡ

اِذَا رَجَعُوْآ اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ﴾۔(پارہ:۱۱/سورۂ توبہ،آیت نمبر:۱۲۲)

ترجمہ:......لہذا ایسا کیوں نہ ہو کہ ان کی ہر بڑی جماعت میں سے ایک گروہ (جہاد کے لئے) نکلا کرے، تاکہ (جو لوگ جہاد میں نہ گئے ہوں) وہ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرنے کے لئے محنت کریں، اور جب ان کی قوم کے لوگ (جو جہاد میں گئے ہیں) ان کے پاس واپس آئیں تو یہ ان کو متنبہ کریں، تاکہ وہ (گناہوں سے) بچ کر رہیں۔

(۹)......﴿ فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾۔

(پارہ:۱۴/سورۂ نحل،آیت نمبر:۴۳۔پارہ:۱۷/سورۂ انبیاء،آیت نمبر:۷)

ترجمہ:......اب اگر تمہیں اس بات کا علم نہیں ہے تو جو علم والے ہیں ان سے پوچھ لو۔

تشریح:......اس آیت پر عدم تقلید کے قائلین کا اعتراض یہ ہے کہ اس آیت میں اہل ذکر سے مراد علمائے یہود ہیں، اس لئے یہاں سوال عام نہ ہوگا۔اس کا جواب یہ ہے کہ: اللہ تعالی نے مشرکین مکہ اور اہل عرب کے خانہ ساز عقائد کے رد میں فرمایا:

﴿ قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا ﴾۔

(پارہ:۸/،سورۂ انعام،آیت نمبر:۱۵۱)

ترجمہ:......(ان سے) کہو کہ: ”آؤ، میں تمہیں پڑھ کر سناؤں کہ تمہارے پروردگار نے (در حقیقت) تم پر کونسی باتیں حرام کی ہیں۔وہ یہ ہیں کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ“۔

اس آیت میں خطاب مشرکین کو ہے، تو کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ مسلمانوں کے لئے ان چیزوں کی حرمت اس آیت سے ثابت نہ ہوگی، کیونکہ شان نزول میں فقط مشرکین ہی تھے۔

(۱۰)......﴿ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ﴾۔(پارہ:۱۹/سورۂ فرقان،آیت نمبر:۷۴)

ترجمہ:......اور ہمیں پرہیزگاروں کا سربراہ بنادے۔

تفسیر:......حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: یعنی ہمیں ائمۃ التقوی بنادے، اور متقی لوگ ہماری اقتداء کریں۔

حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: اس کا معنی یہ ہے کہ: ہمیں ایسا امام بنادے کہ ہم اپنے سے پہلے متقی مسلمانوں کی اتباع کریں، اور ہم اپنے بعد والوں کے امام ہو جائیں۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: جو متقی مسلمان آپ کی نافرمانی سے اجتناب کرتے ہیں اور آپ کے عذاب سے ڈرتے ہیں، ہمیں ان کا امام بنادے۔

(جامع البیان ص ۶۸ جز: ۱۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۔ تبیان القرآن ص ۲۷۸ ج ۸ ۔ نعم الباری فی شرح صحیح البخاری، ص ۲۹۷ ج ۱۶)

امام بخاری رحمہ اللہ اس آیت کو نقل کر کے فرماتے ہیں:

’’ائمة نقتدی بمن قبلنا و يقتدی بنا مَن بعدنا‘‘۔

(بخاری، باب الاقتداء بسنن رسول الله صلى الله عليه وسلم ، كتاب الاعتصام ، قبل رقم الحديث: ۷۲۷۵)

ترجمہ:......ہم کو ایسا امام بنادے کہ ہم اپنے پہلوں کی اقتداء کریں اور ہمارے بعد کے لوگ ہماری اقتداء کریں۔

(۱۱)......﴿ وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ﴾۔ (پارہ: ۲۱/ سورۂ لقمان، آیت نمبر: ۱۵)

ترجمہ:......اور ایسے شخص کا راستہ اپناؤ جس نے مجھ سے لو لگا رکھی ہو۔

(۱۲)......﴿ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ط وَكَانُوْا بِاٰيَاتِنَا يُوْقِنُوْنَ ﴾۔

(پارہ: ۲۱/ سورۂ الم السجدہ، آیت نمبر: ۲۴)

ترجمہ:......اور ہم نے ان میں سے کچھ لوگوں کو، جب انہوں نے صبر کیا، ایسے پیشوا بنا دیا جو

ہمارے حکم سے لوگوں کی رہنمائی کرتے تھے، اور وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے۔

تقلید اور اتباع کا معنی ایک ہے

تقلید اور اتباع ایک ہی چیز ہیں، زمانوں کے بدلنے سے اصطلاحات بدلتی ہیں، مگر اصطلاحات کے بدلنے سے حقیقت نہیں بدلتی، جیسے تصوف کو پہلے زہد واحسان کہتے تھے، قرآن وحدیث میں یہی الفاظ آئے ہیں۔ حدیث جبرئیل میں لفظ احسان استعمال کیا گیا ہے، اور حدیث کی کتابوں میں ''ابواب الزھد'' قائم کئے گئے ہیں۔ مگر عرصہ بعد تصوف اور صوفی الفاظ استعمال کئے جانے لگے، جبکہ اللہ تعالی کے نیک بندے صوف یعنی اون کے کپڑے پہننے لگے۔ اسی طرح پہلے لفظ اتباع استعمال ہوتا تھا، قرآن کریم میں یہی لفظ آیا ہے، پھر عرصہ کے بعد لفظ تقلید کا استعمال شروع ہوا، مگر حقیقت دونوں کی ایک ہی ہے۔

جو حضرات تقلید اور اتباع کو نہیں مانتے ان کا خیال یہ ہے کہ تقلید بلا دلیل کسی بات کو قبول کرنے کا نام ہے، اور اتباع علی وجہ البصیرت قبول کرنے کا نام ہے۔

اگر اس کو مان لیا جائے تو علی وجہ البصیرت کا کیا معنی؟ اگر اس سے مراد یہ ہے کہ ہر مسئلہ اور اس کی دلیل دونوں کو علی وجہ البصیرت جانتا ہے تو پھر اسے کسی کی اتباع کی کیا ضرورت ہے؟ اتباع بھی وہاں ہوتی ہے جہاں علم سے محروم یا علم کی کمی ہو۔

(تحفۃ الالمعی شرح سنن الترمذی ص۷۹ ج۱۔ الکلام المفید فی اثبات التقلید ص۳۲)

خود اہل حدیث عالم مولانا میاں نذیر حسین دہلوی لکھتے ہیں:

آنحضرت ﷺ کی پیروی کو اور مجتہدین کی اتباع کو تقلید کہنا مجوز (جائز) ہے۔

(معیار الحق ص ۶۷۔ ارمغان حق ص۳۰۴ ج۱)

قرآن کریم کے بعد تقلید کے ثبوت کے لئے چند احادیث نقل کی جاتی ہیں:

تقلید کا ثبوت احادیث سے

خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی تقلید کا حکم

(۱)......عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ ، تَمَسَّكُوْا بِهَا وَ عَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ۔

(ترمذی، باب [ما جاء فی] الاخذ بالسنة واجتناب البدعة ، رقم الحديث:۲٦٧٦۔ابوداؤد، باب فی لزوم السنة ، رقم الحديث:۴٦۰۷۔ابن ماجہ، باب اتباع سنة الخلفاء الراشدين المهديين ، رقم الحديث:۴۳۔مشکوة، باب الاعتصام بالكتاب والسنة)

ترجمہ:......تمہارے اوپر میری سنت کی اتباع اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے طریقہ کی اتباع لازم ہے،اسی پر بھروسہ کرنا اوراسی کو مضبوطی سے پکڑے رہنا۔

(الرفيق الفصيح ص۳۰۹ج۳)

تشریح:......اس حدیث میں واضح طور پرخلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی تقلید کا حکم دیا گیا ہے،معلوم ہوا کہ تقلید کا ثبوت ہے۔

(۲)......وقال عمر بن عبد العزيز : سنّ رسول الله صلى الله عليه و سلم و ولاة الأمر بعده سننًا الأخذ بها تصديق بكتاب الله ، واستعمال بطاعة الله ، و قوة على دين الله ، ليس لاحد تغييرها ولا تبديلها ولا النظر فى رأى من خالفها۔

(الشفاء بتعريف حقوق المصطفى (صلى الله عليه وسلم) ص۲٦۸ج۲، الفصل الرابع : فيما ورد عن السلف والائمة من اتباع سنته والاقتداء بهديه وسيرته)

ترجمہ:......حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ:حضور ﷺ اورآپ ﷺ کے بعدآپ ﷺ کے خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم نے جو عمل جاری کیا' اس کے مطابق

عمل کرنا کتاب اللہ کی تصدیق، اللہ تعالی کی اطاعت، اور اس کے دین کی تقویت پہنچانے کے مترادف ہے، اور کسی کو بھی اس میں کسی قسم کی تبدیلی کرنے کا نہ تو اختیار ہے اور نہ اس کی رائے کے مخالف کسی رائے پر غور کرنے کا حق ہے۔

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفی (صلی اللہ علیہ وسلم) اردو، ص۲۲ ج ۲، فصل: ۳، سلف صالحین)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تقلید کا حکم

(۳)......وقال صلی الله علیه وسلم : اصحابی کالنجوم فبأیّهم اقتدیتم اهتدیتم۔

(مشکوۃ ۵۵۴، باب مناقب الصحابة رضی الله عنهم اجمعین ' الفصل الثالث)

ترجمہ:......آنحضرت ﷺ نے فرمایا: میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں، ان میں سے تم جس کی تقلید کرو گے ہدایت پاؤ گے۔

تشریح:......اس حدیث میں واضح طور پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تقلید کا حکم دیا گیا ہے، معلوم ہوا کہ تقلید کا ثبوت ہے۔

تمہارے بعد کے لوگ تمہاری تقلید کریں گے

(۴)......عن ابی سعید الخدری : انّ رسول الله صلی الله علیه وسلم رأی فی اصحابه تأخّرا فقال لهم : تقدموا فأتَمّوا بی ولیأتم بکم من بعدکم ، الخ۔

(مسلم ص۱۸۲، باب تسویة الصفوف واقامتها وفضل الاول فالاول منها الخ ، رقم الحدیث: ۴۳۸

بخاری ص۹۹ ج۱، باب الرّجل یأتم بالامام ' ویأتمّ النّاس بالماموم ، قبل رقم الحدیث: ۷۱۳)

ترجمہ:......حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کو پیچھے دیکھا تو ان سے فرمایا: آگے آؤ اور میری اقتدا کرو، اور تمہارے بعد کے لوگ تمہاری اقتدا کریں گے۔

تشریح:......شارح بخاری حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ:

''و قیل معناه : تعلموا منی احکام الشریعة ' ولیعلم منکم التابعون بعدکم ' وکذلک اتباعهم الی انقراض الدنیا''۔(فتح الباری ص۱۷۱ج۲)

ترجمہ:......بعض حضرات نے اس حدیث کا مطلب یہ بتایا ہے کہ:تم مجھ سے احکام شریعت سیکھ لو،اور تمہارے بعد آنے والے تابعین تم سے سیکھیں گے،اور اسی طرح ان کے متبعین ان سے سیکھیں گے،اور یہ سلسلہ دنیا کے خاتمے تک چلتا رہے گا۔

سواد اعظم کی تقلید کا حکم

(۵)......انس بن مالک رضی الله عنه یقول : سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم : ان امتی لا تجتمع علی ضلالة ' فاذا رأیتم اختلافا ' فعلیکم بالسّواد الاعظم۔(ابن ماجہ ص۲۹۲، باب السّواد الاعظم ' کتاب الفتن ، رقم الحدیث:۳۹۵۰)

ترجمہ:......حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ: بیشک میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوگی،لہذا جب تم اختلاف دیکھو تو سواد اعظم کو لازم پکڑلو۔

(۶)......عن ابن عمر رضی الله عنهما قال : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : اتّبعوا السّواد الاعظم ' فانّه من شَذَّ شُذَّ فی النّار۔

(مشکوۃ ص۳۰، باب الاعتصام بالکتاب والسنة ، رقم الحدیث:۱۶۵)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: بڑی جماعت کی پیروی کرو، جو شخص جماعت سے الگ ہوا وہ الگ کر کے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

تشریح:......اس حدیث میں واضح طور پرسواداعظم کی تقلید کا حکم دیا گیا ہے،معلوم ہوا کہ تقلید کا ثبوت ہے۔

''اتبعوا السواد الاعظم'' کا صحیح اوردرست مطلب

بڑے گروہ کی پیروی کرو،اس کا مطلب یہ ہے کہ حق کو اختیار کرو اور اس پر عمل کرو اگر چہ اس پر عمل کرنے والے کم ہوں اور مخالف زیادہ ہوں،اس لئے کہ وہ حق ہے جس پر پہلی جماعت یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم ہوں اور بعد صحابہ کے انبوہ باطل کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔

حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا ہے،جس کا مضمون یہ ہے کہ:ہدایت کی راہ مضبوطی سے اختیار کرو،اور اس پر چلنے والوں کی کمی کا کچھ ضرر نہیں،اور گمراہی کے راستے سے بچتے رہو،اور اس میں مبتلا ہونے کی کثرت سے دھوکا نہ کھاؤ۔

بعض سلف کا مقولہ ہے کہ:جب تم شریعت کے مطابق ہوجاؤ اور حقیقت کو سمجھ لوتو کچھ پرواہ نہ کرو اگر چہ ساری خلقت تمہاری رائے کے خلاف ہوجائے۔

(مجالس الابرار اردو ص ۱۷۳ مجلس ۱۸)

جس حدیث میں'' اتبعوا السواد الاعظم '' کا حکم آیا ہے،اس سے مراد اصول اعتقاد میں سواداعظم کا اتباع لازم ہے،یعنی مسائل شرعیہ اعتقادیہ میں اختلاف ہوتو اس صورت میں اکثر کا اتباع کرنا چاہئے،کیونکہ اعتقادیات زمانہ خیر القرون میں مکمل ہوچکے ہیں۔

(امدادالاحکام ص ۲۸۲ ج ۴)

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ نے بھی سواداعظم سے مراد کثرت نہیں لیا ہے۔

سوال:......سواداعظم سے کیا مراد ہے؟ آیا اس سے متبع شریعت لوگ مراد ہیں یا عوام؟

جواب:......سواد اعظم سے مراد وہ جماعت ہے جس کی دلیل صحیح اور قوی ہو، زیادہ بھیڑ مراد نہیں ہے۔ (کفایت المفتی ص ۳۵۷ ج ۲، مطبوعہ: ادارۃ الفاروق کراچی)

میرے بعد حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی اقتدا کرنا

(۷)......عن حذیفة قال : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر۔

(ترمذی ص ۲۰۷ ج ۲، باب [اقتدوا بالذین بعدی ابی بکر و عمر] ، رقم الحدیث:۳۶۶۲)

ترجمہ:......حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے بعد حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی اقتداء کرنا۔

(۸)......عن حذیفة قال : کنا جلوسا عند النبی صلی الله علیه وسلم فقال: انی لا ادری ما بقائی فیکم ' فاقتدوا بالذین من بعدی ، واشار الی ابی بکر و عمر۔

(ترمذی ص ۲۰۷ ج ۲، باب [اقتدوا بالذین بعدی ابی بکر و عمر] ، رقم الحدیث:۳۶۶۳۔

ابن ماجہ، باب فی فضائل اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم ، رقم الحدیث:۹۷)

ترجمہ:......حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ہم نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے معلوم نہیں کہ میں کتنا عرصہ تمہارے درمیان رہوں گا، پس تم میرے بعد حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی اقتداء کرنا۔

آپ ﷺ کا فقہاء اور علماء عابدین کی تقلید کا حکم

(۹)......عن علی رضی الله عنه قال : قلت : یا رسول الله ! ان نزل بنا امرٌ لیس فیه بیان امر ولا نهی فما تأمرنی ؟ قال : شاوِروا فیه الفقهاء و العابدین ولا تمضوا فیه رأی خاصة۔

ترجمہ:......حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ: اگر ہمیں کوئی معاملہ ایسا پیش آجائے جس کے بارے میں (قرآن وسنت میں) نہ کوئی حکم موجود ہو نہ ممانعت تو اس بارے میں آپ مجھے کیا حکم فرماتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ: فقہاء اور عابدین سے مشورہ کرو، اور اپنی رائے سے فیصلہ نہ کرو۔

(طبرانی (اوسط) ص۴۴۱ ج۱، رقم الحدیث:۱۶۱۸۔ مجمع الزوائد ص۱۷۸ ج۱، باب الاجماع ، رقم الحدیث:۱۷۵۹)

(۱۰)......عن ابن عباس رضی الله عنهما قال : قلت : یا رسول الله ! ارأیت ان عرض علینا امرٌ لم ینزل فیه القرآن ولم تمض فی سنة منک ؟ قال : تجعلونه شوری بین العابدین المؤمنین ' ولا تقضونه برأی خاصة۔

(طبرانی (اوسط) ص۴۴۱ ج۱، رقم الحدیث:۱۶۱۸۔ مجمع الزوائد ص۱۷۸ ج۱، باب الاجماع ، رقم الحدیث:۱۷۵۹۔ مجمع البحرین للهیثمی ص۲۲۵ ج۱)

ترجمہ:......حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ: اگر کوئی ایسا معاملہ ہمارے سامنے آجائے جس کے بارے میں قرآن اور سنت میں کوئی حکم موجود نہ ہو تو اس بارے میں کیا کرنا چاہئے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: تم اسے عبادت گزار مؤمنوں کے مشورہ سے طے کرو، اور اپنا تنہا کوئی فیصلہ نہ کرو۔

شوہر کی تقلید پر آپ ﷺ کا نکیر نہ فرمانا

(۱۱)......عن معاذ قال : قال ان امرأة اتته ' فقالت : یارسول الله ! انطلق زوجی غازیا ' وکنت أقتدی بصلا ته اذا صلی و بفعله کله ' فاخبرنی بعمل یبلغنی عمله حتی یرجع ، الخ ۔

ترجمہ:......حضرت سہل بن معاذ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ: ایک عورت آپ ﷺ کی خدمت میں آئی، اور عرض کیا کہ: یا رسول اللہ! میرے شوہر جہاد میں گئے ہیں، اور (جب وہ گھر پر تھے اور نماز پڑھتے تھے) تو میں نماز میں ان کی اقتداء کرتی تھی اور تمام عملوں میں ان کی پیروی کرتی تھی، اب مجھے کوئی ایسا عمل بتلا دیجئے جو مجھے ان کے عمل (یعنی جہاد) کے برابر پہنچا دے، یہاں تک کہ وہ واپس آئیں۔

(مسند احمد ص۴۳۹ ج۳، مسند معاذ بن انس الجهنی رضی الله عنه، رقم الحدیث:۱۵۶۳۳۔مجمع الزوائد ص، باب فضل الجهاد، كتاب الجهاد، رقم الحديث:۹۴۱۴)

دین کے معاملہ میں اپنے سے اوپر والوں کی تقلید

(۱۲)......عن عبد الله بن عمر قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه و سلم يقول خصلتان من كانتا فيه كتبه الله شاكرا صابرا، ومن لم تكونا فيه لم يكتبه الله شاكرا ولا صابرا: من نظر في دينه الى من هو فوقه فاقتدى به، ومن نظر في دنياه الى من هو دونه فحمد الله على ما فضّله به عليه' كتبه الله شاكرا و صابرا، الخ۔

(ترمذی ص۴۳۹ ج۲، ابواب القيامة [باب انظروا الى من هو اسفل منكم] رقم الحديث:۲۵۱۲)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ: جس شخص میں دو خصلتیں ہوں گی اللہ تعالیٰ اسے صابر وشاکر لکھیں گے، اور جس میں یہ دو خصلتیں نہیں ہوں گی، اسے اللہ تعالیٰ صابر وشاکر نہیں لکھیں گے۔ جو شخص دین کے معاملے میں اپنے سے بلند مرتبہ شخص کو دیکھے اور اس کی اقتداء کرے، اور دنیا کے معاملے میں اپنے سے کمتر شخص کو دیکھے، اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے کہ اس نے مجھے اس سے اچھی حالت میں رکھا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے صابر وشاکر لکھ دیں گے۔

تشریح:......اس حدیث میں دین کی بابت اپنے سے نیک اور صالح لوگوں کی اقتداء پر فضیلت شکر وصبر کی بشارت دی گئی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد کہ: لوگ تمہاری تقلید کریں گے

(۱۳)......ان عمر بن الخطاب رأى على طلحة بن عبيد الله ثوبا مصبوغا وهو مُحرِم فقال عمر : ما هذا الثوبُ المصبوغ يا طلحة ؟ فقال طلحة (بن عبيد الله) : يا امير المؤمنين ! انما هو مدر ، فقال عمر : انكم ايّها الرّهط ائمةٌ يقتدى بكم النّاس ، فلو ان رجلا جاهلا رأى هذا الثوب لقال ان طلحة بن عبيد الله كان يلبس الثّياب المُصَبَّغَةَ فى الاحرام ، فلا تلبسوا ايّها الرّهط شيئا من هذه الثياب المُصبَّغة۔

(مؤطا امام مالک ص ۲۰۷ (اردو ترجمہ مع شرح ص ۵۴۵ ج ۱) باب لُبس الثّياب المُصبَّغة فى الاحرام رقم الحديث: ۹۶۷)

ترجمہ:......حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو احرام کی حالت میں رنگین کپڑا پہنے ہوئے دیکھا تو پوچھا کہ طلحہ یہ کیا ہے؟ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: امیر المؤمنین! یہ مٹی سے رنگا ہوا ہے، حضرت عمر رضی اللہ نے فرمایا: لوگوں کے تم امام ہو، لوگ تمہاری اقتداء کریں گے، اگر کوئی جاہل اس کپڑے کو دیکھے گا تو ضرور یہ کہے گا کہ طلحہ نے احرام کی حالت میں رنگین کپڑا پہنے ہوئے تھے، اس لئے تم یہ رنگین کپڑے مت پہنو۔

اسی طرح ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو (خاص قسم کے) موزے پہنے ہوئے دیکھا تو فرمایا:

(۱۴)......عزمت عليك الا نزعتهما ، فأنى أخاف أن ينظر الناس اليك فيقتدون

بک۔

(الاستیعاب لابن البر (تحت الاصابة) ص۳۶۱ ج ۲۔والاصابة للحافظ ابن حجر ص۳۶۱ ج ۲۔اعلام الموقعین ص ۱۷۱ ج ۲۔تقلید کی شرعی حیثیت ص ۳۸)

ترجمہ:...... میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ ان کو اتاردو، اس لئے کہ مجھے خوف ہے کہ لوگ تمہیں دیکھیں گے تو تمہاری اقتداء کریں گے۔

شیخین رضی اللہ عنہما کی تقلید پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کا انحصار

(۱۵)......عن ابی وائل قال : قلت لعبد الرحمن بن عوف : کیف بایعتم عثمان وترکتم علیا ؟ قال : ما ذنبی ؟ قد ابدأت بعليٍ ' فقلت اُبایعک علی کتاب الله وسنة رسوله وسیرة ابی بکر و عمر ، قال فیما استطعت ، قال : ثم عرضتها علٰی عثمان رضی الله عنه ، فقبِلها۔(مسند احمد ص ۸۶، مسند عثمان بن عفان ، رقم الحدیث:۵۵۷)

ترجمہ:......حضرت ابو وائل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ نے کس طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا:(اس میں) میرا کیا قصور؟ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے (بیعت کی) ابتدا کی، اور میں نے ان سے کہا کہ: میں آپ سے اللہ تعالی کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی سنت اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی سیرت (اور سنت کی اتباع اور تقلید) پر بیعت کرتا ہوں، تو انہوں نے فرمایا کہ: (نہیں) میں جس کی طاقت رکھتا تو ہوں اس پر (عہد کر کے) بیعت کرتا ہوں، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے یہی باتیں کیں، تو انہوں نے اس شرط کو قبول فرمالیا۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما کا ارشاد کہ: تم لوگ ہماری تقلید کرو

(۱۶)......عن عمران بن حصین رضی اللہ عنہما قال : نزل القرآن و سنّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم السنن ، ثم قال : اتبعونا فواللہ ! ان لم تفعلوا تضلوا۔

(مسند احمد ص۴۴۵ ج۴، رقم الحدیث: ۱۹۹۹۸۔ حیاۃ الصحابہ ص۶۹۹ ج۳، ترغیب عمران بن حصین رضی اللہ عنہما فی ذلک)

ترجمہ:......حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما نے فرمایا: قرآن بھی نازل ہوا اور حضور ﷺ نے بھی سنتیں مقرر فرمائیں، پھر حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تم لوگ ہمارا اتباع کرو(کیونکہ ہم نے قرآن وسنت کو پورا اختیار کیا ہوا ہے) اگر ایسا نہیں کروگے تو تم گمراہ ہو جاؤ گے۔ (حیاۃ الصحابہ اردو ص۳۸۳ ج۳، مکتبۃ العلم لاہور)

جو مقدمہ کتاب اللہ اور سنت میں نہ ہو اس میں علماء کی تقلید کا حکم

(۱۷)......عن شریح انّ عمر کتب الیہ : اذا اتاک امر فاقض فیہ بما فی کتاب اللہ، فان اتاک ما لیس فی کتاب اللہ فاقض بما سنّ فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، فان اتاک ما لیس فی کتاب اللہ ولم یسنّ فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاقض بما اجمع علیہ الناس (أی العلماء) فان اتاک ما لیس فی کتاب اللہ ولم یسنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولم یتکلم فیہ احد ' فایّ الامرین شئتَ فخذ بہ ، وفی روایۃ اخری عندہ : فان شئت أن تجتھد رأیک فتقدَّمْ ، وان شئت اَن تتأخَّر فتأخَّرْ ، وما اری التَّأخُّر الا خیرا لک۔

(العلم والعلماء لابن عبد البر ص۵۶ ج۲۔ حیاۃ الصحابہ ص۷۰۸ ج۳، کتاب عمر رضی اللہ عنہ الی شریح فی ھذا الامر)

ترجمہ:......حضرت شریح رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں یہ خط لکھا کہ: اگر تمہارے پاس کوئی مقدمہ آئے تو اس میں اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کرو، اور اگر تمہارے پاس ایسا مقدمہ آئے جو کتاب اللہ میں نہیں ہے تو پھر اس میں سنت رسول اللہ ﷺ کے مطابق فیصلہ کرو، اور اگر ایسا مقدمہ آئے جو نہ کتاب اللہ میں ہے اور نہ سنت رسول اللہ ﷺ میں ہے تو پھر وہ فیصلہ کرو جس پر علماء کا اجماع واتفاق ہو، اور اگر ایسا مقدمہ آئے جو نہ کتاب اللہ میں ہے اور نہ سنت رسول اللہ ﷺ میں اور نہ اس میں کسی عالم نے کوئی بات کی ہے تو پھر دو باتوں میں سے ایک بات اختیار کرلو، چاہو تو آگے بڑھ کر اپنی رائے سے اجتہاد کر کے فیصلہ کرلو اور چاہو تو پیچھے ہٹ جاؤ (اور کوئی فیصلہ نہ کرو) اور میرے خیال میں پیچھے ہٹنا تمہارے لئے بہتر ہی ہے۔

(حیاۃ الصحابہ اردو ص۳۹۲ ج۳، مکتبۃ العلم لاہور)

تشریح:......اس روایت میں بہت واضح طور پر علماء کی تقلید کا حکم دیا گیا ہے۔

جو بات کتاب اللہ اور سنت میں نہ ہو اس میں نیک لوگوں کی تقلید کا حکم

(۱۸)......عن ابن مسعود رضی الله عنه قال : من عرض له منه قضاء فليقض بما فی كتاب الله ، فان جاء ه ما ليس فی كتاب الله فليقض بما قضی به نبيه صلی الله عليه وسلم ، فان جاء ه امر ليس فی كتاب الله ولم يقض به نبيه صلی الله عليه وسلم فليقض بما قضی به الصالحون ، فان جاء ه امر ليس فی كتاب الله ولم يقض فيه نبيه صلی الله عليه وسلم ولم يقض به الصالحون فليجتهد رايه فلُيَقِر۔

(العلم والعلماء لابن عبد البر ص۵۷ ج۲۔ حیاۃ الصحابہ ص۷۰۸ ج۳، قول ابن مسعود رضی الله عنه فی الاجتهاد بالرّأی)

ترجمہ:......حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جسے کسی معاملہ میں فیصلہ کرنے کی ضرورت پیش آجائے تو اسے چاہئے کہ کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کرے، اور اگر ایسا معاملہ ہو جو کتاب اللہ میں نہیں ہے تو پھر اس میں وہ فیصلہ کرے جو اللہ کے نبی کریم ﷺ نے کیا، اور اگر ایسا معاملہ پیش آجائے جو نہ کتاب اللہ میں ہو اور نہ اس کے بارے میں اللہ کے نبی ﷺ نے کوئی فیصلہ کیا ہو تو پھر اس میں وہ فیصلہ کرے جو نیک لوگوں نے کیا، اور اگر ایسا معاملہ پیش آجائے جو نہ کتاب اللہ میں ہو اور نہ اللہ کے نبی ﷺ اور نہ نیک بندوں نے اس کے بارے میں کوئی فیصلہ کیا ہو تو پھر اپنی رائے سے اجتہاد کرے اور اپنی اس بات پر پکا رہے اور شرمائے نہیں۔ (حیاۃ الصحابہ اردو ص ۳۹۲ ج ۳، مکتبۃ العلم لاہور)

تشریح:......اس روایت میں بہت واضح طور پر نیک لوگوں کی تقلید کا حکم دیا گیا ہے۔

جو بات کتاب وسنت میں نہ ہو اس میں حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی تقلید

(۱۹)......عن عبد الله بن ابی یزید قال : سمعت ابن عباس رضی الله عنهما ' اذا سُئل عن شیء فان کان فی کتاب الله قال به ، وان لّم یکن فی کتاب الله وکان عن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال به ، فان لم یکن فی کتاب الله ولا عن رسول الله صلی الله علیه وسلم وکان عن ابی بکر و عمر رضی الله عنهما قال به ، فان لم یکن فی کتاب الله ولا عن رسول الله صلی الله علیه وسلم ولا عن ابی بکر ولا عن عمر رضی الله عنهما اجتَهدَ رایه ۔

(العلم والعلماء لابن عبد البر ص ۵۷ ج ۲۔ حیاۃ الصحابہ ص ۷۰۹ ج ۳، اجتهاد ابن عباس و اُبیّ رضی الله عنهم بالرّأی)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن ابی یزید رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: میں نے حضرت ابن عباس

رضی اللہ عنہما کا یہ معمول دیکھا کہ: جب ان سے کوئی چیز پوچھی جاتی اور وہ کتاب اللہ میں ہوتی تو وہ فرما دیتے، اور اگر اللہ کی کتاب میں نہ ہوتی لیکن اس کے بارے میں حضور ﷺ سے کچھ منقول ہوتا تو وہ فرما دیتے، اور اگر وہ اللہ کی کتاب میں نہ ہوتی اور حضور ﷺ سے بھی کچھ منقول نہ ہوتا، لیکن حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی طرف سے کچھ منقول ہوتا تو وہ فرما دیتے، اور اگر وہ اللہ کی کتاب میں نہ ہوتی اور حضور ﷺ سے، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے بھی کچھ منقول نہ ہوتا تو پھر اپنی رائے سے اجتہاد کرتے۔ (حیاۃ الصحابہ اردو ص۳۹۳ ج۳، مکتبۃ العلم لاہور)

تشریح:......اس روایت میں بہت واضح طور پر حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی تقلید کو اختیار کیا گیا ہے۔

ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دلیل کے برابر کسی کو نہ سمجھتے

(۲۰)......عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال : کنا اذا اتانا الثبت عن علی رضی اللہ عنہ لم نعدل بہ۔(العلم والعلماء لابن عبد البر ص۵۷ ج۲۔ حیاۃ الصحابہ ص۷۰۹ ج۳، قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ فی الاجتہاد بالرّأی)

ترجمہ:......حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: جب ہمارے پاس حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے کوئی مضبوط دلیل آجاتی تو ہم اس کے برابر کسی کو نہ سمجھتے (بلکہ اسی کو اختیار کر لیتے)۔ (حیاۃ الصحابہ اردو ص۳۹۳ ج۳، مکتبۃ العلم لاہور)

تشریح:......اس روایت میں واضح طور پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تقلید کو اختیار کیا گیا ہے۔

حضرت عمار اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما کی تقلید کا حکم

(۲۱)......عن حارثۃ بن المضرِّب قال : قرأتُ کتاب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

الی اهل الکوفة : اما بعد ! فانی بعثت الیکم عماراً امیراً وعبد الله معلما و وزیرا، وھما من النُّجَباء من اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم فاسمعوا لهما واقتدوا بهما ، وانی قد آثرْتُکُم بعبد الله علی نفسی أثرة۔

(اخرج ابن سعد ص٦ ج٧۔ حیاۃ الصحابہ ص٧٠٩ ج٣، قول ابن مسعود رضی الله عنه فی الاجتهاد بالرّأی)

ترجمہ:......حضرت حارثہ بن مضرب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو خط کوفہ والوں کو بھیجا تھا وہ میں نے پڑھا تھا، اس میں لکھا ہوا تھا: امابعد! میں تمہارے پاس حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو امیر بنا کر اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو استاذ اور وزیر بنا کر بھیج رہا ہوں ۔ یہ دونوں حضور ﷺ کے چیدہ اور برگزیدہ صحابہ میں سے ہیں، ان دونوں کی بات سنو اور ان دونوں کی اقتداء کرو، اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو بھیج کر میں نے بڑی قربانی دی ہے، کیونکہ مجھے ان کی یہاں ضرورت تھی، لیکن میں نے تمہاری ضرورت کو مقدم رکھا۔ (حیاۃ الصحابہ اردو ص٣٠٨ ج٣، مکتبۃ العلم لاہور)

ہدایت بڑوں کی تقلید پر موقوف ہے

(٢٢)......انّ عمر بن الخطاب قال : قد علمتُ متی صلاح النّاس ومتی فسادُهم ، اذا جاء الفقه من قِبَل الصّغیر استعصی علیه الکبیر ، واذا جاء الفقه من قِبَل الکبیر تابعه الصّغیر فاهتدیا۔

(اخرج ابن عبد البر فی جامع العلم ج ص١٥٨ ج١۔ حیاۃ الصحابہ ص٦٢٩ ج٣، اقوال عمر و ابن مسعود رضی الله عنهما فی اخذ العلم عن الاکابر)

ترجمہ:......حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے معلوم ہے کہ لوگ کب

سدھرتے ہیں اور کب بگڑتے ہیں؟ جب علم چھوٹے کی طرف سے آئے گا تو بڑا اس کی نافرمانی کرے گا، اور جب علم بڑے کی طرف سے آئے گا تو چھوٹا اس کا اتباع کرے گا اور دونوں ہدایت پا جائیں گے۔ (حیاۃ الصحابہ اردو ص ۳۱۷ ج ۳، مکتبۃ العلم لاہور)

فن کے ماہر کی تقلید کا حکم

(۲۳)......عن ابن عباس رضی الله عنهما قال : خطب عمر بن الخطاب رضی الله عنه النّاس بالجابية وقال : يا ايُّها النّاس ! من أراد ان يسأل عن القرآن فليأت أُبی بن كعب ، ومن أراد ان يسأل عن الفرائض فليأت زيد بن ثابت ، ومن أراد ان يسأل عن الفقه فليأت معاذ بن جبل ، ومن أراد ان يسأل عن المال فليأتنی ، فان الله جعلنی له واليا و قاسما۔

(اخرج الطبرانی فی الاوسط ص۱۸۴ ج۲، رقم الحديث:۱۶۵۹۔مجمع الزوائد ص۱۵۳ ج۱، باب اخذ كل علم من اهله ، رقم الحديث:۵۶۷۔

حياۃ الصحابہ ص۶۳۱ ج۳، خطبة عمر بالجابية فی اخذ العلم عن علماء الصحابة رضی الله عنهم)

ترجمہ:......حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جابیہ مقام میں لوگوں میں بیان فرمایا: اور ارشاد فرمایا: اے لوگو! تم میں سے جو قرآن کے بارے میں کچھ پوچھنا چاہتا ہے وہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پاس جائے، اور جو میراث کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہے وہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس جائے، اور جو کوئی فقہی مسائل پوچھنا چاہتا ہے وہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے پاس جائے، اور جو مال لینا چاہتا ہے وہ میرے پاس آجائے، کیونکہ اللہ نے مجھے مال کا والی اور اس کا تقسیم کرنے والا بنایا ہے۔ (حیاۃ الصحابہ اردو ص ۳۱۸ ج ۳، مکتبۃ العلم لاہور)

صحابہ رضی اللہ عنہم کی تقلید کا حکم

(۲۴)......عن عبد الله ابن عمر رضی الله عنهما قال : من كان مستنا فليستن بمن قد مات ، اُولئک اصحاب محمد صلی الله عليه وسلم كانوا خير هذه الامة ، ابرها قلوبا واعمقها علما واقلها تكلفا ، قوم اختارهم الله لصحبة نبيه ونقل دينه ' فتشبهوا باخلاقهم وطرائقهم فهم اصحاب محمد كانوا على الهدى المستقيم ، والله رب الكعبة۔(حلية الاولياء ، ص۳۰۵ ج۱، باب مواظبته على قيام الليل۔

حیاۃ الصحابہ ص۶۳۱ ج۳، خطبة عمر بالجابية فى اخذ العلم عن علماء الصحابة رضى الله عنهم)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: جو آدمی کسی کے طریقہ کو اختیار کرنا چاہے تو اسے چاہئے کہ وہ ان لوگوں کا طریقہ اختیار کرے جو دنیا سے جا چکے ہیں، اور یہ لوگ نبی اکرم ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں، جو کہ اس امت میں سب سے بہترین اور سب سے زیادہ نیک دل' اور سب سے زیادہ گہرے علم والے' اور سب سے کم تکلف برتنے والے تھے۔ یہ ایسے لوگ ہیں جن کو اللہ تعالی نے اپنے نبی ﷺ کی صحبت کے لئے اور اپنے دین کو دنیا میں پھیلانے کے لئے چن لیا ہے، لہذا ان جیسے اخلاق اور ان جیسی زندگی گذارنے کے طریقے اپناؤ۔ رب کعبہ کی قسم! نبی کریم ﷺ کے یہ تمام صحابہ ہدایت مستقیم پر تھے۔

تشریح:......اسی قسم کی روایت ''مشکوۃ'' میں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔(مشکوۃ ص۳۲، باب الاعتصام بالكتاب والسنة ، الفصل الثالث)

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: لوگ ہماری تقلید کرتے ہیں

(۲۵)......عن مصعب بن سعد قال : كان ابى اذا صلّى فى المسجد تجوز وأتم

الرکوع والسجود و الصلوة ، واذا صلّی فی البیت اطال الرکوع و السجود والصلوة ، قلت : یا ابتاه ! اذا صلیت فی المسجد جوّزت واذا صلیت فی البیت اطلتَ ؟ قال : یا بُنی ! انّا ائمة یُقتدی بنا۔

(طبرانی ص۱۴۳ج۱، رقم الحدیث:۳۱۷۔مجمع الزوائد ص۱۸۱ج۱، باب الاقتداء بالسلف ، رقم الحدیث:۸۵۶)

ترجمہ:......حضرت مصعب بن سعد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میرے والد (حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جب) مسجد میں نماز پڑھتے تو مختصر پڑھتے ، البتہ نماز کے رکوع اور سجدہ پورا کرتے ، اور گھر میں جب نماز پڑھتے تو نماز' رکوع اور سجدہ سب کچھ لمبا کرتے۔ میں نے عرض کیا: ابا جان ! جب آپ مسجد میں نماز پڑھتے ہیں تو مختصر پڑھتے ہیں اور جب گھر میں نماز پڑھتے ہیں تو لمبی پڑھتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: اے میرے بیٹے ! ہم امام ہیں،لوگ ہمارے پیچھے چلتے ہیں، ہماری اقتدا کرتے ہیں۔

(حیاۃ الصحابہ اردو ص۳۸۴ ج ۳،مکتبۃ العلم لاہور)

متقدمین کے راستہ کو چھوڑو گے تو بھٹک جاؤ گے

(۲۷)......عن حذیفة انه کان یقول : اتقوا الله یا معشر القراء ! و خذوا طریق من کان قبلکم ، فلعمری لئن اتبعتموه فلقد سبقتم سبقا بعیدا ، ولئن ترکتموه یمینا و شمالا لقد ضللتم ضلالا بعیدا۔

(حیاۃ الصحابہ ص۷۰۰ج۳، ترغیب حذیفة رضی الله عنه القُرّاء بِأخذ طریق مَن کان قبلهم ۔ حیاۃ الصحابہ اردو ص۳۸۴ ج ۳،مکتبۃ العلم لاہور)

ترجمہ:......حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: اے جماعت علماء! اللہ سے ڈرو اور

اپنے سے پہلے لوگوں کے راستہ کو پکڑے رکھو، میری زندگی کی قسم! اگر تم اس راستہ پر چلو گے تو تم دوسروں سے بہت آگے نکل جاؤ گے، اور اگر تم اسے چھوڑ کر دائیں بائیں چلے جاؤ گے تو تم بہت زیادہ بھٹک جاؤ گے۔

جن کا ایمان پر خاتمہ ہوا ہو اُن کی اتباع کرو

(۲۸)......عن علی رضی الله عنه قال : ايّاكم والاستنان بالرِّجال ، فانّ الرجل يعمل بعمل اهل الجنّة ثم ينقلب لِعلم الله فيه فيعمل بعمل اهل النّار فيموت وهو من اهل النار ، وان الرجل ليعمل بعمل اهل النار فينقلب لعلم الله (فيه) فيعمل بعمل اهل الجنة فيموت وهو من اهل الجنة ، فان كنتم لا بد فاعلين فبالاموات لا بالاحياء۔

(حیاۃ الصحابہ ص۶۳۱ ج۳، خطبة عمر بالجابية فى اخذ العلم عن علماء الصحابة رضى الله عنهم)

ترجمہ:......حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اپنے زمانہ کے لوگوں کے نقش قدم پر چلنے سے بچو، کیونکہ ایک آدمی جنت والوں کے عمل کرتا ہے، پھر اللہ کے علم کے مطابق وہ پلٹا کھا جاتا ہے اور دوزخ والوں کے عمل کرنے لگ جاتا ہے، اور وہ دوزخی بن کر مرتا ہے، اور ایک آدمی دوزخ والوں کے عمل کر رہا ہوتا ہے، پھر وہ اللہ کے علم کے مطابق پلٹا کھا جاتا ہے اور جنت والوں کے عمل کرنے لگ جاتا ہے، اور جنتی بن کر مرتا ہے۔ اگر تم نے ضرور ہی کسی کے پیچھے چلنا ہے تو پھر تم ان لوگوں کے پیچھے چلو جن کا خاتمہ ایمان و اعمال صالحہ پر ہو چکا ہے، اور وہ دنیا سے جا چکے ہیں، جو ابھی زندہ ہیں ان کے پیچھے مت چلو۔ (کیونکہ کسی زندہ انسان کے بارے میں اطمینان نہیں کیا جا سکتا نہ معلوم کب گمراہ ہو جائے)۔

(حیاۃ الصحابہ اردو ص۳۸۵ ج۳، مکتبۃ العلم لاہور)

تقلیدِ شخصی کے دلائل

آپ ﷺ کا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تقلید کا حکم فرمانا

(۲۹)......عن محمد بن جبير بن مطعم عن ابيه قال : اتت امرأة النبی صلی الله علیه وسلم فأمَرها ان ترجع اليه ، قالت : ارأیت ان جئت ولم اجدک ؟ کانها تقول الموت قال صلی الله علیه وسلم : ان لم تَجِدِيْنِیْ فَأْتِی ابا بکر۔

(بخاری ص۵۱۶ ج۱، باب' بعد : باب قول النبی صلی الله علیه وسلم : لو کنت متخذا خليلا ، رقم الحديث:۳۶۵۹۔ مسلم ص۲۷۳ ج۲، باب فضائل ابی بکر الصديق رضی الله عنه ، رقم الحديث: ۲۳۸۶)

ترجمہ:......حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ایک عورت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی، (اور کوئی چیز دریافت فرمائی) آپ ﷺ نے فرمایا: پھر کسی وقت آنا (اس وقت آپ ﷺ بیمار تھے) اس عورت نے عرض کیا کہ: اگر میں کسی (اور) وقت آؤں (جیسا آپ ﷺ فرماتے ہیں) اور آپ کو نہ پاؤں (یعنی آپ کی وفات ہو جائے تو پھر کیا کروں؟) آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم مجھے نہ پاؤ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آنا۔

آپ ﷺ کا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی پسند کو اپنی پسند فرمانا

(۳۰)......قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : رضيت لكم ما رضی لكم ابن ام عبد۔ (کنز العمال ، الفضائل ، عبد الله بن مسعود رضی الله عنه ، رقم الحديث:۳۷۲۰۹)

ترجمہ:......رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تمہارے لئے اس چیز پر خوش ہوں جو تمہارے

لئے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پسند کریں۔

(۳۱)......قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : اصاب ابن ام عبد و صدق- مرتين- رضيت ما رضى الله لى ولامتى وابن ام عبد ، وكرهت ما كرهه الله لى ولامتى وابن ام عبد۔

(كنز العمال، الفضائل ، عبد الله بن مسعود رضى الله عنه ، رقم الحديث:۳۷۲۱۳)

ترجمہ:......رسول اللہ ﷺ نے -دو مرتبہ- ارشاد فرمایا: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے درست کہا اور سچ کہا، میں اس چیز پر راضی ہوں جو اللہ تعالی نے میرے لئے، اور میری امت کے لئے اور ابن ام عبد (یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) کے لئے پسند فرمائی ہے، اور میں اس چیز کو ناپسند کرتا ہوں جسے اللہ تعالی نے میرے لئے اور میری امت کے لئے اور ابن ام عبد (یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) کے لئے ناپسند فرمائی ہے۔

جب تک حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ موجود ہیں ان کی تقلید کرو

(۳۲)......لا تسألونى ما دام هذا الحَبر فيكم۔

(بخاری ص ۱۰۷ ج ۲، باب ميراث ابنة ابن مع ابنة ، كتاب الفرائض ، رقم الحديث:۶۷۳۶)

ترجمہ:......(حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ نے ایک واقعہ میں ارشاد فرمایا تھا کہ:) جب تک تم میں یہ عالم (یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) موجود ہیں تم مجھ سے کسی چیز کے بارے میں سوال نہ کرو۔

تشریح:......اس واقعہ میں تقلید شخصی کا ثبوت ملتا ہے کہ حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ مشورہ دے رہے ہیں کہ: جب تک تم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ موجود ہیں اس وقت تک کسی کی تقلید نہ کرنا بلکہ صرف ان ہی کی تقلید کرنا۔

اہل مدینہ کا حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی تقلید شخصی کرنا

(۳۳)......عن عکرمة ان اهل المدينة سألوا ابن عباس رضى الله عنهما عن امرأة طافت ، ثم حاضت ، قال : لهم تنفر ، قالوا : لا نأخذ بقولک و ندع قول زيد ، الخ۔

(بخاری، باب اذا حاضت المرأة بعد ما افاضت ،کتاب الحج ، رقم الحديث:۱۷۵۸/۱۷۵۹)

ترجمہ:......حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: اہل مدینہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس عورت کے بارے میں مسئلہ پوچھا جس نے طواف (زیارت) کیا پھر حائضہ ہوگئی (تو کیا وہ روانہ ہوسکتی ہے؟) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے فرمایا: وہ روانہ ہوسکتی ہے، اہل مدینہ نے کہا کہ: ہم آپ کے قول پر عمل نہیں کریں گے اور حضرت زید بن ثابت کا قول نہیں چھوڑیں گے۔

تشریح:......اس واقعہ میں تقلید شخصی کا ثبوت ملتا ہے کہ اہل مدینہ تقلید شخصی کیا کرتے تھے۔ اور کمال یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان پر اعتراض نہیں کیا کہ تم تقلید شخصی کر کے شرک کے مرتکب ہو رہے ہو۔

حضرات تابعین رحمہم اللہ سے تقلید شخصی کا ثبوت

(۳۴)......قال الشعبی : مَن سرَّه ان يأخذ بالوثيقة فى القضاء فليأخذ بقول عمر۔

(اعلام الموقعين عن رب العالمين ص۱۸، فصل : مكانة عمر بن الخطاب ، ط : دار ابن حزم)

ترجمہ:......امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: جس کو یہ پسند ہو کہ قضاء میں درجۂ وثاقت کو پہنچے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول کو اختیار کر لے۔

تشریح:......اس اثر میں بھی تقلید شخصی کا ثبوت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تقلید کر لے۔

(۳۵)...... وقال مجاهد : اذا اختلف الناس فى شىء فانظروا ما صنع عمر فخذوا

به۔

(اعلام الموقعین عن ربّ العالمین ص۱۸، فصل: مکانة عمر بن الخطاب ، ط : دار ابن حزم)

ترجمہ:...... جب لوگوں کے درمیان کسی مسئلہ میں اختلاف ہوتو یہ دیکھو کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عمل کیا تھا، بس اسی کو اختیار کرو۔

تشریح:......اس اثر میں بھی تقلید شخصی کا ثبوت ہے کہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تقلید کرے،

(۳۶)......وقال الاعمش ' عن ابراهيم : انه كان لا يعدل بقول عمر و عبد الله اذا اجتمعا ' فاذا اختلفا كان قول عبد الله اعجب اليه ' لانه كان ألطف۔

(اعلام الموقعين عن رب العالمين ص۱۶، أعظم الصحابة علما ، مطبوعة : دار ابن حزم)

ترجمہ:......حضرت اعمش رحمہ اللہ حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا قول نقل فرماتے ہیں کہ: جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کسی مسئلے میں متفق ہوں تو ان کے برابر کسی کے قول کو نہیں سمجھتے تھے، اور جب ان دونوں میں اختلاف ہوتا تو ان کو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول اختیار کرنا زیادہ پسند تھا۔

(۳۷)......وقال محمد بن جرير : لم يكن احد له اصحاب معروفون حرّروا فُتياه و مذاهبه فى الفقه غير ابن مسعود ، وكان يترک مذهبه و قوله لقول عمر ' وكان لا يكاد يخالفه فى شيء من مذاهبه ' و يرجع من قوله الى قوله۔

(اعلام الموقعين عن رب العالمين ص۱۸، فصل : مكانة عمر بن الخطاب ، ط : دار ابن حزم)

ترجمہ:......حضرت محمد بن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: صحابہ کرام میں کوئی صاحب ایسے نہیں ہیں جن کے اتنے مشہور شاگرد ہوں، اور جن کے فتاوی اور فقہی مذاہب کو اس طرح مدون کیا گیا ہو سوائے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے، اس کے باوجود وہ اپنا

مذہب اور اپنا قول حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں چھوڑ دیتے تھے، اور آپ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مذاہب فقہ میں سے کسی کی مخالفت تقریبا بالکل نہیں کرتے تھے، اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول آجاتا تو اپنے قول سے رجوع کر لیتے۔

(٣٨)......قال الشعبی : کان عبد الله لا یقنت ، وقال ولو قنت عمر لقنت عبد الله۔

(اعلام الموقعین عن رب العالمین ص١٨، فصل : مکانة عمر بن الخطاب ، ط : دار ابن حزم)

ترجمہ:......اور امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قنوت نہیں پڑھتے تھے، اور اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قنوت پڑھا ہوتا تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی ضرور قنوت پڑھتے۔

(٣٩)......قال ابن المسیب : کان عبد الله یقول : لو سلک الناس وادیا و شعبا ' وسلک عمر وادیا و شعبا ' لسلکتُ وادی عمر و شِعبه۔

(اعلام الموقعین عن رب العالمین ص١٨، فصل : مکانة عمر بن الخطاب ، ط : دار ابن حزم)

ترجمہ:......حضرت سعید ابن المسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ: اگر سارے لوگ کسی ایک گھاٹی اور وادی میں چلنا شروع کریں، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ دوسری گھاٹی اور وادی میں جائیں تو میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وادی اور گھاٹی کو اختیار کروں گا۔

تشریح:......اگر تقلید شخصی شرک اور ناجائز ہوتی تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس طرح کا کلام کس طرح ارشاد فرماتے؟

تقلید کی ضرورت

اور اہمیت

تقلید کا لغوی معنی اور تقلید کی اصطلاحی تعریف، تقلید کی ضرورت، تقلید کے ضروری ہونے پر چند عام فہم مثالیں، تقلید شخصی کی ضرورت، تقلید پر کئے جانے والے سترہ (۱۷) اعتراضات اور ان کے جوابات وغیرہ امور پر مشتمل یہ ایک مفید اور نافع رسالہ ہے۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیۃ

عرض مرتب

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله و کفی ، و سلام علی عباده الذین اصطفی ، اما بعد !

تقلید کی ضرورت اور اہمیت سے کوئی عقلمند انکار نہیں کرسکتا، بشرطیکہ اس میں عدل و انصاف موجود ہو،اس لئے کہ زندگی کے کسی شعبہ میں بھی بغیر تقلید کے گذارہ ناممکن ہے تو دین میں بغیر کسی کی رہنمائی اور اتباع کے کس طرح گذارہ کیا جاسکتا ہے۔ایک بیمار ڈاکٹر کی اتباع کرتا ہے،مقدمہ کے لئے کسی وکیل کی بات ماننی ضروری ہے،علی ہذا۔

جو حضرات تقلید کے منکر ہیں وہ بھی ایک امام کے بجائے دسیوں کی تقلید کرتے ہیں، مثلاً: کبھی امام بخاری رحمہ اللہ کی کبھی اور محدثین کی ،کبھی شوکانی کی ،کبھی حافظ ابن تیمیہ کی، کبھی ابن قیم جوزی کی ،کبھی اہل ظواہر کی ،کبھی نواب صاحب کی تو کبھی البانی کی۔

اس لئے کہ تقلید کے بغیر چارۂ کار ہے ہی نہیں، ایک عامی (بلکہ اس دور کے مولوی اور علما و مفتی حضرات بھی جن میں اجتہاد کے شرائط مفقود ہیں) کس طرح قرآن و حدیث سے اپنی ضرورت کے مسائل کا استنباط کرے گا ،اور کس طرح ان مآخذ سے مسائل کا حل نکالے گا ؟ ممکن ہی نہیں۔کوئی دعوی کرے کہ میں اہل حدیث ہوں اور صرف حدیث پر عمل کرتا ہوں،اس دعوی پر عمل ناممکن ہے،اس لئے کہ احادیث میں آمین بالسر بھی ہے' آمین بالجہر بھی ،تو اگر آہستہ آمین کہے گا تو جہر والی روایت کا تارک ہوگا، اور اگر آمین بالجہر کرے گا تو سر کی روایت کا چھوڑنے والا ہوگا۔اسی طرح حدیث میں رفع یدین کا بھی ذکر ہے اور ترک رفع یدین کا بھی ،اب جو رفع ریدین کرے گا تو ترک والی احادیث ترک ہو جائیں گی ،اور رفع یدین نہ کرے تو اثبات والی احادیث کا تارک ہوگا۔تو اہل حدیث ہو کر تارک حدیث

کے کیا معنی؟اسی طرح احادیث میں آپ کا کھڑے ہوکر پیشاب کرنا بھی آیا ہے اور بیٹھ کر کرنا بھی، اب کھڑے ہوکر پیشاب کرے یا بیٹھ کر ہر حالت میں حدیث کا چھوڑنے والا ہوگا۔الغرض اس طرح دسیوں مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں، اس لئے کوئی بھی تمام احادیث پر عمل نہیں کرسکتا، اس لئے حدیث پر عمل کا دعوی بہت مشکل ہے، اور تقلید میں عافیت ہے کہ اپنے امام پر اعتماد کرلیا جائے، کہ انہوں تمام احادیث کو سامنے رکھ کر ان میں یا تو تطبیق کی کوشش کی، یا نسخ کو مانا، یا ترجیح کے ذریعہ بعض احادیث پر عمل کیا اور بعض کو مرجوح سمجھ کر ترک کیا۔

پھر یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ محدثین عظام میں تقریبا سب ہی کسی نہ کسی امام کے مقلد تھے، امام بخاری رحمہ اللہ کے متعلق گرچہ اختلاف ہے، اور مان لیا جائے وہ مقلد نہیں تھے تو وہ علم کے اس مقام پر پہنچے تھے کہ انہیں اجتہاد کا درجہ حاصل تھا، اس لئے انہوں نے کسی کی تقلید نہیں کی۔ امت کے ہزاروں علماء وفقہاء اور مشائخ عظام اور صحاح ستہ کے شارحین سب کے سب مقلد رہے ہیں، کیا کوئی جرأت کرسکتا ہے کہ ان پر گناہ وگمراہی یا شرک کا الزام لگائے، اس لئے کہ انہوں نے تقلید کی۔ جو حضرات مقلدین کو گمراہ اور اپنے کو صحیح العقیدہ سمجھتے ہیں کیا ان اکابر امت پر یہ الزام لگائیں گے کہ وہ صحیح العقیدہ نہیں تھے۔

راقم نے ایک مختصر رسالہ میں تقلید کے ثبوت کے لئے قرآن وحدیث کے دلائل جمع کئے ہیں، اور اس رسالہ میں تقلید کی اہمیت اور ضرورت پر مختصر کلام کیا گیا ہے۔ اللہ کرے یہ چند صفحات کسی کی غلط فہمی کے ازالہ میں معین ومفید ثابت ہوں۔

اللہ تعالی اس مختصر رسالہ کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر ذخیرۂ آخرت اور ذریعہ نجات بنائے، آمین۔

مرغوب احمد لاجپوری

تقلید کی لغوی واصطلاحی تعریف

تقلید کے لغوی معنی ہیں: کسی کے گلے میں ہار ڈالنا۔ حاکموں کا کسی کے ذمہ کوئی کام سپرد کرنا۔ اونٹیوں کے گلے میں کوئی ایسی چیز ڈالنا جس سے یہ معلوم ہوجائے کہ وہ ھدی ہیں۔ (القاموس ص ۶۲۵ ج۱، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی، بیروت)

تقلید کا لغوی معنی اور ایک دلچسپ لطیفہ

ایک صاحب نے ایک مقلد عالم سے کہا کہ: مولانا آپ کو تقلید کا معنی معلوم ہوجائے تو آپ کبھی تقلید نہ کریں، تقلید کے معنی ہیں: پٹہ، اور پٹہ کسے کہتے ہیں؟ جو کتوں کے گلے میں ہوتا ہے۔ (وہ طعنہ یہ دے رہا تھا کہ سارے مقلدین نے پٹہ ڈال کر کتوں سے مشابہت اختیار کرلی ہے، اور گویا کتے بن گئے ہیں، العیاذ باللہ)

مولانا نے اس سے فرمایا: اگر یہی بات ہے تو جتنے محدثین کا ذکر طبقات حنفیہ میں' طبقات شافعیہ میں' طبقات مالکیہ میں' طبقات حنابلہ میں ہیں' آیا وہ سب کتے ہوگئے؟

وہ صاحب کہنے لگے: مولانا تقلید کا معنی پٹہ نہیں ہے؟

مولانا نے فرمایا: تقلید کا معنی پٹہ بھی ہے، اور تقلید کا معنی: ہار بھی ہے، انسانوں کے گلے میں ہار ہوتا ہے، پٹہ نہیں ہوتا۔ اب پسند اپنی اپنی جو چاہے معنی مراد لے۔ فوراً کہنے لگا: کیا یہ معنی حدیث میں آیا ہے؟ (حالانکہ معنی لغت میں ہوتا ہے، حدیث کا مطالبہ ہی غلط تھا)۔

مولانا نے فرمایا: حدیث میں ہے: ''واضع العلم عند غیر اھله کمقلد خنازیر لؤلو والمرجان ''۔ اس حدیث کا ترجمہ اہل حدیث عالم کا لکھا ہوا بتایا کہ: غیر اہل کے سامنے علم رکھنا ایسا ہے جیسے خنازیر کے گلے لؤلو ومرجان کا ہار پہنا دینا۔

(ابن ماجہ ص ۲۰، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم، کتاب السنة، رقم الحدیث: ۲۲۴)

تقلید کی فقہاء نے مختلف الفاظ میں تعریف کی ہے۔مثلاً:

(۱)......بغیر حجت اور دلیل کے غیر کے قول کو قبول کرنا تقلید ہے، حجت سے مراد ہے: کتاب' سنت' اجماع اور قیاس، ورنہ مجتہد کا قول مقلد کی دلیل ہے، جیسے عام آدمی کا مفتی اور مجتہد سے مسئلہ معلوم کرنا۔(فواتح الرحموت ص۴۰۰ ج ۲،مطبوعہ:مطبعہ امیریہ کبری بولاق' مصر)

(۲)......انسان اپنے غیر کی اس کے قول اور فعل میں اتباع کرے اس اعتقاد کے ساتھ کہ وہ برحق ہے' دلیل میں غور وفکر اور تامل کئے بغیر، گویا کہ اتباع کرنے والے نے اپنے غیر کے قول اور فعل کا قلادہ (ہار) اپنے گلے میں لٹکا لیا، اور بلا دلیل غیر کے قول کو قبول کرنا تقلید ہے۔(التعریفات ص۴۸ ،مطبوعہ: دارالفکر' بیروت۔تبیان القرآن ص۴۳۲ ج ۶)

(۳)...... کہنے والے کی بات کو قبول کر لینا یہ جانے بغیر کہ وہ کہاں سے کہہ رہا ہے۔

(۴)......دلیل و حجت کے بغیر کسی کے قول کو تسلیم کرینا۔(ارشادالفحول ص ۲۶۵)

(۵)......دلیل جانے بغیر دوسرے کے قول کو قبول کر لینا اور کسی کام کے کرنے یا چھوڑنے میں دوسرے کی نقل کرنا۔(اصول الفقہ الاسلامی ص۱۱۲ ج ۲)

(۶)......ایک شخص کا دوسرے کے قول یا فعل کو دلیل اور حجت کی طلب و تحقیق کے بغیر یہ حسن ظن رکھتے ہوئے قبول کر لینا کہ وہ حق پر ہوگا۔(التعریفات للجرجانی ص۹۰)

علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ نے تقلید کی بہت جامع تعریف کی ہے:

''التقلید العمل بقول من لیس قوله احدی الحجج بلا حجة منها''۔

تقلید اس شخص کی بات کو دلیل و حجت طلب کئے بغیر مان لینے کا نام ہے، جس کی رائے بذات خود حجت شرعی نہیں ہے۔

(تیسیر التحریر' لامیر بادشاہ البخاری ص ۲۴۶ ج ۴۔فتح الغفار شرح المنار لابن نجیم ص ۳۷ ج ۲،مطبوعہ مصر)

اس تعریف نے واضح کر دیا کہ مقلد اپنے امام کے قول کو مآخذ شریعت نہیں سمجھتا، کیونکہ مآخذ شریعت صرف قرآن وسنت (اور انہی کے ذیل میں اجماع وقیاس) ہیں، البتہ یہ سمجھ کر اس کے قول پر عمل کرتا ہے کہ چونکہ وہ قرآن وسنت کے علوم میں پوری بصیرت کا حامل ہے، اس لئے اس نے قرآن وسنت سے جو مطلب سمجھا ہے وہ میرے لئے زیادہ قابل اعتماد ہے

اسی طرح عام شخص کا مفتی کی طرف رجوع کرنا اور قاضی کا گواہوں کی گواہی تسلیم کر لینا تقلید میں داخل نہیں ہے، کیونکہ قاضی کے لئے گواہی پر فیصلہ اور عام لوگوں کا مفتی کی طرف رجوع کرنا اجماع سے ثابت ہے۔

پس تقلید کی ان تمام تعریفات اور تشریحات سے یہ واضح ہے کہ کوئی شخص جو خود اجتہاد پر قادر نہ ہو یا قادر ہو، لیکن اجتہاد نہ کر سکا ہو وہ اس حسن ظن کے ساتھ دوسرے مجتہد کی رائے کو قبول کر لے کہ وہ اپنے علم وتقوی کی وجہ سے اس صحیح نتیجہ پر پہنچا ہوگا، اور اس کی رائے درست ہوگی، اسی کا نام تقلید ہے۔

کیا تقلید شرک ہے؟

تقلید کی اس تعریف میں کون سی بات ایسی ہے جسے گناہ یا شرک کہا جا سکے؟ اگر کوئی مقلد اپنے امام کو شارع (قانون بنانے والا) یا بذات خود واجب الاطاعت مانتا ہو تو بلا شبہ اس کو غلط بلکہ شرک تک کہا جا سکتا ہے، لیکن کسی کو شارح قانون قرار دے کر اپنے مقابلے میں اس کی فہم وبصیرت پر اعتماد کرنا تو جہالت کے اس دور میں مناسب ہی نہیں بلکہ ضروری اور واجب ہے۔

مثلاً: کسی ملک میں ایک قانون نافذ ہے، اور حکومت نے اسے کتابی شکل میں مدون کر کے شائع کر دیا ہے، لیکن اسی ملک میں کروڑوں عوام بلکہ بہت سے خواص اور تعلیم یافتہ

طبقہ تک میں سے کتنے ہیں جو براہ راست قانون کی عبارتیں دیکھ کر اس پر عمل کر سکتے ہیں؟ جب انہیں کسی قانون کو سمجھنے کی ضرورت ہوتی ہے تو کسی ماہر وکیل کو تلاش کر کے اس کے قول پر عمل کرتے ہیں۔ کیا کوئی عقلمند اس کا یہ مطلب سمجھ سکتا ہے کہ انہوں نے اس وکیل کو قانون سازی کا اختیار دے دیا ہے، اور وہ ملکی قانون کے بجائے وکلاء کو اپنا حاکم تسلیم کرنے لگیں ہیں؟

بالکل یہی معاملہ قرآن وسنت کے احکام کا ہے کہ ان کی تشریح وتفسیر کے لئے ائمۂ مجتہدین کی طرف رجوع کرنے اور ان پر اعتماد کرنے کا نام تقلید ہے، لہذا مقلد پر یہ الزام نہیں لگایا جاسکتا کہ وہ قرآن وسنت کے بجائے ائمۂ مجتہدین کا اتباع کر رہا ہے۔

قرآن کریم تقلیداً جمع ہوا ہے

تقلید کی اس تعریف سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کریم بھی تقلیداً جمع ہوا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ: قرآن کریم کو جمع کر دیجئے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے جمع نہیں فرمایا تو میں کیسے جمع کروں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اتنے قراء شہید ہو رہے ہیں، بالآخر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی شرح صدر ہو گیا، اور قرآن کریم کو جمع کرنے کا کام شروع کیا گیا، اور قرآن کریم جمع ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کوئی آیت دلیل میں پیش نہیں کی نہ کوئی حدیث سنائی، نہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کوئی آیت یا حدیث کا مطالبہ کیا۔ معلوم ہوا قرآن کریم بھی تقلیداً جمع ہوا ہے۔

تراویح اور اذان ثانی سے تقلید کا ثبوت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیس رکعات سے تراویح کی جماعت شروع کروائی، کوئی

آیت یا حدیث پیش نہیں فرمائی اور نہ ہی حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے کسی دلیل کا مطالبہ کیا، سب نے اس پر عمل کیا، اگر تقلید ناجائز ہوتی تو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خاموش رہتے؟۔

اسی طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے دور مبارک میں اذان ثانی کی ابتدا کی گئی تو ایک بڑی تعداد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجود تھی، کسی ایک صحابی نے دلیل کا مطالبہ نہیں کیا، اور سب نے اتباع کیا، اور اس وقت سے آج تک برابر اس پر عمل ہو رہا ہے۔ یہ بھی تقلید کے جواز کی دلیل ہے۔

تقلید کے ضروری ہونے کی ایک عام فہم مثال

ایک شخص بہت سی بیماریوں میں مبتلا ہو جائے اور ماہرین فن سے رجوع کرنے کو بھی ضروری نہ سمجھے، اور اس مشکل کا حل یہ تلاش کرے کہ طب کی مستند کتابیں منگوا کر ان کا مطالعہ شروع کر دے، اور پھر اپنے مطالعہ کا تجربہ خود اپنی ذات پر کرنے لگے۔ اول تو کوئی عقلمند ایسی حرکت کرے گا نہیں، اور اگر کوئی ماہرین فن سے رجوع کئے بغیر خود ہی ایسی حرکت کرے تو اسے بیماری سے صحت کی دولت نصیب نہیں ہوگی، البتہ اسے اپنے کفن و دفن کا انتظام پہلے ہی سے کر رکھنا چاہئے۔ پس جس طرح طب میں خود رائی آدمی کو قبر تک پہنچا کر چھوڑتی ہے، اسی طرح دین میں خود رائی آدمی کو گمراہی اور زندقہ کے غار میں پہنچا دیتی ہے۔

ایک اور آسان مثال سمجھئے! جماعت کی نماز میں جبکہ جماعت بڑی ہو امام کی آواز دور کے مقتدیوں کو سنائی نہیں دیتی ہو تو اس وقت مکبر مقرر کئے جاتے ہیں، وہ مکبر امام کی اقتداء کرتے ہوئے بلند آواز سے تکبیر کہکر امام کی نقل وحرکت' رکوع وسجدہ کی اطلاع پچھلی صف

والوں کو دیتا ہے، اور پچھلی صف والے یہی تصور کرتے ہیں کہ ہم امام ہی کی اقتداء اور اتباع کر رہے ہیں، اور اسی کے پیچھے نماز ادا کر رہے ہیں، اگر چہ رکوع وسجدہ مکبر کی آواز پر کر رہے ہیں اور مکبر بھی یہی سمجھتا ہے کہ میں خود امام نہیں ہوں، بلکہ میرا اور پوری جماعت کا امام صرف ایک ہی ہے، سب اسی کی اقتداء کر رہے ہیں، میں تو صرف امام کے نقل وحرکت کی اطلاع دے رہا ہوں۔ بالکل یہی صورت یہاں ہے کہ مقلد کا تصور یہی ہے کہ میں خدا اور رسول ہی کی اطاعت اور اتباع کر رہا ہوں ''امام'' کو درمیان میں بمنزلہ مکبر تصور کرتا ہوں، اس کو مستقل بالذات مطاع نہیں سمجھتا، مستقل بالذات مطاع تو صاحب شریعت ہی کو خیال کرتا ہوں۔

کیا مقلدین اللہ ورسول کی اطاعت چھوڑ کر ائمہ کی اطاعت کرتے ہیں؟

بعض لوگ غلط فہمی پیدا کر کے یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ: مقلدین حضرات اللہ و رسول کی اطاعت نہیں کرتے، اپنے ائمہ کی اطاعت کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ غلط فہمی صحیح بات کو نہ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔

دین کی اصل دعوت یہ ہے کہ صرف اللہ تعالی ہی کی اطاعت کی جائے، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت بھی اسی لئے واجب ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنے قول و فعل سے احکام الٰہی کی ترجمانی فرمائی ہے کہ کونسی چیز حلال ہے اور کونسی حرام، کیا جائز ہے اور کیا ناجائز، ان تمام معاملات میں اطاعت تو صرف خدا ہی کی کرنی ہے، مگر چونکہ آپ ﷺ ان معاملات کے مبلغ اور پہنچانے والے ہیں، اس لئے ہم آپ ﷺ کی اطاعت اور فرمانبرداری کرتے ہیں، اور آپ ﷺ کی اطاعت درحقیقت اللہ تعالی ہی کی اطاعت ہے۔ لہذا شریعت کے تمام معاملات میں صرف اللہ اور اس کے رسول ہی کی اطاعت

ضروری ہے، اور جو شخص اللہ اور رسول ﷺ کے سوا کسی اور کی اطاعت کرنے کا قائل ہو اور اس کو مستقل بالذات سمجھتا ہو تو یہ بات یقیناً مذموم ہے، لہذا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ قرآن وسنت کے احکام کی تابعداری اور اطاعت کرے۔

قرآن وحدیث میں بعض احکام ایسے ہیں جو آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ سے صراحۃً ثابت ہیں، جن میں بظاہر کوئی تعارض نہیں، اس قسم کے احکام ومسائل ''منصوصہ'' کہلاتے ہیں، لیکن بعض احکام ایسے ہیں جن میں کسی قدر ابہام واجمال ہے، اور بعض آیات و احادیث ایسی ہیں جو چند معانی کا احتمال رکھتی ہیں، بعض محکم ہیں' اور بعض متشابہ' کوئی مشترک ہے تو کوئی مؤول، اور کچھ احکام ایسے ہیں کہ بظاہر قرآن کی کسی دوسری آیت یا کسی دوسری حدیث سے متعارض معلوم ہوتے ہیں۔ ایسے موقع پر عمل کرنے والے کے لئے الجھن اور دشواری پیدا ہوتی ہے کہ وہ کس پر عمل کرے اور کونسا راستہ اختیار کرے۔ اس الجھن کو دور کرنے اور صحیح مسئلہ کو سمجھنے کی ایک صورت تو یہ ہے کہ انسان اپنی فہم وبصیرت پر اعتماد کر کے اس کا خود ہی فیصلہ کرلے اور پھر اس پر عمل پیرا ہو جائے، اور دوسری صورت یہ ہے کہ اس قسم کے معاملات میں از خود کوئی فیصلہ کرنے کے بجائے یہ دیکھے کہ قرآن وسنت کے ان ارشادات سے ہمارے جلیل القدر اسلاف (حضرات صحابہ' تابعین' تبع تابعین) نے جو آپ ﷺ کے مبارک زمانہ میں یا آپ ﷺ کے قریب زمانہ میں تھے) نے کیا سمجھا ہے، اس پر عمل کرے، ظاہر ہے کہ یہی صورت اعلی اور عقل کے عین مطابق ہے۔

تقلید وفقہ کے بغیر چارہ نہیں

کوئی آدمی یہ دعوی کرے کہ میں تو قرآن وسنت پر ہی چلوں گا' فقہ اور تقلید کی کوئی ضرورت نہیں، یہ دعوی تو زبان سے کر دینا آسان ہے، مگر اس پر عمل ممکن نہیں۔ اس کو ایک

مثال سے سمجھئے ! ایک شخص آج مسلمان ہوا اور اس نے کہا: مجھے اب کیا کرنا چاہئے؟ تو (کلمہ شہادت کے اقرار کے بعد) اب پہلا فرض نماز ہے تو اسے نماز سکھائی جائے گی، اب کوئی اس سے کہے کہ: بھئی! تجھے نماز پڑھنی ہے، تو قرآن کریم کا ترجمہ لے اور صحاح ستہ خرید، اور اس کا مطالعہ شروع کر اور تلاش کر کہ: وضو کے فرائض کیا ہیں؟ نماز کی شرائط کیا ہیں؟ وغیرہ ذلک۔ یا آسان صورت یہ ہے کہ اسے کوئی آدمی وضو اور نماز سکھانا شروع کردے، یا ''تعلیم الاسلام'' سے وضو اور نماز کا طریقہ سکھادے۔ یہی تقلید اور اتباع ہے، کون صاحب عقل کہہ سکتا ہے کہ یہ ناجائز ہے، اور شرک ہے۔

ترک تقلید پر مشہور غیر مقلد اور اہل حدیث عالم کا ماتم

کسی مقلد و حنفی عالم کی نہیں' ایک مشہور غیر مقلد اور اہل حدیث عالم مولانا محمد حسین بٹالوی کی گواہی پڑھئے۔ اس خود رائی اور تقلید کے چھوڑنے کا ماتم کرتے ہوئے موصوف بالکل صحیح لکھتے ہیں کہ:

''پچیس برس کے تجربہ سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد مطلق (ہونے کا دعوی کرتے ہیں) اور مطلق تقلید کے تارک بن جاتے ہیں' وہ بالآخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں۔ اور ان میں سے بعض عیسائی ہوجاتے ہیں اور بعض لا مذہب، جو کسی بھی دین کے پابند نہیں رہتے۔ اور احکام شریعت سے فسق وخروج تو اس آزادی کا ادنی کرشمہ ہے۔ ان فاسقوں میں بعض تو کھلم کھلا جمعہ' جماعت اور نماز' روزہ چھوڑ بیٹھتے ہیں، سود' شراب سے پرہیز نہیں کرتے، اور بعض جو کسی مصلحتِ دنیاوی کے باعث فسق ظاہری سے بچتے ہیں وہ فسق خفی میں سرگرم رہتے ہیں، ناجائز طور پر عورتوں کو نکاح میں پھنسا لیتے ہیں۔ کفر وارتداد اور فسق کے اسباب دنیا میں اور بھی بکثرت موجود ہیں، مگر دینداروں کے بے

دین ہوجانے کا بہت بڑا سبب یہ بھی ہے کہ وہ کم علمی کے باوجود تقلید چھوڑ بیٹھتے ہیں۔

(اشاعۃ السنۃ: نمبر:۴ر جلد ۱، مطبوعہ:۱۸۸۸ء)

تقلید ایک ضرورت

تقلید کیوں ضروری ہے اس کے لئے اس بات کو سمجھنا بھی ضروری ہے کہ فقہی احکام اپنے دلائل کے اعتبار سے پانچ قسم پر ہیں:

(۱)......جو ذریعہ ثبوت کے اعتبار سے بھی یقینی ہو اور اس کے الفاظ غیر مبہم طور پر اپنی مراد پر دلالت کرتے ہوں، مثلاً: ﴿حرمت علیکم امھاتکم﴾۔ یہ آیت قرآنی ہے جو نہایت یقینی اور غیر مشکوک ذریعہ سے ہم تک پہنچی ہے، اور اپنے مفہوم میں بے غبار ہے کہ ماں سے نکاح کرنا جائز نہیں، ایسے احکام کو قطعی الثبوت اور قطعی الدلالۃ کہا جاتا ہے۔

(۲)......جن کا ذریعہ ثبوت یقینی ہو، لیکن وہ اپنا مفہوم بتلانے میں بالکل واضح اور غیر مبہم نہ ہوں، مثلاً قرآن مجید نے عدت کو ﴿ثلاثة قروء﴾ کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ ''قرء'' کے معنی عربی میں حیض کے بھی ہیں اور طہر کے بھی، اس طرح یہ قطعی الثبوت تو ہے، لیکن ظنی الدلالۃ ہے۔

(۳)......جن کا ذریعہ ثبوت یقینی اور غیر مشکوک نہ ہو، لیکن ان کا مفہوم بالکل واضح ہو، مثلاً: حدیث میں ہے کہ: بغیر پاکی کے قرآن نہ چھویا جائے ''لا یمسہ الا طاھر'' چونکہ یہ خبر واحد ہے جو قطعی نہیں، اس لئے کہ ظنی الثبوت ہے، لیکن اپنے مفہوم میں واضح ہونے کی وجہ سے قطعی الدلالۃ ہے۔

(۴)......جن کا ذریعہ ثبوت بھی غیر یقینی ہو اور وہ اپنے مقصود اور مفہوم کے اظہار میں بھی مبہم ہوں، جیسے: ''تحریمھا التکبیر'' کہ نماز کا تحریمہ تکبیر ہے، خبر واحد ہونے کی وجہ سے

اس کا ذریعہ ثبوت یقینی نہیں ہے، دوسری طرف تکبیر سے ''اللہ اکبر'' بھی مراد ہوسکتا ہے، اور یہ معنی بھی ہوسکتے ہیں کہ مطلقاً اللہ کی کبریائی بیان کرنا مقصود ہے، چاہے اس کے لئے ''اللہ اکبر'' کہا جائے یا کوئی اور جملہ، ایسے احکام ظنی الثبوت اور ظنی الدلالۃ ہیں۔

(۵)...... پانچویں صورت یہ ہے کہ: ایسی دلیلیں جن کا ذریعہ ثبوت یقینی یا غیر یقینی ہو اور مفہوم بھی واضح اور بے غبار ہو، لیکن بظاہر وہ ایک دوسرے سے متعارض ہوں، مثلاً قرآن مجید کا ارشاد ہے: ﴿ انکحوا الایامی منکم ﴾۔(پ:۱۸/سورۂ نور، آیت نمبر:۳۲)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں خود اپنا نکاح کرنے کی مجاز نہیں ہیں، جب ہی تو ان کے اولیاء کو حکم دیا گیا کہ وہ بے شوہر عورتوں کا عقد کریں۔ دوسری طرف فرمایا گیا: ﴿ فَلَا تَعۡضُلُوۡهُنَّ اَنۡ يَّنۡكِحۡنَ اَزۡوَاجَهُنَّ ﴾۔(پ:۲/سورۂ بقرہ، آیت نمبر:۲۳۲) ان کو منع نہ کرو۔

یہاں نکاح کرنے کی نسبت خود عورتوں کی طرف سے کی گئی ہے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ خود اپنا نکاح کرسکتی ہیں، ایسی صورتوں میں بھی ظاہری تعارض کی وجہ سے احکام ظنی ہوجاتے ہیں اور قطعیت باقی نہیں رہتی۔

غور کیا جائے تو ان میں پہلی صورت ایسی ہے کہ اس میں نہ فقہاء کے درمیان اختلاف ہے، نہ اجتہاد کی ضرورت ہے، اور نہ تقلید درکار ہے، اس کے بعد بقیہ چار صورتیں کہ اکثر عملی اور فروعی احکام اسی نوع کے ہیں' میں اجتہاد واستنباط ضروری ہے۔

پھر اجتہاد کے لئے کم از کم چار کام ضروری ہیں:

پہلا یہ کہ:......جن ذرائع سے یہ احکام ہم تک پہنچے ہیں وہ یقینی ہیں یا ان میں غلطی کا امکان ہے؟ کتب حدیث کا ذخیرہ اور اسماء رجال کا فن اسی مقصد کے لئے وجود میں آیا ہے۔

دوسرے یہ کہ:......ان دلائل کے ذریعہ ہم نے جو مفہوم سمجھا ہے، عربی زبان' قواعد اور

اصول استنباط کی رو سے یہ کس حد تک صحیح ہے؟ عربی لغت‘ نحو‘ صرف‘ معانی و بیان کے قواعد تو اس کے لئے ضروری ہیں ہی، یہ بھی ضروری ہے کہ اصول فقہ پر بھی وسیع اور گہری نظر ہو۔

تیسرے یہ کہ:......دو متعارض دلائل ہیں تو تاریخی اعتبار سے تقدم اور تأخر کی تحقیق کرے، اور یہ نہ ہو سکے تو ایسی تطبیق و توفیق پیدا کریں اور دونوں کے ایسے محل متعین کریں کہ تعارض ختم ہو جائے، ورنہ پھر حدیث وفقہ کے اصول کو سامنے رکھ کر ایک کو ترجیح دیں اور دوسرے کو ترک کر دیں۔

چوتھا یہ کہ:......شریعت کے مجموعی مزاج و مزاق اور اس کی روح سے آشنا ہو، اس کے لئے فقہی کلیات پر نظر ہو، جو ”قواعد فقہ“ اور ”ضوابط“ کے نام سے مستقل فن کی صورت میں معرض وجود میں آ چکا ہے۔

اب ایک صورت تو یہ ہے کہ: کچھ لوگ اس نوع کے مسائل میں اجتہاد کا فریضہ انجام دیں اور اپنی قوت استدلال سے کام لے کر ان کا حل تلاش کریں، اور دوسرے لوگ جو علم و فہم کے اعتبار سے اپنے آپ کو اس سے قاصر پاتے ہوں اس حسن ظن کے ساتھ ان کی تحقیق پر بھروسہ کریں کہ انہوں نے صحیح طور پر احکام کو سمجھا ہوگا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ: ہر شخص کو اس بات کا مکلّف کیا جائے کہ وہ خود اس کا راجتہاد کو انجام دے۔ ہر صاحب عقل و صاحب انصاف کہے گا یہ دوسری صورت انسان پر ایک مشقت ہے جو اس کے لئے قابل برداشت نہیں، جبکہ پہلی صورت میں عام انسانوں کے لئے عافیت ہے، اسی کا نام ”تقلید“ ہے۔

تقلید شخصی کی ضرورت

تقلید چاہے مطلق ہو چاہے شخصی ہو اصلا جائز ہے، مگر زمانہ خیر القرون کے بعد شخصی تقلید

کوضروری نہ کہا جاتا تو بہت سے مفاسد کا خطرہ تھا،اس لئے نبض شناس علماء امت نے تقلید شخصی کوضروری قرار دیا۔

لوگوں میں دیانت اورتقوی کا معیار پہلے لوگوں کے مقابلہ میں کم ہورہا تھا،اس صورت میں مطلق تقلید کی اجازت ہوتی تو دین ایک کھلونا بن جاتا،ہرآدمی اپنی خواہش کے مطابق آسان مسئلہ کواختیار کرلیتا جواس کے نفس وچاہت کے موافق ہوتا،مثلا:ایک آدمی کوخون نکلاتو شافعی بن گیا کہ ان کے یہاں خون سے وضونہیں ٹوٹتا،اوروضو کے بعدعورت کوچھولیا تو حنفی ہوگیا کہ ان کے ہاں عورت کے چھونے سے وضونہیں ٹوٹتا،اب اس وضو سے پڑھی گئی نماز نہ احناف کے یہاں ہوئی نہ شوافع کے ہاں۔

اسی طرح مکان کوخریدنے کے بارے حق شفعہ کا مسئلہ ہے کہ کوئی پڑوسی مکان خریدنے کا ارادہ کرے اور مالک اسے بیچنے سے انکارکرےتو یہ حنفی بن جائے کہ احناف کے یہاں شفعہ کا حق پڑوسی کوہوتا ہے،اورجب مکان بیچنا چاہےاور پڑوسی کونہ دینا چاہےتو شافعی بن جائے کہ شوافع کے ہاں پڑوسی کوشفعہ کا حق نہیں ہوتا۔

اگرتقلید مطلق کا دروازہ کھلا رکھا جاتا تو خواہش پرست طبقہ اسلاف کے ان شاذ اور مرجوح اقوال کولےکردین کوکھلم کھلا مذاق بنالیتا،مثلا:

(۱)......شوافع کےنزدیک شطرنج کھیلنا جائز ہے۔

(۲)......حضرت عبداللہ بن جعفررحمہ اللہ کی طرف غناء ومزامیر کے جواز کا قول منسوب ہے۔(اتحاف السادة المتقین ، للزبیدی ص۴۵۹ج۶)

(۳)......حضرت قاسم بن محمدرحمہ اللہ بےسایہ تصاویر کے جواز کے قائل تھے۔

(نووی شرح مسلم ص۱۹۹ج۲، باب صورة الحیوان)

(۴)......حضرت عطاء بن رباح رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ اگر عید جمعہ کے دن ہو تو اس روز جمعہ اور ظہر دونوں ساقط ہو جاتے ہیں، اور عصر تک کوئی نماز فرض نہیں ہوتی۔

(تهذيب الاسماء واللغات، للنووی ص۴۵۹ ج۶)

(۵)......داؤد ظاہری اور ابن حزم کے نزدیک جس عورت سے نکاح کا ارادہ ہو اسے ننگا دیکھنا جائز ہے۔(تحفة الاحوذی للمبارکپوری ص۱۷۰ ج۲۔فتح الملهم ص۴۷۶ ج۴)

(۶)......اور ابن سحنون رحمہ اللہ کے نزدیک دبر میں وطی کے جواز کا قول منسوب ہے۔

(تلخيص الحبير للحافظ ابن حجر رحمه الله ص۱۸۶/۱۸۷ ج۳)

(۷)......امام اعمش رحمہ اللہ کی طرف منسوب ہے کہ: ان کے نزدیک روزہ کی ابتدا طلوع فجر کے بجائے طلوع آفتاب سے ہوتی ہے۔

تشریح:......علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے امام اعمش رحمہ اللہ کا یہ قول نقل کر کے بڑا دلچسپ جملہ لکھا ہے کہ: "خالف فی ذلک الاعمش ولا يتبعه الا الاعمى"۔

یعنی امام اعمش رحمہ اللہ کے اس قول کی مخالفت کی ہے اور کوئی اس کا اتباع نہیں کرتا، سوائے اعمی (اندھے) کے۔(روح المعانی للآلوسی ص۶۷ ج۲، سورۂ بقرہ، آیت:۱۸۷)

تقلید شخصی کے ضروری ہونے کی ایک عام فہم مثال

تقلید ایک معقول چیز ہے، معمولی عقل والا بھی بہ خوبی جانتا ہے کہ دنیوی امور میں بھی ہر شخص (اگر چہ وہ کچھ علم رکھتا ہو) کسی فن میں مہارت حاصل کئے بغیر اور اساتذہ سے پڑھے بغیر اپنے مطالعہ کی بنیاد پر عمل کرے گا تو ٹھوکر کھائے گا، اگر بیمار آدمی کتب طب سے اپنا علاج خود ڈھونڈنا چاہے تو نقصان اٹھائے گا، اس کو لامحالہ کسی طبیب سے مشورہ کرنا ہوگا اور اس کی بات ماننی ہوگی، ڈاکٹر کے پاس علاج کے لئے جانا پڑے گا، خواہ اپنے تمام

امراض کا علاج ایک ڈاکٹر سے کرائے جواس کا فیملی ڈاکٹر ہو، یا مختلف امراض میں مختلف ڈاکٹروں سے علاج کرائے ، دونوں صورتیں صحیح ہیں، لیکن علاج ضروری ہے۔اب اگر یہ شخص ایک ہی مرض میں مختلف ڈاکٹروں سے نسخے لکھوائے ، پھران نسخوں میں سے اپنی جانب سے کچھ دوائیاں منتخب کرتا ہے کہ ایک ڈاکٹر کی تجویز کردہ ٹیبلیٹ لیتا ہے، دوسرے کا انجکشن، تیسرے کی کیپسول' اور چوتھے کی پینے کی دوالے، ظاہری بات ہے کہ کوئی بھی عقل مند نہیں کہے گا کہ اس کا یہ فعل درست ہے بلکہ یہ شخص صحت یاب ہونے کے بجائے مزید بیمار ہوگا، ہاں مختلف مواقع میں مختلف ڈاکٹروں' اطباء یا ہومیوپیٹھک ڈاکٹروں سے علاج کراتا ہےتو کوئی حرج نہیں، پھر بھی یہ بات مزاج کے موافق نہ ہوگی۔

اسی طرح مسائل شرعیہ میں اگر کسی ایک ہی امام کی تقلید کرتا ہےتو محفوظ رہتا ہے، اگر ایک مسئلہ میں چند مجتہدین کے حکم پر عمل کرتا ہےتو یہ ابطالِ شرع ہے، اوراپنی خواہش کی اتباع ہے، ایسا آدمی نقصان اٹھائے گا، بجائے ہدایت کے ضلالت میں جا گرے گا۔

(فتاوی فلاحیہ ص ۴۸۹ ج۱)

متقدمین میں تقلید شخصی تھی یا نہیں؟

رہا یہ سوال کہ متقدمین نے تقلید شخصی کیوں نہیں کی؟ سو اول تو یہ سوال ہی درست نہیں بلکہ متقدمین میں تقلید شخصی کا رواج رہا، (جس کی کئی مثالیں میرے رسالہ ''تقلید'' میں دیکھی جاسکتی ہیں)

دوسری بات اگر مان بھی لیا جائے کہ متقدمین میں تقلید شخصی نہیں تھی تو اس کی وجہ یہ ہے کہ: اس زمانہ میں فقہی مذاہب مکمل طور پر مدون نہیں ہوئے تھے، مگر بعد میں جب فقہی مذاہب مدون ہو چکے اوران کے اصول وقواعد اور فروعات پر علماء امت کی قیمتی تصانیف

وجود میں آگئیں تو اب کسی کے لئے تقلید شخصی اختیار کئے بغیر چارہ نہیں۔

ہر بات میں حدیث کا مطالبہ

عجیب بات ہے کہ اہل حدیث (غیر مقلدین) مقلدین سے ہر بات میں حدیث کا مطالبہ کرتے ہیں، جبکہ ہم اپنے آپ کو حنفی کہتے ہیں، ہم نے کب اہل حدیث ہونے کا دعوی کیا، حدیث تو ہر بات میں آپ کو پیش کرنی چاہئے۔ حالانکہ بیشمار مسائل میں وہ بھی قیاس ہی سے کام چلاتے ہیں۔ کوئی ان سے پوچھے حدیث کی تعریف حدیث سے کردو، قیامت تک نہیں کر سکتے۔

اہل حدیث حضرات بھی سے ان مسائل میں حدیث نہیں پیش کر سکتے

اہل حدیث حضرات بھی دسیوں مسائل ایسے ہیں جن میں حدیث نہیں پیش کر سکتے، سوائے تقلید کے کوئی راستہ نہیں۔ بطور نمونہ صرف چند لکھتا ہوں، مثلا:

(۱)......تکبیر تحریمہ امام زور سے کہتا ہے، مقتدی آہستہ، کس حدیث میں ہے؟

(۲)......امام ''سمع الله لمن حمده'' زور سے کہے اور مقتدی ''اللهم ربنا لك الحمد'' آہستہ، کس حدیث میں ہے؟

(۳)......امام ''السلام علیکم'' زور سے کہے اور مقتدی آہستہ، کس حدیث میں سے؟

(۴)......امام تکبیر زور سے کہے اور درود شریف آہستہ، کس حدیث میں ہے؟

(۵)......امام درود شریف کے بعد دعا آہستہ پڑھتا ہے، کس حدیث میں ہے؟

(۶)......رخسار کے بال کٹوانا جسے خط بنوانا کہتے ہیں، اسی طرح پنڈلی اور سینہ کے بال منڈوانے کا جواز یا عدم جواز کس حدیث میں ہے؟۔

(۷)......اہل حدیث دعاء قنوت میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہیں، ان کا یہ عمل کس حدیث

میں ہے؟۔

(۸)......اہل حدیث بلاتکبیر کہے ہوئے دعاء قنوت میں ہاتھ اٹھاتے ہیں، تکبیر کا نہ کہنا کس حدیث میں ہے؟۔

(۹)......اہل حدیث قنوت سرًا پڑھتے ہیں یا جہراً، سرًا یا جہرًا پڑھنے کی صراحت کس حدیث میں ہے؟۔

تقلید پر بیس (۲۰) اعتراضات اوران کے جوابات

تقلید پر چند مشہور اور عام اعتراضات بھی کئے جاتے ہیں، مناسب ہے کہ ان میں چند کا ذکر یہاں کر دیا جائے۔

آیت ﴿ بَلْ نَتَّبِعُ مَا اَلْفَیْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَ نَا ﴾ سے تقلید کا عدم جواز

(۱)......قرآن کریم میں تقلید کی مذمت فرمائی ہے:

﴿ وَاِذَا قِیْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا اَلْفَیْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَ نَا ط اَوَلَوْ كَانَ اٰبَاؤُ هُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ شَیْئًا وَّلَا یَهْتَدُوْنَ ﴾۔(پ:۲،سورۂ بقرہ،آیت نمبر:۱۷۰)

ترجمہ:......اور جب ان (کافروں) سے کہا جاتا ہے کہ اس کلام کی پیروی کرو جو اللہ نے اتارا ہے، تو وہ کہتے ہیں کہ نہیں! ہم تو ان باتوں کی پیروی کریں گے جن پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا ہے۔ بھلا کیا اس صورت میں بھی (ان کو یہی چاہئے) جب ان کے باپ دادے (دین کی) ذرا بھی سمجھ نہ رکھتے ہوں، اور انہوں نے کوئی (آسمانی) ہدایت بھی حاصل نہ کی ہو؟۔

اس کا جواب یہ ہے کہ:......اس آیت سے تقلید پر اعتراض قطعاً نہیں کیا جاسکتا، اس لئے کہ یہ آیت مشرکین کے رد میں نازل ہوئی جو عقائد توحید، رسالت اور آخرت جیسے مسائل میں حق کو قبول کرنے کے بجائے اپنے باپ دادا کے طریقہ کی پیروی پر مصر تھے۔

آیت ﴿ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ، الخ ﴾ سے تقلید کا عدم جواز

(۲)......اس آیت کو تقلید کے رد میں پیش کیا جاتا ہے:

﴿ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾۔

ترجمہ:......انہوں نے اللہ کے بجائے اپنے احبار (یعنی یہودی علماء) اور راہبوں (یعنی عیسائی درویشوں) کو خدا بنالیا ہے۔(پ:۱۰،سورۂ توبہ،آیت نمبر:۳۱)

اس کا جواب یہ ہے کہ:......اس آیت سے بھی تقلید پر اعتراض نہیں ہوسکتا،اس لئے کہ آیت میں خدا بنانے کا مطلب یہ ہے کہ: ان علماء کو ان نے متبعین کے یہ اختیارات دے رکھے تھے کہ وہ جس چیز کو حلال کرنا چاہیں حلال کردیں اور جس چیز کو حرام کرنا چاہیں حرام کردیں۔

حدیث: عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے تقلید پر اعتراض

(۳)......تقلید کی مخالفت میں یہ حدیث پیش کی جاتی ہے:

’’عن عدی بن حاتم قال : اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وفی عُنقی صَلیب من ذھبٍ ، فقال : یا عدی ! اطرح عنک ھذا الوَثَنَ ، وسمعتہ یقرأ فی سورۃ براءۃ : ﴿ اِتَّخَذُوْآ اَحْبَارَھُمْ وَ رُھْبَانَھُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ ﴾ قال : أما انھم لم یکونوا یعبدونھم ولکنّھم کانوا اذا احلّوا لھم شیئا استحلوہ ، واذا حرّموا علیھم شیئا حرِّموہ‘‘۔(ترمذی، باب ومن سورۃ التوبۃ ، ابواب التفسیر ، رقم الحدیث:۳۰۹۵)

ترجمہ:......حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، میرے گردن میں سونے کی صلیب تھی،آپ ﷺ نے فرمایا: اے عدی ! اس کو اتار پھینکو، اور میں نے آپ ﷺ کو سورۂ برأت کی یہ آیت تلاوت کرتے ہوئے سنا کہ:’’انہوں نے اللہ کے بجائے اپنے احبار اور راہبوں کو خدا بنالیا ہے‘‘ چنانچہ (اس آیت کی تفسیر میں) آپ ﷺ نے فرمایا کہ: یہ لوگ اپنے علماء اور راہبوں کی پرستش تو نہیں کرتے تھے،لیکن ان کے علماء اور راہب ان کے لئے کوئی چیز حلال کرتے تو یہ اسے

حلال قرار دیتے اور جب وہ ان پر کوئی چیز حرام کرتے تو یہ اس کو حرام قرار دیتے تھے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ:......اس حدیث سے بھی تقلید پر اعتراض نہیں ہوسکتا، کیونکہ کس مقلد نے اپنے امام کو اس کا اختیار دیا ہے کہ وہ حلال کو حرام قرار دے، اور حرام کو حلال کرے۔ حدیث میں جس تقلید کی نفی ہے، اس میں تو صراحت ہے کہ:

''ان کے علماء اور راہب جب ان کے لئے کوئی چیز حلال کرتے تو یہ اسے حلال قرار دیتے اور جب وہ ان پر کوئی چیز حرام کرتے تو یہ اس کو حرام قرار دیتے تھے''۔

مقلدین اپنے ائمہ کو شارح کہتے ہیں شارع نہیں قرار دیتے۔ اور نصاری نے پوپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا، اس کا اندازہ ''انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا'' کی اس عبارت سے لگایا جا سکتا ہے:

''لہذا پوپ عقائد کے معاملے میں مقتدر اعلی ہونے کی حیثیت سے اسی حجیت اور اسی معصومیت کا حامل ہے جو پورے کلیسا کو مجموعی طور سے حاصل ہے، چنانچہ پوپ واضع قانون اور قاضی کی حیثیت میں وہ تمام اختیارات رکھتا ہے جو کلیساؤں کی اجماعی کونسل کو حاصل ہیں، چنانچہ پوپ کے اقتدار اعلی کے دو لازمی حقوق ہیں: ایک عقائد وغیرہ کے معاملے میں معصوم عن الخطاء ہونا، اور دوسرے تمام اہل عقیدہ پر ہر پہلو سے مکمل قانونی اختیار۔ (انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا ص ۲۲۲/۲۲۳ ج ۱۸، مطبوعہ: ۱۹۵۰ء، مقالہ: پوپ)

حدیث: ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے تقلید پر اعتراض

(۴)......تقلید کے خلاف حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ایک ارشاد بھی پیش کیا جاتا ہے: '' لا یقلِّدن رجل رجلا دینه ' ان اٰمن اٰمن ' وان کفر کفر ''

(الاعتصام ص ۸۷۶ ج ۲، فصل اتباع الھوی)

ترجمہ:......کوئی شخص اپنے دین میں کسی دوسرے شخص کی ایسی تقلید نہ کرے کہ اگر وہ ایمان لائے تو یہ بھی ایمان لائے، اور اگر وہ کفر کرے تو یہ بھی کفر کرے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ:......اس ارشاد سے بھی تقلید پر اعتراض نہیں ہوسکتا، اس لئے کہ ایسی تقلید کو کون جائز کہتا ہے۔

اعتراض: کس حدیث میں ایک ہی امام کی تقلید کا حکم ہے؟

(۵)......کس حدیث میں ایک ہی امام کی تقلید کرنا آیا ہے؟۔

اس کا جواب یہ ہے کہ:......کس حدیث میں ہے کہ نو (۹) قرأتوں کو چھوڑ کر صرف ایک ہی قرأت پر اکتفا کرو۔

جب چاروں ائمہ برحق ہیں تو ایک امام کی تقلید سے چوتھا حصۂ دین ملے گا

(۶)......جب چاروں امام حق پر ہیں تو ایک امام کی تقلید سے چوتھا حصہ دین کا ملے گا؟۔

اس کا جواب یہ ہے کہ:......ایک قرأت پر قرآن پڑھنے میں دسواں حصہ ثواب ملنا چاہئے۔ اسی طرح ایک امام کی تقلید سے پوری سنت پر عمل کا اجر ملے گا۔

اعتراض: دین تو مکہ اور مدینہ میں نازل ہوا، کوفہ سے کیوں لیا؟

(۷)......دین تو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں نازل ہوا، کوفہ سے کیوں لیا؟۔

اس کا جواب یہ ہے کہ:......قرآن کے دس قاریوں میں مکی بھی ہیں مدنی بھی ہیں، پھر صرف قاری عاصم کوفی رحمہ اللہ کی قرأت پر قرآن کیوں پڑھ رہے ہو، تم مکہ یا مدینہ والی قرأت پڑھو۔ پھر اکثر محدثین بھی مکہ و مدینہ والے نہیں ہیں، ان کی احادیث بھی نہ لو، مکہ مدینہ والی احادیث لو۔ مدینہ والی احادیث ''مؤطا امام مالک'' ہے، وہاں سے تو آپ لیتے نہیں۔

اعتراض......چاروں ائمہ حق پر ہیں تو سب کی تقلید کیوں نہیں کرتے ؟

(۸)......چاروں امام حق پر ہیں تو سب کی تقلید کیوں نہیں کرتے ؟۔

اس کا جواب یہ ہے کہ :......سب انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام حق پر ہیں، تو جمعہ کے دن شریعت محمدی کے مطابق جمعہ ادا کرلیا کرو، ہفتہ کو دین عیسوی کے مطابق چرچ جایا کرو، اتوار کو دین موسوی کے مطابق کوئی عبادت کرلیا کرو۔

سارے انبیاء حق پر ہیں، مگر ہم اتباع صرف حضرت محمد ﷺ کی کریں گے، ان کے وہ مسائل جو ہماری شریعت کے موافق نہیں، ان کو منسوخ کہتے ہیں، اور منسوخ پر عمل کرنا جائز نہیں۔ اسی طرح ائمہ اربعہ حق پر ہیں، لیکن ائمۂ ثلاثہ کے وہ مسائل جو ہمارے مسلک کے موافق نہیں ہیں، ان کو ہم مرجوح کہتے ہیں۔ اور مرجوح پر عمل جائز نہیں۔

حسن بصری، مجاہد، قتادہ، اور ابراہیم نخعی رحمہم اللہ کی تقلید کیوں نہیں کرتے ؟

(۹)......مقلدین حضرت حسن بصری، حضرت مجاہد، حضرت قتادہ، اور حضرت ابراہیم نخعی رحمہم اللہ کی تقلید کیوں نہیں کرتے، امام اعظم رحمہ اللہ کی تقلید کیوں کرتے ہیں؟۔

اس کا جواب یہ ہے کہ :......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جب حدیث پڑھاتے تو کبھی ''رواہ البخاری '' نہیں کہتے تھے، اب کوئی کہے کہ: اس کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی کتاب کیوں نہیں مانتے ہیں؟ یہی کہا جائے گا کہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی کتاب آج کوئی مستقل موجود نہیں، حضرت ابراہیم نخعی رحمہم اللہ کے فتاوی، وہ امام محمد رحمہ اللہ کی ''کتاب الآثار'' میں ہیں۔ مکمل جو مدون کی گئی ہے وہ ابو حنیفہ کی فقہ ہے، اس میں خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے فتاوی بھی آ گئے، حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے فتاوی بھی آ گئے، اس کو ماننا سب کو ماننا ہے، جیسے ہم قاری عاصم رحمہ اللہ کی قرأت پڑھتے ہیں، لیکن حضرت

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی نہیں پڑھتے ، کیونکہ وہ اس میں آ گئی ہے۔

اعتراض ......مجتہدین تو بہت ہوئے چار میں انحصار کیوں

(۱۰)......مجتہدین تو بہت ہوئے چار میں انحصار کیوں؟۔

اس کا جواب یہ ہے کہ:......اگر پانچ یا تین ہوتے تو اس پر بھی اعتراض ہوتا کہ تین کیوں، پانچ کیوں؟

دوسری بات یہ ہے کہ: جس قدر تفصیل کے ساتھ ہر باب اور ہر فصل کے مسائل ''کتاب الطھارۃ '' سے لے کر ''کتاب الفرائض '' تک ائمہ اربعہ کے مذاہب میں مدون اور مجتمع ہیں، ان کے علاوہ کسی اور مجتہد کے مسائل مدون اور مجتمع نہیں ہیں۔دوسرے مجتہدین امت رحمہم اللہ کے اقوال خال خال مختلف کتب میں ملتے ہیں،اس لئے ائمہ اربعہ کے علاوہ اور حضرات کی تقلید ممکن نہیں ہے۔

پھر چار کے عدد میں کچھ ایسی خصوصیت ہے کہ بہت سی چیزیں چار کے عدد میں مشہور ہوئیں، دیکھئے!:

(ایک)......انبیاء اور رسل بہت ہوئے مگر جلیل القدر انبیاء چار ہیں:(۱): حضرت محمد ﷺ (۲): حضرت ابراہیم (۳): حضرت موسی (۴): حضرت عیسی علیہم الصلوۃ والسلام۔

(دو)......آسمانی کتابیں چار ہیں:(۱): قرآن مجید (۲): تورات (۳): زبور (۴): انجیل،

(تین)......فرشتے بیشمار ہیں ،مگر مشہور چار ہیں: (۱): حضرت جبرئیل (۲): حضرت میکائیل ،(۳): حضرت عزرائیل (۴): حضرت اسرافیل علیہم الصلوۃ والسلام۔

(چار)......صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بہت ہیں ،مگر چار بڑی خصوصیت کے حامل ہیں: (۱): حضرت ابوبکر، (۲): حضرت عمر، (۳): حضرت عثمان، (۴): حضرت علی رضی اللہ عنہم۔

(پانچ)......اللہ تعالی کی قدرت کی نشانیاں بیشمار ہیں، مگر اللہ تعالی نے سورۂ غاشیہ میں چار کو بیان فرمایا: (۱): اونٹ (۲): آسمان (۳): پہاڑ (۴): زمین۔

اعتراض......چاروں ائمہ حق پر، تو ان میں حلال وحرام کا اختلاف کیسے؟

(۱۱)......چاروں ائمہ حق پر ہیں پھر ان میں حلال وحرام کا اختلاف کیسے؟۔

اس کا جواب یہ ہے کہ:......حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام میں بھی حلال وحرام کا اختلاف تھا، ایک نبی کی شریعت میں بہن سے نکاح جائز، تو دوسرے نبی کے مذہب میں حرام۔ حضرت یعقوب علیہ الصلوۃ والسلام کی دونوں بیویاں حقیقی بہنیں تھیں، حضرت موسی علیہ الصلوۃ والسلام کی شریعت میں یہ حرام کردیا گیا۔

اعتراض: ائمہ چار ہوگئے اس لئے اختلاف ہوگیا اس لئے سب کو چھوڑ دو

(۱۲)......ائمہ چار ہوگئے اس لئے اختلاف بہت ہوگیا، اس لئے سب کو چھوڑ دینا چاہئے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ:......ہمارے یہاں علاج کے چار طریقے ہیں: ایلوپیتھی، ہومیو پیتھی، آریوویدک، یونانی، اور چاروں میں آپس میں طریق علاج میں یقیناً اختلاف ہے، تو کیا وہاں بھی یہ فیصلہ کیا جائے گا کہ کوئی مرتا ہے مرے علاج بالکل نہیں کروانا۔

دوسرا یہ کہ:......چار کا اختلاف زیادہ ہے یا دس کا؟ دس کا اختلاف بڑا ہے، تو قرأتوں میں دس طرح کا اختلاف ہے، تو پہلے قرآن کو چھوڑ دینا چاہئے، اس لئے کہ اس میں اختلاف زیادہ ہے۔

تیسرا یہ کہ:......صحاح ستہ کی احادیث میں بھی بہت اختلاف ہے تو کیا سب احادیث کو بھی چھوڑ دیا جائے؟

میرا کوئی قول قرآن وحدیث کے خلاف ہوتو اسے دیوار پر ماردو

(۱۳)......امام صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ: میرا کوئی قول قرآن وحدیث کے خلاف ہوتو اسے دیوار پر ماردو، لہذا صحیح حدیث کے مقابلہ میں امام صاحب کے قول کو رد کر دیا جائے گا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ:......امام صاحب رحمہ اللہ کا یہ فرمان تو بڑے کمال کی دلیل ہے، واقعی اگر امام صاحب رحمہ اللہ کا کوئی قول قرآن وحدیث کے خلاف ہوتو اس پر عمل نہیں کیا جائے گا، لیکن کون بتائے گا کہ آپ کا یہ قول قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔اس کے لئے مجتہد چاہئے جو اپنے قوت اجتہاد سے ان اقوال کا موازنہ کرے اور پھر کوئی حکم لگائے، یہ نہیں کہ پندرھویں صدی کے کچھ لوگ کھڑے ہوجائیں اور حکم لگانا شروع کردیں کہ یہ قول قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔ایک ماہر ڈاکٹر کوئی نسخہ لکھے اور کہے کہ جاؤ چیک کراؤ، اگر کوئی اس نسخہ کو غلط کہہ دے تو اس کو نالی میں پھینک دو، اس کا مطلب یہ ہے کہ ڈاکٹر کو اپنے نسخہ پر پورا اعتماد اور ناز ہے کہ، اب کوئی اس نسخہ کو چمار کے پاس لے جائے یا کمہار کے پاس لے جائے کہ دیکھو یہ ڈاکٹر کا نسخہ صحیح ہے یا نہیں؟ تو کیا اس نسخہ کو چمار چیک کرے گا یا کمہار چیک کرے گا۔امام صاحب رحمہ اللہ نے کب فرمایا کہ: میرا قول کسی چمار یا کمہار سے چیک کرانا۔

اللہ نے دو ہاتھ دیئے ہیں،: ایک قرآن کے لئے دوسرا حدیث کے لئے

(۱۴)......قرآن وحدیث ہی سب کچھ ہیں، اللہ تعالی نے ہمیں دو ہاتھ دیئے ہیں، ایک قرآن کے لئے، ایک حدیث کے لئے۔دو کان دیئے ہیں ایک قرآن سننے کے لئے دوسرا حدیث سننے کے لئے، فقہ کے لئے نہ ہاتھ ہے نہ کان۔

اس کا جواب یہ ہے کہ:......حدیث شریف میں ہے:’’ العلم ثلا ثة : آیة محکمة ‘ سنة قائمة ‘ وفریضة عادلة‘‘۔حدیث تو تین علم بتلا رہی ہے۔

اچھا ذرا حدیث سے یہ بھی متعین کر دو کہ قرآن والا ہاتھ کونسا ہے اور حدیث والا کونسا؟ اگر کسی کا داہنا ہاتھ کٹا ہو تو بخاری چھوڑے گا یا قرآن؟ اور کسی کے دونوں ہاتھ کٹے ہوں تو وہ کیا کرے۔

مجتہدین رسول تو نہیں ہیں، اس لئے ان سے اختلاف تو کیا جا سکتا ہے

(۱۵)......مجتہدین اللہ اور رسول تو نہیں ہیں، اس لئے ان سے اختلاف تو کیا جا سکتا ہے۔
اس کا جواب یہ ہے کہ:...... بیشک مجتہدین سے مجتہدین کو اختلاف کا حق ہے اور انہوں نے آپس میں ایک دوسرے سے اختلاف کیا ہے، احناف سے شوافع سے‘ مالکیہ سے حنابلہ سے وغیر ذلک، لیکن ہر ایرے غیرے کو کس نے یہ حق دیا کہ ائمہٴ مجتہدین سے اختلاف کرے۔

ایک ڈاکٹر کو حق ہے کہ ڈاکٹر سے اختلاف کرے، کیا اس کو یہ بھی حق ہے کہ وہ وکیل سے اختلاف کرے۔ایک وکیل کو یہ حق ہے کہ وہ وکیل سے اختلاف کرے، کیا ایک وکیل کسی ڈاکٹر سے فن ڈاکٹری میں بحث وجدال شروع کرے اور اختلاف کرے تو یہ اس کو حق نہیں دیا جائے گا۔

اعتراض: فقہ کی تدوین دورنبوی ﷺ کے بعد کی ایجاد ہے

(۱۶)......مسائل فقہ اور اسلامی احکام کی تدوین دورنبوت میں نہیں تھی، یہ بعد کی ایجاد ہے، اس لئے یہ بدعت ہے۔
اس کا جواب یہ ہے کہ:......قرآن کریم بھی دورنبوی میں یکجا نہیں تھا، بعد میں حضرت ابوبکر

صدیق رضی اللہ عنہ کے حکم سے جمع کیا گیا۔احادیث کی تدوین بھی آپ ﷺ کی وفات کے بعد ہوئی،اور کتب احادیث بھی بعد میں مرتب کی گئیں۔

فرض،واجب سنت وغیرہ فقہاء کی ایجاد ہے،حدیث میں نہیں ہیں

(۱۷)......فرض،واجب سنت وغیرہ فقہاء کی ایجاد ہے،حدیث میں نہیں ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ:......امام بخاری رحمہ اللہ نے ابواب قائم کئے ہیں : باب وجوب الصلاۃ فی الثیاب ، باب ایجاب التکبیر فی افتتاح الصلوۃ ، باب وجوب القراء ۃ۔

اب یہ اعتراض تو امام بخاری رحمہ اللہ پر بھی ہوگا۔

صحیحین میں امام صاحب کی روایت کا نہ ہونا ان کے ضعف کی دلیل ہے

(۱۸)......صحیحین میں امام بخاری وامام مسلم رحمہما اللہ نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی کوئی روایت نہیں لی، یہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے حدیث میں ضعف کی دلیل ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ:......امام شافعی رحمہ اللہ تو مشہور محدث ہیں،صحیحین میں ان کی کوئی روایت بھی روایت نہیں ہے۔نیز امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ،امام بخاری رحمہ اللہ کے استاذ ہیں، ایک مدت تک امام بخاری رحمہ اللہ ان کی خدمت میں رہے،لیکن ''بخاری شریف'' میں ان سے صرف ایک روایت لی ہے،وہ بھی احمد بن حسن کے واسطے سے۔

(بخاری ص۶۴۲ ج۲، باب کم غزی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ، رقم الحدیث:۴۴۷۳)

اور تین مقامات پر ان کا تذکرہ بغیر روایت کے ہے: کہیں: ''قال احمد '' کے لفظ سے کہیں: ''ذکر لنا'' کے لفظ سے،مثلا:

حدیث: ''شھران لا ینقصان : شھرا عید رمضان و ذو الحَجّة'' کے تحت ہے:

''قال احمد بن حنبل : ان نقص رمضان تم ذو الحجة ، وان نقص ذو الحَجة تم

رمضان ‘‘۔(بخاری ص۲۵۶ج۱، باب شھرا عید لا ینقُصان ، رقم الحدیث:۱۹۱۲)

معلوم ہوا کہ صحیحین کا امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی روایت سے خالی ہونا ان کے حدیث میں کمزور ہونے کی دلیل نہیں، ورنہ امام شافعی اورامام احمد بن حنبل رحمہما اللہ جیسے مشہور محدثین کو بھی ضعیف کہنا پڑے گا۔

نوٹ:……دار السلام للنشر و التوزیع‘ریاض سے’’الکتب الستة ‘‘کے نام پوری صحاح ستہ ایک جلد میں شائع ہوئی ہے،اس میں اس حدیث کے تحت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا جملہ نہیں ہے،حالانکہ ہندی نسخہ میں ہے۔اسی طرح’’ نعمة الباری ‘‘(ص۳۹۶ج۴)میں بھی یہ جملہ نہیں ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ:……جن محدثین کے تلامذہ اتنی کثرت سے موجود تھے کہ وہ اپنے استاذ کی احادیث کو جمع کر سکتے ہیں‘ محفوظ کر سکتے ہیں‘ان کی طرف‘ امام بخاری رحمہ اللہ وغیرہ نے زیادہ التفات نہیں کیا،امام اعظم ابوحنیفہ اورامام شافعی رحمہما اللہ ان ہی میں ہیں۔ ہاں جن ائمہ ومحدثین کے یہاں اتنے تلامذہ وطلباء موجود نہیں تھے کہ جو ان کی احادیث کو محفوظ رکھ سکیں ان کی احادیث کو جمع کرنے کا اہتمام کیا،تاکہ وہ ضائع نہ ہوجائیں۔

’’بخاری شریف‘‘ میں بائیس (۲۲) حدیثیں ثلاثی ہیں، ان میں سے بیس (۲۰) احادیث ایسی ہیں جن کے راوی سب حنفی ہیں،اور دو حدیثوں میں غیر حنفی راوی ہیں۔

(ملفوظات فقیہ الامت ص۱۱۰ر قسط۳۔اور ص۱۶ر قسط۶۔اور ص۳۶ر قسط۹۔فتاوی حقانیہ ص۲۹ج۲)

اعتراض……اگر تقلید واجب ہوتی تو امام بخاری رحمہ اللہ ضرور تقلید کرتے

(۱۹)……امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی تقلید نہیں کی،اگر تقلید واجب ہوتی امام بخاری رحمہ اللہ ضرور تقلید کرتے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ:......امام بخاری رحمہ اللہ مقلد تھے، شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ نے امام بخاری رحمہ اللہ کو شافعی قرار دیا ہے۔(کشاف ترجمہ انصاف ص ۶۷)

طبقات الشافعیہ میں امام سبکی رحمہ اللہ نے امام بخاری رحمہ اللہ کو شافعی لکھا ہے۔

حافظ ابن تیمیہ اور ابن قیم رحمہما اللہ، امام بخاری رحمہ اللہ کو حنبلی بتلاتے ہیں۔

(فتاوی ابن تیمیہ ص۲۳۲ ج ۲۵۔اعلام الموقعین ص ۲۲۶ ج۱)

خود اہل حدیث عالم، نواب حسن صدیق خان صاحب نے امام بخاری رحمہ اللہ کو شافعی بتلایا ہے۔(ابجد العلوم ص ۸۱)

معلوم ہوا کہ امام بخاری رحمہ اللہ یا شافعی تھے یا حنبلی، اور اگر مان لیا جائے کہ وہ مقلد نہیں تھے، بلکہ مجتہد تھے تو ایسے مجتہد تھے کہ ان کے فقہی مسلک کو امت نے قبول نہیں کیا، اور نہ اسلام کی تاریخ میں امام بخاری رحمہ اللہ کا کوئی متبع نظر آتا ہے۔امام ترمذی رحمہ اللہ، امام بخاری رحمہ اللہ کے خاص شاگرد تھے، وہ حدیث کے سلسلہ میں تو امام بخاری رحمہ اللہ کی رائے اور ان کا قول نقل کرتے ہیں، مگر فقہی مذہب کے بیان میں ان کا کہیں ذکر نہیں کرتے، یعنی خود امام ترمذی رحمہ اللہ کی نگاہ میں امام بخاری رحمہ اللہ صرف محدث تھے، فقہ میں ان کا الگ سے کوئی مذہب نہیں تھا۔(ارمغان حق ص ۲۸۳ ج ۲)

اعتراض......کیا حضرت عیسی علیہ الصلوۃ والسلام مقلد ہوں گے

(۲۰)......کیا حضرت عیسی علیہ الصلوۃ والسلام مقلد ہوں گے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ:......حضرت عیسی علیہ الصلوۃ والسلام اللہ کے نبی تھے اور دوبارہ دنیا میں نبی ہی بن کر تشریف لائیں گے، اور جو منصب نبوت سے سرفراز ہو وہ ہمیشہ متبوع ہی ہوتے ہیں، وہ کسی کے تابع نہیں ہوتے۔کسی فقہی کتب یا شروح حدیث میں اس طرح کا

قول نہیں ہے کہ حضرت عیسی علیہ الصلوۃ والسلام مقلد ہوں گے اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تقلید کریں گے۔

اگر کسی بزرگ کا کشف ہو اور انہوں نے اپنے کشف سے اس طرح کی کوئی بات فرمائی ہو تو' اولاً کشف کوئی قطعی اور شرعی حجت نہیں ہے۔

اصل بات یہ ہے حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کی طرف اس قسم کی بات منسوب کی گئی ہے، مگر حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے قطعا یہ نہیں فرمایا کہ: حضرت عیسی علیہ الصلوۃ والسلام' کسی کے مقلد ہوں گے اور تقلید کریں گے، بلکہ انہوں نے تحریر فرمایا ہے کہ:

ترجمہ:......یعنی پس ممکن ہے کہ وہ بات جس کو خواجہ پاشا رحمہ اللہ نے ''فصول الستہ'' میں ذکر فرمائی ہے کہ حضرت عیسی علیہ الصلوۃ والسلام نازل ہونے کے بعد امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب پر عمل کریں گے، اسی مناسبت کی وجہ سے (جو امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور حضرت عیسی علیہ الصلوۃ والسلام کے مابین رہی ہے) خواجہ پاشا رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ حضرت عیسی علیہ الصلوۃ والسلام کا اجتہاد امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اجتہاد سے موافقت رکھے گا نہ یہ کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تقلید کریں گے، اس لئے کہ حضرت عیسی علیہ الصلوۃ والسلام اس سے بہت اعلی وارفع ہیں کہ وہ اس امت کے علماء میں سے کسی کی تقلید کریں۔

یہ ہے اصل عبارت اور اس کو کس طرح پیش کیا جاتا ہے۔ (ارمغان حق ص۱۱۱ ج۳)

....

نوٹ:......رسالہ کے تمام مضامین درج ذیل کتب سے ماخوذ ہیں:

(۱)......تقلید کی شرعی ضرورت ۔از: حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری رحمہ اللہ

(۲)......الکلام المفید فی اثبات التقلید ۔از: حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب رحمہ اللہ

(۳)......اختلاف امت اور صراط مستقیم ۔از: حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ

(۴)......خطبات صفدر۔از: حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب اوکاڑوی رحمہ اللہ۔

(۵)......فتوحات صفدر۔از: حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب اوکاڑوی رحمہ اللہ۔

(۶)......تجلیات صفدر۔از: حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب اوکاڑوی رحمہ اللہ۔

(۷)......ارمغان حق۔از: حضرت مولانا ابوبکر صاحب غازیپوری رحمہ اللہ۔

(۸)......تقلید کی شرعی حیثیت۔از: حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم۔

(۹)......درس ترمذی۔از: حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم۔

(۱۰)......تحفۃ الالمعی ۔از: حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری مدظلہم۔

(۱۱)......قاموس الفقہ ۔از: حضرت مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی مدظلہم۔

حدیث اور سنت میں فرق

از افادات:

حضرت مولانا سعید احمد صاحب پالنپوری مدظلہم	و	مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب اوکاڑوی

اس رسالہ میں حضرت مولانا سعید احمد صاحب پالنپوری مدظلہم اور حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب اوکاڑوی رحمہ اللہ کی تحریرات کا خلاصہ کہ: حدیث اور سنت میں کیا فرق ہے؟ کومختلف مثالوں سے آسان انداز میں بیان کیا گیا ہے۔اس دور فتن میں سب ہی حضرات کے لئے اس کا مطالعہ انشاءاللہ بہت ہی مفید ونافع ہوگا۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعة القراءات، کفلیتہ

عرض مرتب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین ، والصلوہ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین وعلی اٰلہ واصحابہ واھل بیتہ اجمعین ، اما بعد :

محض اللہ تعالی کے فضل وکرم سے طلبہ کی ایک مختصر سی جماعت کو''جلالین شریف' مشکوۃ شریف' طحاوی شریف' مسلم شریف' ترمذی شریف' بخاری شریف'' وغیرہ عظیم کتابوں کے پڑھانے کی سعادت نصیب ہوئی۔کئی سالوں کی محنت کے بعد اس جماعت نے''بخاری شریف'' کی آخری حدیث کے اختتام پر ایک جلسہ کا پروگرام بنایا تو استاذ محترم حضرت مولانا محمد ایوب صاحب سورتی دامت برکاتہم (خلیفۂ مجاز محی السنہ حضرت مولانا ابرارالحق صاحب ہردوئی رحمہ اللہ) کو دعوت دی کہ حضرت مولانا آخری حدیث کا درس دے کر ''بخاری شریف'' کی تکمیل فرمادیں ، چنانچہ مؤرخہ:۱۷/رجب المرجب ۱۴۳۴ھ مطابق ۲۷/مئی ۲۰۱۳ء بروز پیر کو یہ بابرکت جلسہ منعقد ہوا،اس میں حضرت کے درس سے پہلے راقم نے''حدیث اورسنت میں کیا فرق ہے''اس موضوع پر تقریبا آدھ پون گھنٹہ بات کی،جلسہ کے بعد بہت حضرات نے اس کی پسندیدگی کا اظہار کیا اوراس کو رسالہ کی شکل میں ترتیب دینے پر زور دیا،بعض حضرات نے یہ بھی کہا کہ تو اردو میں ترتیب دے' ہم اس کا انگریزی زبان میں ترجمہ کریں گے،کہ اس موضوع کو آج کے اس دور پرفتن میں عام کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ان حضرات کے اصرار پر یہ مختصر رسالہ ترتیب دیا گیا ہے۔

اس وقت ایک جماعت غلط فہمی یا ضد کی بنا پر فقہ سے متنفر ہوکر فقہاء امت سے نہ صرف بدظن ہورہی ہے بلکہ مجتہدین پر طعن وتشنیع کرکے اپنی عاقبت بھی خراب کررہی ہے۔انشاء

اللہ اس رسالہ کو خالی الذہن ہو کر پڑھے تو اس غلط فہمی سے نجات حاصل کر کے اہل سنت والجماعت سے اپنا دامن جوڑ کر دارین کی کامیابی سے ہمکنار ہو سکتی ہے۔

یہ رسالہ در حقیقت دو بزرگوں کے مواعظ و تحریروں کا خلاصہ ہے: ایک حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری مد ظلہم (شیخ الحدیث وصدر المدرسین دارالعلوم دیوبند) اور مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب اوکاڑوی رحمہ اللہ۔ راقم نے ان ہی کے علمی افادات کو چند مثالوں کے اضافے اور نئی ترتیب وعناوین سے مزین کر کے مرتب کیا ہے۔

حضرت مولانا سعید احمد صاحب پالنپوری مد ظلہم کا مضمون ان کے ''بخاری شریف'' کے درسی افادات ''تحفۃ القاری شرح صحیح البخاری'' جلد اول از ص:۵۲/اور ان کے مواعظ ''علمی خطبات'' جلد اول ص:۶۲/میں شائع شدہ ہے۔ اور حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب رحمہ اللہ کا ایک وعظ اس موضوع پر ''حدیث اور سنت میں فرق'' کے نام سے ایک مختصر رسالہ کی شکل میں مطبوعہ موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ اس حقیر خدمت کو شرف قبولیت سے نواز کر جس مقصد کے لئے اس کو جمع اور شائع کیا جا رہا ہے اس مقصد میں نافع اور کارآمد بنائے، آمین۔

مرغوب احمد لاجپوری

شعبان المعظم ۱۴۳۴ھ مطابق جون ۲۰۱۳ء

بروز شنبہ

تقریظ از:

حضرۃ الاستاذ مولانا فضل الرحمٰن صاحب اعظمی دامت برکاتہم

شیخ الحدیث مدرسہ عربیہ اسلامیہ، آزادویل، جنوبی افریقہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامدا و مصلّیا ومسلّما

''حدیث اور سنت میں فرق''۔ تالیف مولانا مرغوب احمد لاجپوری سلمہ

مقیم ڈیوزبری۔ یوکے

کتاب شروع سے آخر تک پڑھی۔ مولانا امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ اور مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری مدظلہ کی کتابوں سے ماخوذ ہے۔

امید ہے کہ اس سے غلط فہمی دور ہوگی اور غیر مقلدین جو لوگوں کو''حدیث'' کے لفظ سے مرعوب کرنا چاہتے ہیں وہ اپنی چال میں کامیاب نہیں ہوسکیں گے، انشاء اللہ تعالی۔

مثالوں سے بات اور واضح ہوگئی، اب لوگ غیر مقلدین کو جواب دے کر خاموش کرسکتے ہیں۔ وما علینا الا البلاغ المبین۔

فضل الرحمٰن اعظمی

آزادویل......جنوبی افریقہ

۱۸؍شعبان ۱۴۳۴ھ ۲۷؍جون ۲۰۱۳ء

اہل سنت والجماعت کی بنیاد کینہ پرنہیں

ایک دن حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ: آپ کی سنت کیا ہے؟ فرمایا:'' میری سنت یہ ہے کہ سینہ کنیہ سے پاک ہو''۔الحمد للہ ہم اہل سنت والجماعت کی ہزاروں خوبیوں میں سے ایک بڑی خوبی یہ بھی ہے کہ ہمارے مسلک کی بنیاد کینہ پرنہیں ہے۔ دنیا میں ایک قوم وہ ہے' جن کے دلوں میں انبیاء علیہم السلام سے بغض ہے،ایک فرقہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے بدظن ہے،ایک جماعت فقہاء عظام سے متنفر ہے،ایک گروہ محدثین سے بیزار،ایک طبقہ کواولیاء اللہ سے حسد۔اللہ تعالی کا شکر ہے کہ ہمارے ایمان کی بنیادہی یہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام اللہ تعالی کے برگزیدہ اور معصوم بندے ہیں،صحابۂ کرام کے بارے میں ادنی کدورت ایمان سے محرومی کا سبب ہے،فقہاء عظام' محدثین امت اوراولیاء کی محبت سے ہمارے قلوب پُر ہیں اوران کے بارے میں بدزبانی اور بدکلامی سے ایمان کے ضیاع کا خطرہ ہے۔

محدث اورفقیہ میں فرق کی مثال

فقہاءاورمحدثین یہ دو جماعتیں ہیں،جنہوں نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد دین کی عظیم ومثالی خدمت کی۔ان دو جماعتوں کے فرق کوایک آسان مثال سے سمجھئے! متکلم غصہ کے انداز میں کہے:''کیا بات ہے''؟ پھراسی جملے کوتعریف میں کہے، پھراسی جملے کوتعجب میں کہے۔دیکھئے! تینوں مرتبہ میں جملہ ایک ہے''کیا بات ہے'' مگرانداز اور لہجہ میں فرق ہے،اور لہجہ وانداز کے فرق کی وجہ سے معنی میں تبدیلی آجاتی ہے۔کوئی آدمی اس جملہ ''کیا بات ہے'' کوکاغذ پرلکھ کرکسی کودے دےتو وہ کیا سمجھے گا،جس کے سامنے لب ولہجہ نہیں ہے،معلوم ہواکہ کسی بات کوسمجھنے کے لئے صرف الفاظ کافی نہیں،اس کی بھی ضرورت

ہے کہ کس ماحول اور کس انداز میں وہ بات کہی گئی ہے۔

محدثین الفاظ شناس رسول اللہ ﷺ ہیں اور فقہاء مزاج شناس رسول اللہ ﷺ ہیں۔ محدثین نے آپ ﷺ کے الفاظ کی حفاظت واشاعت کا بیڑھا اٹھایا اور فقہاء نے ان الفاظ سے ہزاروں مسائل کا استنباط فرمایا۔

عادت اور ضرورت کے فرق کی مثال

حدیث اور سنت کا فرق سمجھنے سے پہلے ایک اور مثال بھی سمجھ لینی چاہئے کہ ایک ہے عادت، اور ایک ہے ضرورت۔ مثلاً ایک آدمی کی عادت ہے روزانہ فجر کے بعد ایک پارہ تلاوت کرنے کی، ایک دن وہ اٹھ کر چلا گیا تو آپ نے پوچھا کیا بات ہے آج آپ نے تلاوت نہیں کی؟ تو وہ کہتا ہے کہ: ایک دوست بیمار تھا سوچا کہ آج اس کی عیادت کرلوں، تلاوت بعد میں بھی کرسکتا ہوں۔ تو روزانہ صبح کو تلاوت کرنا عادت ہے اور عیادت عادت نہیں ضرورت ہے۔ اسی طرح بعض افعال آپ ﷺ نے ضرورۃً کیئے ہیں' وہ عادت اور سنت نہیں اور ہمیں سنت کی تابعداری کا حکم ہے، اس لئے کہ حدیث میں دونوں چیزیں آئیں گی، عادت والے کام بھی اور ضرورت والے کام بھی، تو جہاں حدیث میں دونوں باتیں جمع ہوجائیں تو ہمیں سنت کا اتباع کرنا ہوگا' حدیث کا نہیں۔

اس مختصر تمہید کے بعد چند الگ الگ عنوانات سے مختلف باتیں لکھی جاتی ہیں۔ تاکہ سمجھنے میں آسانی ہو۔

حدیث کی تعریف

حدیث:……چار چیزوں کا نام ہے:

(۱)……آپ ﷺ نے جو کچھ ارشاد فرمایا، وہ سب حدیثیں ہیں۔ جیسے: انما الاعمال

بالنّیات۔یعنی تمام اعمال کا مدار نیتوں پر ہیں۔

(۲)......آپ ﷺ نے جو کام کیئے وہ حدیثیں ہیں۔جیسے: جب مسجد نبوی میں منبر رکھا گیا تو آپ ﷺ نے منبر پر چڑھ کر نماز پڑھائی، سجدہ نیچے اتر کر کیا، پھر دوسری رکعت کے لئے منبر پر تشریف لے گئے، پھر سلام پھیرنے کے بعد ارشاد فرمایا: صلّوا کما رأیتمُونی اُصلّی۔(تفصیل کے لئے دیکھئے!ص:۱۰۴)

(۳)......آپ ﷺ نے جن باتوں کو برقرار رکھا وہ بھی حدیث ہیں۔تقریر کے معنی ہے: تائید، یعنی کسی مسلمان نے آپ ﷺ کے سامنے کوئی کام کیا جس کو آپ ﷺ نے دیکھا مگر اس پر نکیر نہیں فرمائی، یہ تقریر ہوئی۔جیسے:''بیع سلم'' کہ نبی ﷺ جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو مدینہ میں''بیع سلم'' کا رواج تھا، ابھی کھجوروں پر پھول بھی نہیں آئے تھے کہ کھجوریں بیچ دیتے تھے، قیمت طے ہوجاتی، مدت طے ہوجاتی، تاجر اسی وقت قیمت ادا کردیتا اور باغ والا وقت مقررہ پر کھجوریں دیتا تھا، اس کو''بیع سلم'' کہتے ہیں۔شریعت کے اصول سے یہ بیع صحیح نہیں، کیونکہ مبیع کا وجود نہیں، صحت بیع کے لئے مبیع کا وجود ضروری ہے، اور مبیع: بائع کی ملکیت میں ہونا بھی ضروری ہے۔اور یہاں کھجوروں کی ''بیع سلم'' میں ابھی درختوں پر پھول بھی نہیں آئے، جب کھجور کا وجود نہیں تو ملکیت کا کیا سوال؟ اور جب ملکیت نہیں تو قبضہ کا کیا سوال؟ اس لئے شریعت کے اصول سے یہ بیع باطل ہے۔جب نبی ﷺ کے علم میں یہ بیع آئی تو آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس بیع سے منع نہیں کیا، بلکہ فرمایا:'' مَنْ اَسْلَمَ مِنْکُمْ فَلْیُسْلِمْ فِیْ کَیْلٍ مَعْلُوْمٍ اَوْ وَزْنٍ مَعْلُوْمٍ اِلٰی اَجَلٍ مَعْلُوْمٍ '' جب تم بیع سلم کرو تو تمام تفصیلات طے کرلو، پیمانہ یا وزن طے کرلو اور مدت بھی طے کرلو تاکہ آئندہ کوئی نزاع نہ ہو، غرض حضور ﷺ نے شرائط تو بڑھائیں مگر

سلم سے منع نہیں کیا، پس یہ حدیث بن گئی، اس کا نام تقریر حدیث ہے۔

(۴)......نبی ﷺ کے صفات یعنی ذاتی حالات بھی حدیث ہیں، جیسے: نبی ﷺ کے بال ایسے تھے، دندان مبارک ایسے تھے، آپ ﷺ گفتگو اس طرح فرماتے، وغیر ذلک۔

(علمی خطبات ص۶۳ ج۱)

سنت کی تعریف

سنت: کا لفظ قرآن کریم میں بھی آیا ہے: ﴿ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ﴾ آپ اللہ کی سنت کو بدلتا ہوا نہیں پائیں گے۔

اور حدیثوں میں آیا ہے: جیسے: ''ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بھما، کتاب اللہ و سنۃ رسولہ '' میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، جب تک تم ان دونوں کو مضبوط پکڑے رہو گے گمراہ نہیں ہو گے، ایک: اللہ کی کتاب، دوسری: میری سنت۔ اور فقہ میں بھی لفظ سنت آتا ہے، مگر تینوں جگہ معنی الگ الگ ہے۔

قرآن کریم میں سنت کے معنی ہے، اللہ تعالی نے کائنات میں جو صلاحیتیں ودیعت فرمائی ہیں اور جن کی وجہ سے اسباب سے مسببات وجود میں آتے ہیں ان ودیعت کردہ صلاحیتوں سے مسببات کے وجود میں آنے کا نام اللہ کی سنت ہے، جیسے اللہ تعالی نے آگ میں جلانے کی صلاحیت وقابلیت ودیعت فرمائی، چنانچہ آگ اپنا کام کرتی ہے، اسی کا نام اللہ تعالی کی سنت ہے۔

اور فقہ میں جو احکام ہیں: فرض' واجب' سنت' مستحب اور مباح۔ ان میں سنت کا تیسرا درجہ ہے اوپر سے بھی اور نیچے سے بھی، اس خاص درجے کے جو احکام ہیں وہ سنت کہلاتے ہیں۔ پھر سنت کی دو قسمیں ہیں مؤکدہ اور غیر مؤکدہ۔

اور حدیثوں میں سنت کے معنی ہیں: ''اَلطَّرِيقة المَسْلُوكة فى الدّين'' دینی راہ: یعنی وہ راستہ جس پر مسلمانوں کو چلنا ہے۔

حدیث اور سنت میں نسبت

حدیث اور سنت نہ تو دونوں ایک دوسرے سے بالکل جدا ہیں یعنی دونوں میں تباین کی نسبت نہیں ہے، اور نہ دونوں ایک ہیں، یعنی دونوں میں تساوی کی نسبت بھی نہیں ہے، بلکہ عام و خاص من وجہٍ کی نسبت ہے، اور جہاں یہ نسبت ہوتی ہے وہاں تین مادّے ہوتے ہیں، دو افتراقی اور ایک اجتماعی، جیسے سفید اور حیوان میں من وجہٍ کی نسبت ہے، اور مادہ افتراقی سفید کپڑا اور کالی بھینس ہیں، اول صرف سفید ہے اور ثانی صرف حیوان، اور سفید بیل مادہ افتراقی ہے وہ سفید بھی ہے اور حیوان بھی۔ حدیث اور سنت کے درمیان بھی یہی نسبت ہے، اس لئے کبھی حدیث الگ ہوجاتی ہے، وہ سنت نہیں ہوتی اور کبھی سنت الگ ہوجاتی ہے، وہ حدیث نہیں ہوتی، اور کبھی دونوں جمع ہوجاتے ہیں' وہ حدیث بھی ہوتی ہے اور سنت بھی۔

اٹھانویں فیصد حدیثیں ہیں جو سنتیں بھی ہیں، صرف ایک فیصد ایسی حدیثیں ہیں جو سنت نہیں، اور ایک فیصد خلفائے راشدین کی وہ باتیں ہیں جن کو لینا ضروری ہے اور وہ حدیث نہیں' صرف سنت ہیں۔ (تحفۃ القاری ص ۶۵ ج۱)

سنت کی اتباع کا حکم ہے حدیث کا نہیں

حضرت مولانا سعید احمد صاحب پالنپوری مدظلہم فرماتے ہیں:

ایک چیلنج دیتا ہوں اور قیامت کی صبح تک دیتا ہوں کہ کوئی ایسی حدیث لاؤ چاہے ضعیف ہی کیوں نہ ہو کہ نبی ﷺ نے حدیث کو مظبوط پکڑنے کا حکم دیا ہے۔ حدیثیں یاد کرنے اور

ان کو روایت کرنے کے فضائل آئے ہیں، مگر ایسی ایک حدیث بھی نہیں ہے جس میں حدیث کو مظبوط پکڑنے کا حکم دیا ہو، تمام حدیثوں میں سنت ہی کو مظبوط پکڑنے کا حکم دیا ہے۔ (علمی خطبات ص۱۰۴ ج۱)

حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

یقیناً آپ ﷺ کے مبارک کام بھی ان دو حصوں میں تقسیم ہیں کچھ کام آپ عادۃً فرماتے تھے اور کچھ کام ضرورۃً فرماتے تھے۔ اب ان دونوں میں سے ہم نے تابعداری کن کاموں کی کرنی ہے؟ فرمایا: ''علیکم بسنّتی'' وہ جو میں عادتاً کام کرتا ہوں ان کی تابعداری کرو! اب حدیث میں دونوں چیزیں آئیں گی، سنت والے کام بھی اور عادت والے کام بھی، اب جس میں دو چیزیں آجائیں ہمیں حکم ہے: ''علیکم بسنّتی'' آپ ﷺ کی عادت کا اتباع کرنا ہے آپ ﷺ کی مبارک عادت کو ہم نے بھی عادت بنانا ہے اور اپنانا ہے۔ (حدیث اور سنت کا فرق، ص:۷)

سنت کی اتباع کا حکم

(۱)......عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَهْدِیِّیْنَ ، تَمَسَّکُوْا بِهَا وَ عَضُّوْا عَلَیْهَا بِالنَّوَاجِذِ۔

(رواہ احمد وابو داؤد و الترمذی و ابن ماجة ، مشکوة، باب الاعتصام بالکتاب والسنة)

ترجمہ:......تم پر میری سنت کی اتباع اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کے طریقہ کی اتباع لازم ہے، اسی پر بھروسہ کرنا اور اسی کو مظبوطی سے پکڑے رہنا۔ (الرفیق الفصیح ص۳۰۹ ج۳)

(۲)......مَنْ تَمَسَّکَ بِسُنَّتِیْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِیْ فَلَهُ اَجْرُ مِائَةِ شَهِیْدٍ۔

(رواہ البیهقی فی کتاب الزهد، مشکوة، باب الاعتصام بالکتاب والسنة)

ترجمہ:......جو شخص میری امت کے بگاڑ کے زمانہ میں میری سنت پر سختی سے عمل پیرا ہوگا، اس کو سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔ (الرفیق الفصیح ص۳۴۳ ج۳)

(۳)......مَنْ اَكَلَ طَيِّباً وَ عَمِلَ فِىْ سُنَّةٍ ، وَاَمِنَ النَّاسُ بَوَائِقَهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ۔

(رواہ الترمذی، مشکوۃ، باب الاعتصام بالکتاب والسنة)

ترجمہ:......جس نے پاکیزہ چیز کھائی اور سنت پر عمل کیا اور لوگ اس کے فتنوں سے محفوظ رہے، تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (الرفیق الفصیح ص۳۴۷ ج۳)

(۴)......تَرَكْتُ فِيْكُمْ اَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّةَ رَسُوْلِهٖ۔

(رواہ فی الموطا، مشکوۃ، باب الاعتصام بالکتاب والسنة)

ترجمہ:......میں تمہارے لئے ایسی دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ جب تک تم ان دونوں چیزوں کو پکڑے رہو گے، ہرگز گمراہ نہیں ہوں گے، اور وہ چیزیں اللہ تعالی کی کتاب اور اللہ تعالی کے رسول کی سنت ہے۔ (الرفیق الفصیح ص۳۵۰ ج۳)

(۵)......مَا اَحْدَثَ قَوْمٌ بِدْعَةً اِلَّا رُفِعَ مِثْلُهَا مِنَ السُّنَّةِ فَتَمَسُّكٌ بِسُنَّةٍ خَيْرٌ مِنْ اِحْدَاثِ بِدْعَةٍ۔ (رواہ احمد، مشکوۃ، باب الاعتصام بالکتاب والسنة)

ترجمہ:......جو قوم کوئی بدعت ایجاد کرتی ہے تو (اللہ تعالی کی جانب سے) اسی جیسی کوئی سنت اٹھالی جاتی ہے، تو سنت کو پکڑنا بدعت ایجاد کرنے سے بہتر ہے۔

(٦)......عن انس قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : يَا بُنَيَّ اِنْ قَدَرْتَ اَنْ تُصْبِحَ وَ تُمْسِيَ وَ لَيْسَ فِىْ قَلْبِكَ غِشٌّ لِاَحَدٍ فَافْعَلْ ثُمَّ قَالَ يَا بُنَيَّ وَذٰلِكَ مِنْ سُنَّتِىْ وَمَنْ اَحَبَّ سُنَّتِىْ فَقَدْ اَحَبَّنِىْ ، وَمَنْ اَحَبَّنِىْ كَانَ مَعِىَ فِى الْجَنَّةِ۔

(رواہ الترمذی، مشکوۃ، باب الاعتصام بالکتاب والسنة)

ترجمہ:......حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: حضرت رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ: اے میرے بیٹے! اگر تجھ کو اس بات پر قدرت ہو کہ تیری صبح اور شام اس طرح گذرے کہ تیرے دل میں کسی کے لئے کھوٹ نہ ہو تو اسی طرح کرلو، پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ: اے میرے بیٹے! یہ میری سنت ہے اور جس شخص نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ (الرفیق الفصیح ص۳۲۹ ج۳)

(۷)......مَنْ اَحْیَا سُنَّةً مِنْ سُنَّتِیْ قَدْ اُمِیْتَتْ بَعْدِیْ ، فَاِنَّ لَهُ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلَ اُجُوْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ غَیْرِ اَنْ یَنْقُصَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَئْیًا۔

(رواه الترمذی و ابن ماجة، مشکوة، باب الاعتصام بالکتاب والسنة)

ترجمہ:......جس نے میری اس سنت کو زندہ کیا جو میرے بعد ترک کردی گئی ہو تو اس کے لئے یقیناً اتنا ثواب ہے جتنا کہ اس سنت پر عمل کرنے والوں کو ملے گا، بغیر ان کے ثواب میں سے کچھ کمی کئے ہوئے۔ (الرفیق الفصیح ص۳۱۶ ج۳)

(۸)......قال صلی اللہ علیہ وسلم : اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یُدْخِلُ الْعَبْدَ الْجَنَّةَ بِالسُّنَّةِ تَمَسَّکَ بِهَا۔(الشفا بتعریف حقوق المصطفی ص۲۶۷ ج۲/الباب الاوّل)

ترجمہ:......حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بیشک اللہ تعالی بندوں کو جنت میں داخل فرمائیں گے اس کے سنت کو مضبوط پکڑنے کی وجہ سے۔ (حقوق مصطفی ﷺ ص۸۱)

(۹)......فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ۔ (مشکوة، باب الاعتصام بالکتاب والسنة)

ترجمہ:......جس نے میرے طریقہ سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں ہے۔ (متفق علیہ)

(الرفیق الفصیح ص۲۶۷ ج۳)

(۱۰)...... كَتَبَ عمرُ بن الخطّابِ رضى الله عنه اِلٰى عُمَّالِهٖ : بِتَعَلُّمِ السُّنَّةِ ، وَقَالَ : فَاِنَّ اَصْحَابَ السُّنَنِ اَعْلَمُ بِكِتَابِ اللّٰهِ۔

ترجمہ:...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عمال کو لکھا کہ: سنت کا علم حاصل کرو..... اس لئے کہ سنتوں سے واقفیت رکھنے والے ہی کتاب اللہ کو زیادہ جاننے والے ہیں۔

(۱۱)...... عن عليٍّ رضى الله عنه : اَلَا اِنِّى لَسْتُ بِنَبِيٍّ ، وَلَا يُوْحٰى اِلَيَّ ، وَلٰكِنْ اَعْمَلُ بِكِتَابِ اللّٰهِ وُسنَّةِ نَبِيِّهٖ محمد مَا اسْتَطَعْتُ۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ: بیشک میں نہ نبی ہوں، نہ میرے پاس وحی آتی ہے، لیکن میں کتاب اللہ اور نبی ﷺ کی سنت پر عمل کرتا ہوں، جتنی طاقت رکھتا ہوں۔

(۱۲)...... وكان ابن مسعود رضى الله عنه يقول : اَلْقَصْدُ فِى السَّنَّةِ خَيْرٌ مِنَ الْاِجْتِهَادِ فِى الْبِدْعَةِ۔

ترجمہ:...... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ: سنت کے مطابق میانہ روی سے عمل کرنا بدعت میں کوشش ومجاہدہ کرنے سے بہتر ہے۔

(۱۳)...... قال ابى ابن كعب رضى الله عنه : عَلَيْكُمْ بِالسَّبِيْلِ وَالسُّنَّةِ۔

ترجمہ:...... حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: راہ حق اور سنت کو لازم پکڑو۔

(۱۴)...... قال الحسن رضى الله عنه : عَمَلٌ قَلِيْلٌ فِىْ سُنَّةٍ خَيْرٌ مِنْ عَمَلٍ كَثِيْرٍ فِى بِدْعَةٍ۔

ترجمہ:...... حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے: سنت کے مطابق تھوڑا سا عمل بدعت کے مطابق کثیر عمل سے بہتر ہے۔

(الشفا بتعريف حقوق المصطفى ص۲٦٦ تا۲٦۹ ج۲/الباب الاول)

چند مثالیں: حدیث ہیں مگر سنت نہیں

وضو کے بعد بیوی کا بوسہ لینا حدیث ہے سنت نہیں

(۱)......حدیث شریف میں ہے کہ آپ ﷺ نے وضو کے بعد اپنی زوجہ محترمہ کا بوسہ لیا۔

(ترمذی، باب ترک الوضوء من القبلة ، کتاب الطهارة)

ظاہر ہے یہ بوسہ لینا حدیث ہے مگر سنت نہیں کہ ہمیشہ آپ ﷺ وضو فرما کر اپنی بیوی کا بوسہ لیا کرتے ہوں۔

روزہ کی حالت میں بوسہ لینا' حدیث ہے سنت نہیں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: نبی ﷺ رمضان کے مہینہ میں بوسہ لیا کرتے تھے۔(ترمذی، باب ما جاء فی القبلة للصّائم ، کتاب الصوم)

روزہ کی حالت میں بیوی کو ساتھ لٹانا' حدیث ہے سنت نہیں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:: رسول اللہ ﷺ روزہ کی حالت میں مجھے اپنے ساتھ لٹاتے تھے،اور آپ ﷺ اپنی خواہش پر نہایت قابو یافتہ تھے۔

(ترمذی، باب ما جاء فی مباشرة الصّائم ، کتاب الصوم)

تشریح:......حضور ﷺ کا یہ عمل بیان جواز کے لئے تھا، یعنی مسئلہ کی وضاحت کے لئے تھا، سنت نہیں تھا کہ لوگ اس پر عمل کرنے لگیں۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آخری جملہ سے یہی بات سمجھائی ہے۔(تحفة الالمعی ص۱۰۳ج۳)

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ایک سوال کا عجیب جواب

ایک مرتبہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تشریف لائے ،ایک سیب ہاتھ میں ہے

رمضان کا مہینہ ہے اور روزہ رکھا ہوا ہے، آ کر عرض کیا: حضرت! اگر روزے کی حالت میں بیوی سے بوس و کنار کرلیا جائے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ حضرت ﷺ یوں بھی فرما سکتے تھے: ٹوٹ جاتا ہے اور یوں بھی فرما سکتے تھے نہیں۔ لیکن دیکھا کہ یہ صحابی تو مجتہد ہے، اس کو تو اجتہاد سکھانا چاہئے، آپ ﷺ نے پوچھا: ہاتھ میں کیا ہے؟ فرمایا: سیب! آپ ﷺ نے فرمایا: ذرا مجھے دو! آپ ﷺ نے سیب لے کر مبارک ہونٹوں پر رکھ لیا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ: عمر! کیا میرا روزہ ٹوٹ گیا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ: ایسے تو نہیں بلکہ کھانے سے ٹوٹے گا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ: جو مسئلہ آپ نے پوچھا ہے وہ سمجھ میں آ گیا یا نہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ: سمجھ میں آ گیا۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی ذہانت

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ سبق پڑھا رہے تھے، برقعے میں ایک عورت آئی، اس نے ایک سیب اور ایک چھری امام صاحب رحمہ اللہ کو دی، طلبہ خوش ہوئے کہ بہت ہی نیک عورت ہے سیب تو لائی ساتھ چھری بھی لے آئی تاکہ ہمیں تلاش نہ کرنی پڑے، امام صاحب رحمہ اللہ نے سیب کاٹا اس کا اندر کا جو حصہ تھا وہ باہر نکال کر چھری اور سیب عورت کو واپس کر دیا، اب شاگرد امام صاحب رحمہ اللہ کو حدیث سنا رہے ہیں کہ حدیث میں تو آتا ہے کہ ہدیہ قبول کر لینا چاہئے، اگر آپ کو ضرورت نہیں تھی تو ہمیں دیدیتے، امام صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: وہ تو مسئلہ پوچھنے آئی تھی۔ اب یہ حیران کہ مسئلہ کون سا پوچھ کر گئی ہے؟ فرمایا: سیب کے باہر کئی رنگ ہوتے ہیں، کہیں مٹیالہ' کہیں مہندی کا رنگ' کہیں سبز' کہیں سرخ، عورت جب ناپاک ہوتی ہے تو خون کئی رنگ بدلتا رہتا ہے، وہ یہ مسئلہ پوچھنے آئی تھی

کہ کونسا رنگ ناپاکی کا ہے اور کون سا پاکی کا؟ کہ کب نماز شروع کی جائے؟ اگر چہ سیب کے باہر بہت سے رنگ ہوتے ہیں، لیکن اس کو کاٹیں تو اندر ایک ہی سفید رنگ ہے، اور کوئی رنگ نہیں، تو میں نے کاٹ کر وہ حصہ باہر کی طرف کر کے اس کو دے دیا کہ سوائے سفید کے سارے رنگ ناپاکی کے ہیں۔

وہ خیر القرون کا زمانہ تھا اندازہ کرو کہ عورت کو بھی اللہ تعالی نے کیسا دماغ دیا تھا کہ کس طرح مسئلہ پوچھا اور امام صاحب رحمہ اللہ نے بھی کس انداز میں مسئلہ سمجھایا۔

(حدیث اور سنت کا فرق:ص۹)

آپ ﷺ کا کھڑے ہوکر پیشاب فرمانا حدیث ہے مگر سنت نہیں

(۲)......دوسری مثال: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: نبی ﷺ ایک قوم کی کوڑی پر تشریف لے گئے اور کھڑے ہوکر پیشاب فرمایا، پھر پانی منگوایا، میں آپ ﷺ کے پاس پانی لے کر آیا، پس آپ ﷺ نے وضو فرمایا۔

(بخاری، باب البول قائما و قاعدا ، کتاب الوضوء)

تشریح:......نبی ﷺ نے جو کھڑے ہوکر پیشاب فرمایا ہے، بعض نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ وہ جگہ گندی تھی' کپڑے خراب ہونے کا اندیشہ تھا' اس لئے کھڑے ہوکر پیشاب کیا تھا۔اور بعض کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کے گھٹنے میں تکلیف تھی، بیٹھنا دشوار تھا اس لئے کھڑے ہوکر پیشاب کیا تھا۔

اور بعض کہتے ہیں کہ کمر میں تکلیف تھی جس کا علاج عربوں کے نزدیک کھڑے ہوکر پیشاب کرنا تھا، مگر صحیح بات یہ ہے کہ آپ ﷺ نے یہ عمل بیان جواز کے لئے کیا تھا، یعنی مسئلہ کی وضاحت کے لئے تھا، اس لئے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ پانی رکھ کر جانے لگے

تو آپ ﷺ نے ان کو روک لیا تھا تا کہ آپ ﷺ کا یہ عمل ان کے علم میں آئے اور امت تک وہ اس عمل کو پہنچائیں ،اگر کسی مجبوری میں آپ ﷺ نے ایسا کیا ہوتا تو اس سے امت کو واقف کرانا ضروری نہیں تھا۔

نبی ﷺ کبھی بیان جواز کے لئے خلاف اولی کام کرتے تھے،اور وہ نبی کے حق میں خلاف اولی نہیں ہوتا، کیونکہ وہ تشریع کے لئے ہوتا ہے،مگر وہ سنت نہیں ہوتا۔

(تحفۃ القاری ص ۵۵۸ ج۱)

جوتا پہن کر نماز پڑھنا حدیث ہے سنت نہیں

(۳)......حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ آپ ﷺ جوتے میں نماز پڑھتے تھے؟ تو آپ نے فرمایا: ہاں۔

(بخاری شریف، کتاب الصلوة ، ابواب ثیاب المصلی ، باب الصلوة فی النعال)

حضرت مولانا سعید احمد صاحب پالنپوری مدظلہم فرماتے ہیں: آنحضور ﷺ اور صحابہ سے چپل پہن کر نماز پڑھنا ثابت ہے،مگر میری نظر سے کوئی روایت ایسی نہیں گذری جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ آنحضور ﷺ اور صحابہ مسجد میں جوتے پہن کر نماز پڑھتے تھے، غالبًا یہ واقعات میدان جنگ کے ہیں، میدان جنگ میں نماز کے لئے وقت تھوڑا ہوتا ہے اور جس حال میں ہوں اسی حال میں نماز پڑھ لینی ہوتی ہے۔ (تحفۃ القاری ص ۲۱۹ ج ۲)

جوتا پہن کر نماز پڑھنا حدیث میں ہے مگر سنت نہیں۔بعض حضرات بخاری' بخاری' بہت کرتے ہیں، ان کی خدمت میں عرض ہے کہ ''بخاری شریف'' میں جوتا نہ پہن کر نماز پڑھنے کی کوئی حدیث نہیں ہے، تو جو لوگ جوتا اتار کر نماز پڑھتے ہیں ، کیا وہ ''بخاری شریف'' اور حدیث پر عمل پیرا نہیں؟ اور کیا وہ حدیث کے مخالف ہیں؟

آپ ﷺ کا منبر پر نماز پڑھنا حدیث ہے مگر سنت نہیں

(۴)......ابو حازم بن دینار رحمہ اللہ کہتے ہیں: چند لوگ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، وہ منبر رسول میں بحث کر رہے تھے کہ اس کی لکڑی کس درخت کی تھی؟ انہوں نے اس سلسلہ میں آپ سے دریافت کیا، آپ نے فرمایا: بخدا میں جانتا ہوں کہ منبر کس لکڑی کا تھا اور میں نے اس کو پہلے ہی دن سے دیکھا ہے جب وہ تیار کر کے مسجد میں رکھا گیا، اور پہلے پہل نبی ﷺ اس پر جلوہ افروز ہوئے اس کو بھی میں جانتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے انصار کی فلاں عورت کے پاس پیغام بھیجا جس کا حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے نام لیا تھا (مگر ابو حازم رحمہ اللہ بھول گئے) اور کہلا بھیجا کہ اپنے بڑھئی (لکڑی کا کام کرنے والے) غلام کو حکم دو کہ وہ میرے لئے چند ایسی لکڑیاں (درجے) تیار کرے جن پر بیٹھ کر میں خطاب کروں، اس عورت نے اپنے غلام کو اس کا حکم دیا، پس اس نے غابہ مقام کے جھاؤ کی لکڑی سے منبر بنایا، پھر وہ غلام اس کو عورت کے پاس لایا، پس اس عورت نے رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا، پس آپ ﷺ نے اس کو مسجد میں رکھنے کا حکم دیا، پس وہ یہاں رکھا گیا۔ پھر میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، آپ ﷺ نے اس پر نماز پڑھی اور تکبیر کہی، درانحالیکہ آپ ﷺ منبر پر تھے، پھر منبر پر ہی رکوع کیا، پھر الٹے پاؤں منبر سے اتر آئے (تا کہ قبلہ سے انحراف نہ ہو) اور منبر کی جڑ میں سجدہ کیا، پھر واپس منبر پر تشریف لے گئے، جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: لوگو! میں نے یہ عمل اس لئے کیا ہے تا کہ میری اقتدا کرو، اور تا کہ تم میری نماز سیکھو۔ (تحفۃ القاری ص ۲۳۷ ج ۳)

تشریح:......منبر غابہ نامی جگہ کے جھاؤ کے درخت کا تھا اور عائشہ انصاریہ رضی اللہ عنہا کے

آزاد کردہ غلام میمون نجار (رحمہ اللہ) نے بنایا تھا، اس میں تین درجے تھے۔

آپ ﷺ کا اس طرح منبر پر نماز پڑھنا یہ حدیث ہے سنت نہیں۔

بچے کو اٹھا کر نماز پڑھنا حدیث ہے سنت نہیں

(۵)......حضرت ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ امامہ بنت زینب بنت رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے وقت اٹھائے رہتے تھے۔ ابو العاص بن ربیعہ بن عبد شمس کی حدیث میں ہے کہ: پھر سجدہ میں جاتے تو اتار دیتے اور جب قیام فرماتے تو اٹھا لیتے۔ (بخاری، باب اذا حمل جارية صغيرة على عنقه فى الصلوة ، ابواب سترة المصلى)

تشریح:......اس طرح نماز پڑھنے کی کیا وجہ تھی؟ کیا اس بچی کو دس منٹ کے لئے رکھنے والا کوئی نہیں تھا؟ آنحضور ﷺ کے نو گھر تھے اور تمام مسلمان شمع نبوت کے پروانے تھے، اس لئے ایسا سمجھنا نادانی ہے۔ آپ ﷺ نے بالقصد یہ عمل کیا تھا اور مسئلہ کی وضاحت کے لئے کیا تھا، اور یہ زندگی میں ایک مرتبہ کا واقعہ ہے، بعض مرتبہ آدمی ایسی جگہ ہوتا ہے جہاں خطرہ ہوتا ہے، درندہ بچے کو پھاڑ کھائے گا یا اغواء کرنے والا اچک لے جائے گا، ایسی صورت میں آدمی کیا کرے؟ کیا نماز قضا کرے؟ نہیں بچہ کو اٹھا کر نماز پڑھے اور کبھی بچہ بدک جاتا ہے، ماں سے جدا نہیں ہوتا، اور گھر میں کوئی دوسرا رکھنے والا نہیں، ایسی صورت میں ماں بچہ کو اٹھا کر نماز پڑھے گی، نماز قضا نہیں کرے گی، مگر شرط یہ ہے کہ بچہ کا بدن اور کپڑے پاک ہوں۔ غرض آپ ﷺ نے مسئلہ کی وضاحت کے لئے یہ عمل کیا ہے، پس یہ حدیث ہے سنت نہیں۔ (تحفۃ القاری ص ۲۷۳ ج ۲)

مسجد میں بچوں کو لانا حدیث ہے سنت نہیں

(۶)......حضرت مولانا سعید احمد صاحب پالنپوری مدظلہم فرماتے ہیں:

بعض لوگ ناسمجھ بچوں کومسجد میں لے آتے ہیں، اور مسجد میں لا کران کو چھوڑ دیتے ہیں، وہ صفوں میں یہاں وہاں دوڑتے پھرتے ہیں اور لوگوں کی نماز خراب کرتے ہیں، ان سے کچھ کہا جائے تو فوراً یہ حدیث پیش کرتے ہیں (کہ آپ ﷺ نے بچی کو گود میں لے کر نماز پڑھی) میں ان سے کہتا ہوں اگر آپ کو حدیث پر عمل کرنا ہے تو بچہ کو گود میں لے کر نماز پڑھو، اس کو مسجد میں کیوں چھوڑ دیتے ہو؟ اور ''ابن ماجہ'' میں حدیث ہے: ''جنبوا صبیانکم مساجدکم '' اپنی مسجدوں کو اپنے (ناسمجھ) بچوں سے بچاؤ، جب تک بچے پاکی ناپاکی نہ سمجھیں اور مسجد کا احترام نہ جانیں بچوں کو مسجد میں نہیں لانا چاہئے، یہی سنت ہے اور مذکورہ واقعہ صرف حدیث ہے جو مسئلہ کی وضاحت کے لئے ہے۔

(تحفۃ القاری ص۳۷۳ ج۲)

ایک کپڑے میں نماز پڑھنا حدیث ہے سنت نہیں

(۷)......امام بخاری رحمہ اللہ نے ''ابواب ثیاب المصلی '' کے عنوان سے مختلف ابواب قائم کئے ہیں، اوران میں کئی احادیث نقل فرمائی ہیں، ان میں ایک باب ہے: '' باب الصلاۃ فی الثوب الواحد '' اس میں حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کی روایت لائے ہیں کہ آپ ﷺ نے ایک کپڑے میں نماز پڑھی۔

پھرامام بخاری رحمہ اللہ نے چند ابواب کے بعد ایک اور باب قائم کیا کہ '' باب الصلاۃ فی القمیص والسَّراویل والتُّبَّانِ والقباءِ '' یعنی کرتہ، شلوار جانگیا اور چوغہ پہن کر نماز پڑھنا۔ اس باب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ: ایک شخص نبی ﷺ کے سامنے کھڑا ہوا اور اس نے آپ ﷺ سے ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کے بارے میں پوچھا: آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم میں سے ہر ایک دو کپڑے پاتا ہے؟ پھر

ایک شخص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے (دور فاروقی میں) اس سلسلہ میں پوچھا، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب اللہ نے کشادگی کی ہے تو تم بھی کشادگی کرو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ضرورت کی وجہ سے ایک کپڑے میں نماز ہو جاتی ہے، مگر یہ سنت نہیں۔

''مشکوۃ شریف'' (حدیث نمبر:۷۷۱) میں ہے کہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ اپنے تلامذہ سے بیان کیا کہ: ایک کپڑے میں نماز پڑھنا سنت ہے، ہم لوگ نبی ﷺ کے زمانہ میں ایسا کرتے تھے اور ہمارا یہ عمل برا نہیں سمجھا جاتا تھا، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی یہ بات جب حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو انہوں نے فرمایا: یہ حکم اس صورت میں ہے جب کپڑے کم ہوں'' فاما اذا وسّع الله فالصلاة فی الثوبین ازکی '' اب جب اللہ نے کشادگی فرمادی تو دو کپڑوں میں نماز پڑھنا افضل ہے۔ جب اس کی خبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ہوئی تو انہوں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی تائید کی اور نو شکلیں بتلائیں...... گویا حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے جو ایک کپڑے میں نماز کو سنت کہا وہ سنت نہیں، بلکہ مجبوری کا حکم ہے، اور مجبوری میں ایک کپڑے میں نماز ہو جاتی ہے۔ سنت ﴿ خذوا زینتکم عند کل مسجد ﴾ ہے یعنی مزین ہو کر نماز پڑھنا، اور تزئین کے لئے ایک سے زیادہ کپڑے ضروری ہیں۔ (تحفۃ القاری ص۱۷۹ ج۲)

عیدگاہ میں قربانی کرنا حدیث ہے سنت نہیں

(۸)......امام بخاری رحمہ اللہ نے ''کتاب العیدین ''میں ایک باب قائم کیا ہے:'' باب النّحر و الذّبح یوم النحر بالمصلّی ''عید کے دن عیدگاہ میں اونٹ نحر کرنا یا گائے اور بکری ذبح کرنا۔ اس میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت نقل کی ہے کہ: آپ ﷺ

نے عیدگاہ میں قربانی فرمائی۔

ایک مرتبہ جب نبی ﷺ عیدالاضحیٰ کے خطبہ سے فارغ ہوئے تو مینڈھالایا گیا،آپ ﷺ نے سب کے سامنے اس کی قربانی فرمائی تاکہ لوگوں کو ترغیب ہو اس لئے کہ انسانوں کا حال یہ ہے کہ جو بڑے کرتے ہیں وہی چھوٹے کرتے ہیں ''الناس علی دین ملوکھم'' لوگ اپنے بادشاہوں کے طریقہ پر چلتے ہیں۔آپ ﷺ کس طرح جانور کولٹارہے ہیں؟ کہاں پیر رکھ رہے ہیں؟ ذبح کے وقت کیا پڑھ رہے ہیں؟ یہ سب باتیں بھی لوگ سیکھیں گے،اس لئے بھی آپ ﷺ عیدگاہ میں سب لوگوں کے سامنے قربانی فرماتے تھے۔

آپ ﷺ کے زمانے میں باقاعدہ عیدگاہ بنی ہوئی نہیں تھی،میدان میں آپ ﷺ عید پڑھاتے تھے،اس لئے کوئی تلویث (آلودگی،ناپاکی) نہیں تھی،اب عیدگاہیں بن گئی ہیں،ان میں قربانی کرنا ٹھیک نہیں۔(تحفۃ القاری ص۳۰۶ ج۳)

تین قسم کی روایتیں حدیث ہیں سنت نہیں

تین قسم کی روایتیں ایسی ہیں جو صرف حدیث ہیں سنت نہیں: پہلی: وہ حدیثیں جو منسوخ ہیں۔ دوسری: وہ حدیثیں جو خصوصیات میں سے ہیں، تیسری: آپ ﷺ نے بعض افعال مصلحتاً کئے ہیں۔

پہلی قسم: منسوخ، اور اس کی تین مثالیں

ما مست النار سے وضو کا حکم حدیث میں ہے مگر وہ منسوخ ہے

پہلی مثال:...... جو حدیثیں منسوخ ہو گئیں، وہ سنت نہیں، جیسے: ما مست النار سے وضو کا حکم حدیث میں ہے مگر وہ منسوخ ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے دو باب ساتھ میں قائم کئے ہیں: ایک ''باب الوضوء مما غیرت النار '' اور دوسرا ''باب فی ترک الوضوء مما غیرت النار '' پہلے باب میں یہ حدیث لائے ہیں: ''الوضوء مما مست النّار ولو من ثور اَقط '' یعنی آگ پر پکی ہوئی چیز سے وضو ضروری ہے، چاہے وہ سوکھے ہوئے دودھ کا ٹکڑا ہو۔ اور دوسرے باب میں یہ روایت نقل کی ہے: حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی ﷺ ایک انصاری عورت کے گھر تشریف لے گئے اور میں آپ ﷺ کے ساتھ تھا، آپ ﷺ اس انصاری خاتون کے گھر پہنچے، اس خاتون نے آپ ﷺ کے لئے بکری ذبح کی آپ ﷺ نے تناول فرمایا، پھر اس عورت نے تازہ کھجوروں کی ایک تھال آپ ﷺ کے روبرو پیش کی، پس آپ ﷺ نے اس میں سے (بھی) کھایا، پھر آپ ﷺ نے وضو کر کے ظہر پڑھی پھر آپ ﷺ لوٹ آئے، تو اس خاتون نے بکری کا باقی ماندہ جو تفکہ (پھل کھانا۔ میوہ کھانا۔ لطف۔ مزہ) کے طور پر کھایا جاتا ہے پیش کیا، آپ ﷺ نے

تناول فرمایا، پھر آپ ﷺ نے عصر کی نماز پڑھی اور وضو نہیں فرمایا۔

امام ترمذی رحمہ اللہ باب کے آخر میں تحریر فرماتے ہیں: ''وهذا آخر الامرين من رسول الله صلى الله عليه وسلم ، وكان هذا الحديث ' ناسخ للحديث الاول''۔

اور''ابوداؤد شریف''(۱/۲۵) میں تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں:'' آخر الامرين من رسول الله صلى الله عليه وسلم ترك الوضوء مما غيرت النار''۔

(تحفۃ الالمعی ص ۳۲۵ ج۱)

نماز میں بات کرنا جائز تھا پھر یہ حکم منسوخ ہو گیا

دوسری مثال:......ابتدا میں نماز میں بات کرنا جائز تھا پھر یہ حکم منسوخ ہو گیا۔

''تحفۃ القاری'' میں ہے:

احناف اور امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک نماز میں کلام کی مطلق گنجائش نہیں۔

پہلی حدیث:......حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی ہے، وہ فرماتے ہیں: حبشہ کی طرف ہجرت کرنے سے پہلے نبی ﷺ نماز میں سلام کا جواب دیتے تھے، پھر جب میں حبشہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آیا اور ایک موقعہ پر خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے، میں نے سلام کیا، آپ ﷺ نے جواب نہیں دیا، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ پریشان ہوگئے، وہ سمجھے نبی ﷺ ان سے ناراض ہو گئے ہیں، پھر جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو جواب دیا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں اپنے دین میں احکام بھیجتے ہیں، تمہارے حبشہ جانے کے بعد اللہ نے جو احکام بھیجے ہیں ان میں یہ بھی حکم ہے کہ تم نماز میں بات نہ کرو (ابوداؤد، مشکوۃ، حدیث نمبر: ۹۸۹) اور یہاں حدیث میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:''انّ فی الصّلاة شُغُلًا'' نماز میں مشغولیت ہے، اس لئے

جواب دینے کی گنجائش نہیں۔

دوسری حدیث:...... حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی ہے: وہ کہتے ہیں: ہم نماز میں آنحضور ﷺ کے پیچھے بوقت ضرورت بات کرتے تھے، یہاں تک کہ آیت ﴿ قُومُوا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ ﴾ نازل ہوئی، پس ہمیں خاموش رہنے کا حکم دیا گیا، اور بات کرنے سے روک دیا گیا۔ (بخاری، باب ما ینهی من الکلام فی الصلاۃ ، کتاب الصلاۃ)

تیسری حدیث:...... ''مسلم شریف'' (مشکوۃ، حدیث:۹۷۹، باب مالا یجوز) میں ہے: وہ سب سے زیادہ واضح ہے، مگر امام بخاری رحمہ اللہ اس کو نہیں لائے، حضرت معاویہ بن الحکم سلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: جماعت میں ایک شخص نے چھینکا، معاویہ رضی اللہ عنہ نے ''یرحمک اللہ'' کہہ کر تشمیت کی، لوگوں نے ان کو گھورا، وہ نماز میں بولے: مجھے کیوں گھورتے ہو! صحابہ رضی اللہ عنہ نے رانوں پر ہاتھ مارے تو وہ خاموش ہو گئے، نماز کے بعد آنحضور ﷺ نے ان کو مسئلہ سمجھایا: '' ان هذه الصلاة لا يصلح فيها شئی من كلام النّاس، انّما هی التّسبيح والتّكبير وقراءة القرآن '' نماز میں انسانی کلام کی مطلق گنجائش نہیں، نماز تسبیح، تکبیر اور قراءت قرآن ہی ہے۔ (تحفۃ القاری ص ۵۲۱، ج۳)

((اذا صلی جالسا فصلوا جلوسا اجمعون)) حدیث ہے مگر منسوخ ہے

تیسری مثال:...... امام بیٹھ کر نماز پڑھائے تو مقتدی بیٹھ کر نماز پڑھیں، یہ حکم حدیث میں ہے: اذا صلی جالسا فصلوا جلوسا اجمعون ۔ (بخاری، باب انّما جعل الامام لِيُوتمّ به) مگر بعد میں منسوخ ہو گیا۔ اور نسخ کی دلیل خود امام بخاری رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کا آخری عمل کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کی اقتدا میں کھڑے ہو کر نماز پڑھی،

قال ابو عبد الله : قال الحميدی : قوله '' واذا صلی جالسا فصلوا جالسا '' هو فی

مرضه القديم ' ثم صلى بعد ذلک النبی صلی الله علیه وسلم جالسا والناس خلفه قیام لم یامرهم بالقعود ، وانما یوخذ بالآخر، فالآخر من فعل النبی صلی الله علیه وسلم۔

اس سلسلہ میں آنحضور ﷺ کی حیات طیبہ میں دو واقعے ہیں:

پہلا واقعہ......سنہ ۵ ہجری میں نبی ﷺ گھوڑے پر سوار ہو کر کہیں تشریف لے جا رہے تھے، اچانک گھوڑا بدکا اور ایک کھجور کے درخت کے قریب سے گذرا، آپ ﷺ کا پاؤں درخت سے رگڑ کھا گیا اور آپ ﷺ گھوڑے پر سے گر پڑے، آپ ﷺ نے بیماری کے ایام حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ پر جو بالا خانہ تھا اس میں گذارے، ایک مرتبہ چند صحابہ رضی اللہ عنہم عیادت کے لئے آئے، اتفاق سے اس وقت آپ ﷺ بیٹھ کر نماز پڑھ رہے تھے، ان حضرات نے موقع غنیمت جان کر آپ ﷺ کی اقتدا کی، اور کھڑے ہو کر اقتدا کی، آپ ﷺ نے ان کو اشارے سے بٹھا دیا، اور نماز کے بعد فرمایا: امام اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے، جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھو۔

دوسرا واقعہ......آپ ﷺ کے مرض وفات کا ہے۔ مرض وفات میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھاتے تھے، ایک دن حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ظہر کی نماز پڑھا رہے تھے کہ آپ ﷺ حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے سہارے تشریف لے آئے، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹ گئے، نبی ﷺ نے اشارہ بھی کیا کہ وہ نماز پڑھاتے رہیں، مگر انہوں نے ہمت نہ کی، آپ ﷺ کو امام کی بائیں جانب بٹھا دیا گیا، اور آپ ﷺ نے نماز پڑھانی شروع کی، آپ ﷺ بیٹھ کر نماز پڑھا رہے تھے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور تمام مقتدی کھڑے ہو کر اقتدا کر رہے تھے۔

جمہور کے نزدیک اگر امام عذر کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھائے تو مقتدی کھڑے ہو کر اقتدا کریں، آپ ﷺ کا آخری عمل ان کی دلیل ہے۔ اور حدیث: ''اذا صلّی جالسا فصلّوا جلوسا اجمعون'' کو جمہور منسوخ مانتے ہیں۔ مرض وفات والا واقعہ ناسخ ہے، اس لئے کہ وہ بعد کا واقعہ ہے۔ (تحفۃ القاری ص ۵۴۹ ج ۲)

حدیثوں میں نسخ کا علم تین طرح سے ہوگا

حدیثوں میں نسخ کا علم تین طرح سے ہوگا:

پہلا:...... یہ کہ نسخ کی صراحت کردی جائے، جیسے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے ''ما مست النار'' کے سلسلہ میں فرمایا: ''آخر الامرین من رسول الله صلی الله علیه وسلم ترک الوضوء مما غیّرت النّار''۔ (دیکھئے! صفحہ: ۱۰۹)

دوسرا:...... قرینہ سے معلوم ہوگا، جیسے آنحضرت ﷺ کا ارشاد:

کنت نهیتکم عن زیارة القبور فزوروها۔

(ترمذی، باب ما جاء فی الرخصة فی زیارة القبور ، کتاب الجنائز)

میں نے تمہیں قبرستان جانے سے روکا تھا، اب قبرستان جایا کرو۔

اس حدیث میں قرینہ ہے کہ قبرستان جانے کی ممانعت دور اول میں تھی، بعد میں اجازت ہوگئی، پس جواز کی روایات سنت ہیں اور ممانعت کی روایتیں صرف حدیث ہیں۔

(تحفۃ القاری ص ۵۵ ج ۱۔ تحفۃ الالمعی ص ۴۶۶ ج ۳)

تیسرا:...... تقدیم و تاخیر سے، اس میں دو صورتیں ہیں: تقدیم و تاخیر میں اتفاق ہو جائے جیسا کہ دو حدیثیں ہیں: اَلْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ۔

(ترمذی، باب ما جاء ان الماء من الماء ، کتاب الطهارة)

اور: اِذَا الْتَقَى الْخِتَانَانِ وَجَبَ الْغُسْلُ۔ (ترمذی، باب ما جاء اذا التقی الختانان وجب الغسل، کتاب الطهارة)۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے! تحفۃ الالمعی ص ۳۷۸ ج۱)

پہلی حدیث کا مدعی یہ ہے کہ اگر میاں بیوی صحبت کریں اور انزال ہو جائے تو غسل واجب ہوگا اور اگر انزال سے پہلے مجامعت ختم کر دیں تو غسل واجب نہیں ہوگا، اور دوسری حدیث کا مدعی یہ ہے کہ جب صحبت شروع کر دی اور مرد کی شرمگاہ عورت کی شرمگاہ میں چلی گئی تو دونوں پر غسل واجب ہو گیا، انزال ہو یا نہ ہو۔

ان دونوں حدیثوں میں کون سی حدیث مقدم ہے اور کون سی مؤخر؟ اس کی کوئی صراحت نہیں، نہ کوئی قرینہ ہے، اس لئے دور اول میں صحابہ رضی اللہ عنہم میں اس مسئلہ میں اختلاف رہا۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم اکسال کی صورت میں عدم غسل کا فتوی دیتے تھے اور بعض وجوب غسل کا، اور یہ اختلاف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک باقی رہا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اس سلسلہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم نے غور کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ یہ مسئلہ ازواج مطہرات سے پوچھا جائے، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو اپنی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا، مگر انہوں نے لا علمی ظاہر کی اور کہا: میرے ساتھ ایسا واقعہ پیش نہیں آیا۔ پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آدمی بھیجا تو انہوں نے کہا: میرے اور نبی ﷺ کے درمیان ایسی صورت پیش آئی ہے اور ہم نے غسل کیا ہے، جب صحابہ رضی اللہ عنہم کو نبی ﷺ کا عمل معلوم ہو گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے کہا: آج کے بعد اگر کوئی شخص ایسا کرے گا اور غسل نہیں کرے گا تو میں اس کو سخت سزا دوں گا (تفصیل ''طحاوی شریف'' میں ہے) اس دن سے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہو گیا کہ اکسال کی صورت میں غسل واجب ہے، اب اس مسئلہ

میں کوئی اختلاف باقی نہیں رہا۔

نوٹ :......اکسال: باب افعال کا مصدر ہے، اس کے معنی ہیں: سست کرنا یعنی جماع شروع کرنے کے بعد کسی وجہ سے عضو میں فتور آجائے اور آدمی انزال کے بغیر جماع چھوڑ دے۔

اور کبھی تقدیم وتاخیر کی تعیین میں مجتہدین رحمہم اللہ کے درمیان اختلاف ہوجاتا ہے، جیسے رفع یدین اور ترک رفع کی روایات، یعنی رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین مسنون ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں اعلی درجہ کی صحیح روایتیں موجود ہیں کہ نبی پاک ﷺ ان دونوں موقعوں پر رفع یدین کرتے تھے، اور پانچ روایتیں ایسی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ پوری نماز میں کہیں بھی رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ اس مسئلہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ سے اختلاف چلا آرہا تھا، وہی اختلاف جب ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ کے دور تک پہنچا تو امام اعظم اور امام مالک رحمہما اللہ نے یہ موقف اختیار کیا کہ رفع کی روایتیں دور اول کی ہیں اور ترک کی بعد کی، اور قرینہ یہ ہے کہ آنحضور ﷺ کے وصال کے بعد چاروں خلفاء رضی اللہ عنہم نے جو آپ ﷺ کے مصلے پر کھڑے ہوئے تو انہوں نے رفع یدین نہیں کیا، جبکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سترہ نمازیں آپ ﷺ کی حیات میں پڑھائی ہیں، پس کیا یہ ممکن ہے کہ آنحضور ﷺ کا آخری عمل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے مصلے پر کھڑے ہوتے ہی موقوف کردیں؟ یہ بات ممکن نہیں۔

پس چاروں خلفاء رضی اللہ عنہم کا رفع یدین نہ کرنا دلیل ہے کہ رفع کی روایتیں دور اول کی ہیں اور ترک رفع کی روایتیں بعد کی، اس لئے رفع کی روایتیں منسوخ ہیں اور ترک رفع کی روایتیں ناسخ، اور ناسخ روایتیں ہی سنت اور معمول بہا ہوتی ہیں۔ (تحفۃ القاری ص ۵۵ ج۱)

دوسری قسم: خصوصیت اور اس کی پانچ مثالیں

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا آپ ﷺ کی اقتدا میں نماز پڑھنا اور صحابہ کا صدیق رضی اللہ عنہ کی اقتدا کرنا خصوصیت ہے سنت نہیں

پہلی مثال:......حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی اقتدا میں نماز پڑھی اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتدا کی، یہ خصوصیت ہے سنت نہیں۔(تفصیل صفحہ نمبر:۱۱۱ر پر گذر چکی)

آپ ﷺ کا صوم وصال رکھنا خصوصیت ہے' سنت نہیں

دوسری مثال:......صوم وصال سے آپ ﷺ نے منع فرمایا، حالانکہ آپ ﷺ اس طرح کے روزے رکھے ہیں۔(ترمذی، باب ما جاء فی کراهية الوصال فی الصيام، کتاب الصوم) مگر یہ آپ ﷺ کی خصوصیت ہے۔

صوم وصال:...... یہ ہے کہ دو یا زیادہ دنوں کے مسلسل روزے رکھے جائیں، رات میں بھی افطار نہ کیا جائے، نبی ﷺ ایسے روزہ رکھتے تھے، آپ ﷺ کا عمل دیکھ کر بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی صوم وصال رکھا تو آپ ﷺ نے منع فرمایا، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ تو صوم وصال رکھتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے میرا رب کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔(تحفۃ الالمعی ص۱۵۲ ج۳)

ہر حالت میں قربانی کا وجوب حضور ﷺ کی خصوصیت ہے

تیسری مثال:......قربانی امیر پر واجب ہے غریب پر نہیں، حضور اکرم ﷺ پر ہر حالت میں قربانی ضروری تھی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ: رسول کریم ﷺ نے

فرمایا: مجھ پر (ہر حالت میں) قربانی فرض کی گئی ہے (خواہ میں مالی استطاعت رکھوں یا نہ رکھوں) جبکہ تمہارے اوپر اس طرح فرض نہیں ہے (بلکہ ایسی حالت میں فرض ہے جب تم مالی استطاعت رکھو۔ نیز مجھ کو چاشت کی نماز کا حکم (وجوب کے طور پر) دیا گیا ہے، جبکہ تمہیں نہیں دیا گیا ہے (بلکہ اس نماز کو تمہارے لئے صرف سنت قرار دیا گیا ہے)۔

(رواہ دار قطنی، مشکوۃ، باب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔ مظاہر حق ص ۳۳۴ ج ۵)

نو ماہ کے بکرے کی قربانی کا جائز ہونا خصوصیت ہے سنت نہیں

چوتھی مثال:......حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کے ماموں حضرت ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ کے لئے نو ماہ کے بکرے کی قربانی کی آپ ﷺ نے اجازت دی، یہ ان کی خصوصیت تھی، حدیث ہے مگر سنت نہیں۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی ﷺ نے عید قربان میں نماز کے بعد خطبہ دیا، پس فرمایا: جس نے ہماری طرح نماز پڑھی اور ہماری طرح قربانی کی یعنی عید کے بعد قربانی کی تو اس کی قربانی درست ہوئی، اور جس نے نماز سے پہلے قربانی کی تو اس نے نماز سے پہلے قربانی کی اور اس کی قربانی نہیں ہوئی۔ پس حضرت براء رضی اللہ عنہ کے ماموں ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے اپنی بکری نماز سے پہلے ذبح کر لی اور میں نے خیال کیا کہ آج کھانے پینے کا دن ہے اور میں نے پسند کیا کہ میری بکری میرے گھر میں ذبح کی جانے والی پہلی بکری ہو، (ایک روایت میں ہے کہ: انہوں نے اپنے پڑوسیوں کا بھی تذکرہ کیا، کہ وہ غریب لوگ ہیں، ان میں قربانی کی استطاعت نہیں، اس لئے میں نے خیال کیا کہ جلدی قربانی کر کے ان کو گوشت پہنچاؤں تا کہ وہ بھی رغبت سے کھائیں) پس میں نے اپنی بکری ذبح کر لی اور نماز میں آنے سے پہلے کھا بھی لی، آپ

ﷺ نے فرمایا: تمہاری بکری گوشت کی بکری ہے، یعنی تمہاری قربانی نہیں ہوئی، انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے پاس ایک عناق (ایک سال سے کم عمر کی بکری) ہے جو مجھے دو بکریوں سے زیادہ پسند ہے، پس کیا وہ میری طرف سے قربانی میں کافی ہوجائے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جی ہاں، لیکن آپ کے بعد کسی کی طرف سے کافی نہیں ہوگی۔

(بخاری شریف، باب الاکل یوم النحر، کتاب العیدین۔تحفۃ القاری ص۲۸۴ ج۳)

آپ ﷺ کا چار سے زائد نکاح فرمانا خصوصیت ہے، سنت نہیں

پانچویں مثال:......آپ ﷺ نے چار سے زائد نکاح فرمائے اور اس کا ذکر حدیث میں ہے، مگر یہ آپ ﷺ کی خصوصیت ہے، اس لئے سنت نہیں، حدیث ہے۔

حضرت عطاء رحمہ اللہ کی روایت ہے کہ: ہم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے جنازہ میں شریک تھے، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ: آپ نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ ہیں، جب تم ان کی میت اٹھاؤ تو زور زور سے حرکت نہ دینا بلکہ آہستہ آہستہ نرمی کے ساتھ جنازہ کو لے کر چلنا، نبی کریم ﷺ کے نکاح میں نو بیویاں تھیں۔(بخاری، باب کثرۃ النساء، کتاب النکاح۔تفہیم الباری ص۴۲ ج۳)

اور حدیث شریف میں ہے کہ: آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے نہ اپنا نہ اپنی کسی بیٹی کا اس وقت تک نکاح نہیں کیا جب تک جبرئیل امین (علیہ السلام) اللہ عز وجل کے پاس سے وحی لے کر میرے پاس نہیں آگئے۔(عیون الاثر ص۳۰۰ ج۲، سیرۃ المصطفی ﷺ ص۲۸۲ ج۳)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

﴿ اِنَّـا اَحْـلَلْنَا لَکَ اَزْوَاجَکَ الّٰتِیْ اٰتَیْتَ اُجُوْرَھُنَّ ﴾ یعنی ہم نے حلال کردیا آپ ﷺ کے لئے آپ کی سب موجودہ ازواج کو جن کے مہر آپ نے ادا کردیئے ہیں۔ یہ حکم

بظاہر سبھی مسلمانوں کے لئے عام ہے، مگر اس میں وجہ خصوصیت یہ ہے کہ نزول آیت کے وقت آپ ﷺ کے نکاح میں چار سے زیادہ عورتیں موجود تھیں اور عام مسلمانوں کے لئے چار سے زائد عورتوں کو بیک وقت نکاح میں جمع کرنا حلال نہیں، تو یہ آپ ﷺ کی خصوصیت تھی کہ چار سے زیادہ عورتوں کو نکاح میں رکھنا آپ ﷺ کے لئے حلال کر دیا گیا۔ (معارف القرآن ص ۱۸۶ ج ۷، سوارۂ احزاب، آیت نمبر: ۵۰)

تیسری قسم: مصلحت اور اس کی دو مثالیں

آپ ﷺ کا کھڑے ہو کر پیشاب فرمانا مصلحتاً تھا

پہلی مثال:……آپ ﷺ نے بعض کام مصلحت کے لئے کئے' یہ حدیث ہیں مگر سنت نہیں' جیسے آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر پیشاب فرمایا، بیان جواز کے لئے یا بیماری کی وجہ سے، یہ مصلحت تھی، عادت شریفہ یہ نہیں تھی۔(تفصیل صفحہ نمبر:۱۰۲/ پر گذر چکی)

مغرب سے پہلے نفلیں پڑھنا مصلحتاً تھا، سنت نہیں

دوسری مثال:……''بخاری شریف''(کتاب التھجد ، باب ۳۵،حدیث ۱۱۸۳) میں حدیث ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:''صَلُّوا قَبْلَ صَلٰوۃِ الْمَغْرِبِ ''مغرب سے پہلے نفلیں پڑھو، یہ بات دو مرتبہ فرمائی، پھر تیسری مرتبہ''لمن شاء ''بڑھایا'' یعنی مغرب سے پہلے کوئی نفلیں پڑھنا چاہے تو پڑھ سکتا ہے۔راوی عبد اللہ مزنی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: آپ ﷺ نے''لمن شاء ''اس لئے بڑھایا کہ لوگ سنت نہ سمجھ لیں:'کَرَاهِيَةَ اَنْ يَّتَّخِذَهَا النَّاسُ سُنَّةً' اس بات کو ناپسند کرتے ہوئے کہ لوگ اس کو سنت بنا لیں، اس سے معلوم ہوا کہ حدیث اور سنت میں فرق ہے، اور ارشاد پاک:''صَلُّوا قَبْلَ صَلٰوۃِ الْمَغْرِبِ ''یہ مسئلہ کی وضاحت کے لئے تھا، عصر کے فرضوں کے بعد جو نفلوں کی ممانعت ہے، وہ غروب شمس تک ممتد ہے، سورج چھپتے ہی کراہیت ختم ہو جاتی ہے، اب کوئی نفلیں پڑھنا چاہے تو پڑھ سکتا ہے، مگر اس وقت میں نفلیں پڑھنا سنت نہیں، رمضان میں دس منٹ کے بعد نماز کھڑی ہوتی ہے، پس کوئی کھجور سے افطار کر کے نفلیں پڑھنا چاہے تو پڑھ سکتا ہے، لیکن اس کو سنت نہ بنا لیا جائے کہ پورے سال دس منٹ کے بعد مغرب کی نماز کھڑی ہو، مغرب کی نماز میں تعجیل

(جلدی کرنا) مطلوب ہے، پس یہ حدیث: صرف حدیث ہے، سنت نہیں۔ نہ نبی ﷺ نے مغرب سے پہلے کبھی نفلیں پڑھی ہیں اور نہ چاروں خلفاء نے۔

(تحفۃ القاری ص ۵۸ ج ۱ ر و ص ۵۰۴ ج ۳)

خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی سنتیں

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی سنت

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں کچھ قبائل نے زکوۃ کا انکار کیا، ان کو ''مانعین زکوۃ'' کہتے ہیں۔ مانعین زکوۃ کا یہ مطلب نہیں کہ وہ زکوۃ کا انکار کرتے تھے، بلکہ مانعین زکوۃ کہتے تھے کہ ہم اپنی زکوۃ خود اپنے غریبوں میں تقسیم کریں گے' دار الحکومت کو نہیں بھیجیں گے، یہ حضور ﷺ کی خصوصیت تھی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں ان کے ساتھ جنگ کروں گا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کچھ اور تھی، مگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ برابر یہی فرماتے رہے کہ: میں ان سے جنگ کروں گا، مگر جنگ کی نوبت نہیں آئی، وہ لوگ قائل ہو گئے۔

اب مسئلہ طے ہو گیا کہ جو چیزیں شعائر اسلام میں سے ہیں، اگر چہ وہ سنت ہوں، اگر مسلمانوں کی کوئی جماعت بالاتفاق ان شعائر کو ترک کردیں تو ان کے ساتھ جنگ کی جائے گی، اور ان کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ شعائر اسلام کو قائم کریں، مثلاً:

کسی علاقہ کے لوگ طے کرلیں کہ وہ اذان نہیں دیں گے تو اگر چہ اذان دینا سنت ہے، فرض یا واجب نہیں، مگر چونکہ اذان شعائر اسلام میں سے ہے، اس لئے ان کے ساتھ جنگ کی جائے گی اور ان کو اذان دینے پر مجبور کیا جائے گا۔

یا کسی علاقہ کے مسلمان طے کرلیں کہ وہ اپنے بچوں کا ختنہ نہیں کرائیں گے تو اگر چہ ختنہ کرانا اصح قول کے مطابق سنت ہے، مگر شعائر اسلام میں سے ہے، اس وجہ سے ان کو ختنہ کرانے پر مجبور کیا جائے گا۔ یہ سب مسائل حضرت ابوبکرؓ کی سنت سے طے ہوئے۔

دوسری سنت:...... آنحضور ﷺ نے اپنے بعد کوئی خلیفہ نامزد نہیں کیا، حضرت ابوبکر رضی

اللہ عنہ کی خلافت کے اشارے فرمائے ،مگر صراحت نہیں کی، چنانچہ آپ ﷺ کے بعد بالاتفاق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنائے گئے ،لیکن صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد خلیفہ نامزد کیا، ایک پرچہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام لکھا اور بند کر کے لوگوں کے پاس بھیجا اور اس پر بیعت لی، چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہو گئے ،حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد خلیفہ نامزد کرنے کا جو طریقہ اختیار کیا وہ بھی آپ کی سنت ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سنتیں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سنتیں تو بے شمار ہیں، جن کے ذریعہ آپ نے ملک وملت کی تنظیم کی ہے، جیسے باجماعت تراویح کا نظام بنایا۔ حضور ﷺ کے زمانہ میں باجماعت تراویح کا نظام نہیں تھا، لوگ اپنے طور پر تراویح پڑھتے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی اسی طرح چلتا رہا، پھر جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا تو انہوں نے باقاعدہ جماعت کے ساتھ تراویح کا نظام بنایا اور ملت کو منظّم کیا۔

اسی طرح ایک مجلس کی اور ایک لفظ کی تین طلاقوں کو تین قرار دیا اور چور دروازہ بند کر دیا، یہ بھی ملت کی تنظیم ہے۔

علاوہ ازیں: عراق جو لڑ کر فتح کیا گیا تھا اس کی زمینیں مجاہدین میں تقسیم نہیں کیں۔ اور ذمیوں پر جزیہ کی شرح مقرر کی۔ یہ سب باتیں ملک کی تنظیم ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی سنت

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دو زبردست کام کئے ہیں:

ایک:...... جمعہ کی پہلی اذان بڑھائی۔

دوسرا:......قرآن کو سرکاری ریکارڈ سے نکال کر لوگوں کو سونپ دیا اور امت کو لغت قریش پر جمع کیا۔(تفصیل کے لئے دیکھئے!''تحفۃ القاری''ص۶۲ ج۱/اور''تحفۃ الالمعی''ص۶۱ ج۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سنت

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بنتے ہی مسلمانوں میں جنگیں شروع ہوئیں، پہلی جنگ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہوئی، اس جنگ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فوج ہاری، اور مال غنیمت اکٹھا ہوا، اور قیدی بھی پکڑے گئے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی قیدیوں میں تھیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوج نے مال غنیمت کی تقسیم کا مطالبہ کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تقریر کی کہ: اگر مال غنیمت تقسیم ہوگا تو قیدی بھی غلام' باندی بنائے جائیں گے، پس تم میں سے کون منحوس ہے جو اپنی ماں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنی باندی بنائے گا؟ بس سناٹا چھا گیا اور مسئلہ طے ہوگیا کہ اگر مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑیں تو نہ مال: مال غنیمت ہوگا اور نہ قیدی غلام' باندی بنائے جائیں گے، یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سنت ہے۔

سوال:......حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی پیروی کیوں ضروری ہے؟ وہ تو اللہ کے رسول نہیں؟

جواب:......نبی پاک ﷺ نے فرمایا ہے کہ: ان کی پیروی دو وجہ سے ضروری ہے:

ایک:......وہ راشد ہوں گے۔ راشد کے معنی ہیں: راہ یاب۔

دوم:......وہ مہدی ہوں گے۔ مہدی کے معنی ہیں: ہدایت مآب، یعنی ہدایت ان کی گھٹی میں پڑی ہوگی۔

آنحضور ﷺ نے یہ دو سندیں ان کو عطا فرمائی ہیں، اس لئے ان کی بات ماننی

ضروری ہے۔اور ائمہ کی تقلید بھی اسی بنیاد پر کی جاتی ہے کہ وہ پورے دین کے جاننے والے ہیں،انہوں نے کوئی بات اپنی طرف سے نہیں کہی،انہوں نے جو کچھ کہا وہ قرآن وحدیث سے سمجھ کر کہا ہے۔

بہر حال خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی پیروی اس لئے کرنی ہے کہ وہ راہ یاب ٔ ہدایت مآب ہوں گے، پھر حضور ﷺ نے تاکید فرمائی:''تمسّکوا بها''مفرد کی ضمیر لائے ہیں، تثنیہ کی ضمیر نہیں لائے، کیونکہ حضور ﷺ کی سنت کو مضبوط پکڑنے میں تو کسی مسلمان کو تردد نہیں ہوسکتا، ہاں خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی سنتوں کی پیروی میں اشکال ہوسکتا ہے، اس لئے حضور ﷺ نے تاکید فرمائی:''تمسّکوا بها''اور ضمیر کا مرجع اقرب ہوتا ہے، یعنی خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی سنتوں کو مضبوط پکڑو، پھر مزید تاکید فرمائی:''وعضّوا عليها بالنّواجِذ''اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی سنتوں کو ڈاڑھوں سے مظبوط پکڑو، ہاتھوں ہی سے نہیں، ڈاڑھوں سے مظبوط پکڑو۔(تحفۃ القاری از ص۶۰ تا ۶۵)

تتمہ

نوٹ: رسالہ کی تکمیل کے بعد چند باتیں نظر سے گذریں تو ''تتمہ'' کے عنوان سے ان کا اضافہ مناسب سمجھا گیا۔ مرغوب

سنت پر عمل کرنے والا ہدایت یافتہ ہے

(۱)......عن ابن مسعود رضی الله عنه قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : اِنَّ لِكُلِّ عَمَلٍ شِرَّةً ، وَلِكُلِّ شِرَّةٍ فَتْرَةً ، فَمَنْ كَانَتْ فَتْرَتُهُ اِلٰى سُنَّتِىْ فَقَدِ اهْتَدٰى ، وَمَنْ كَانَتْ اِلٰى غَيْرِ ذٰلِكَ فَقَدْ هَلَكَ۔

(فیض القدیر شرح جامع الصغیر ص۶۵۱ ج ۲ ، رقم الحدیث: ۲۴۲۶۔ رواہ ابن حبان ص۴۴، مقدمہ رقم الحدیث:۱۱)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرمایا: ہر عمل کے لئے ایک قوت و ہمت ہوتی ہے اور ہر ہمت کے لئے ایک کمزوری ہوتی ہے، پس جس کی کمزوری سنت کی طرف ہو (یعنی کمزوری کے باوجود سنت پر عمل کرتا رہتا ہو اور سنت کو نہ چھوڑتا ہو) تو وہ ہدایت پا گیا، اور جس کی کمزوری سنت کی طرف نہ ہو (یعنی کمزوری کی وجہ سے سنت کو چھوڑ دے) تو وہ ہلاک ہوگیا۔

سنت کو لازم پکڑو تمہاری حکومت قائم رہے گی

(۲)......كتب عمر رضى الله عنه : الى ابى موسى رضى الله عنه :لا تشتغلوا بالبناء قد كان لكم فى بناء فارس و الرّوم كفاية ، الزموا السنة تبقى لكم الدولة۔

(فیض القدیر شرح جامع الصغیر ص۲۰ ج ۵ ، تحت رقم الحدیث: ۶۲۸۸)

ترجمہ:......حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ کو جو (یمن کے

گورنر تھے) لکھا کہ: تعمیرات میں اپنے کو مشغول نہ کرو، فارس اور روم کی عمارتوں میں تمہارے لئے کافی عبرت ہے، سنت کو لازم پکڑو تمہاری حکومت قائم رہے گی۔

سنت کا مفہوم

شریعت میں جب سنت کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس کا مطلب ہوتا ہے: اللہ کے رسول ﷺ کا وہ عمل جس پر آنحضور ﷺ سے مواظبت یا کم ازکم اکثر اوقات میں اس کا کرنا ثابت ہو، اور بعد میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اس کو اپنا معمول بنایا ہو، کبھی کبھار یا اتفاقیہ طور پر آپ ﷺ نے اگر کسی کام کو کیا ہے تو اس عمل کو سنت نہیں کہا جاتا۔ اللہ کے رسول ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے کھڑے ہوکر پیشاب کیا ہے........ مگر کوئی عاقل مسلمان کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کو سنت نہیں کہہ سکتا ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے روزہ کی حالت میں بعض ازواج کو بوسہ لیا...... مگر کسی عاقل سے اس کی توقع نہ رکھیں کہ وہ روزہ کی حالت میں بیوی کے بوسہ لینے کو سنت کہے گا۔ کبھی کسی عارض کی وجہ سے یا بیان جواز کے لئے آپ ﷺ کوئی کام کرتے تھے، اس کو شرعی سنت نہیں کہا جاتا۔ (دوماہی ''زمزم'' رمضان وشوال ۱۴۲۰ھ، ص ۶۴)

حضرت مولانا ابوبکر صاحب غازیپوری رحمہ اللہ سنت کے مفہوم کو بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

سنت صرف رسول اکرم ﷺ کا طریقہ نہیں بلکہ آپ ﷺ نے خلفائے راشدین کے طور طریق کو بھی سنت فرمایا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ علمائے کرام سنت کی تعریف میں خلفائے راشدین کے طور طریق کو بھی داخل کرتے ہیں۔ حافظ ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’والسنة هی الطریق المسلوک فیشمل ذلک التمسک بما کان علیه هو و خلفائه الراشدون من الاعتقادات والاعمال والاقوال وهذه السنة الکاملة‘‘۔

(جامع العلوم والحکم ص۱۹۱ ج۱)

یعنی سنت اس راہ کا نام ہے جس پر چلا جائے تو جو اعتقادات واعمال اور اقوال اللہ کے رسول ﷺ اور آپ کے خلفاء راشدین کے تھے ان سب کو مضبوطی سے تھام لینا یہ سب سنت میں شامل ہوگا اور کمال سنت کا مفہوم یہی ہے۔

اگر خلفائے راشدین نے کوئی ایسا کام کیا ہو جس کا وجود آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں نہیں تھا تو مسلمان کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ بھی سنت متبعہ ہے، یعنی اس طریقہ کی بھی پیروی کی جائے گی اور اس کا نام بھی سنت ہوگا۔ ’’فتح الباری‘‘ میں ہے:

’’فان کان من الخلفاء الراشدین فهو سنة متبعة‘‘۔(ص۴۴۰ ج۲)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’ما جاء عن الخلفاء الراشدین فهو من السنة‘‘(ص۲۹۱ ج۲،ایضا)

غرض خلفائے راشدین کا قول وعمل مستقل سنت ہے۔ اور اہل سنت وہی قرار پائے گا جو کامل سنت پر عمل پیرا ہو، یعنی آنحضور اکرم ﷺ کی سنتوں کے ساتھ خلفائے راشدین کی بھی سنت پر عمل کرنے والا ہو۔ (ارمغان حق، ص۳۵ ج۱)

مفکر اسلام حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب مدظلہم تحریر فرماتے ہیں:

لفظ سنت کا استعمال

حدیث اپنے عمل کے پہلو سے سنت کہلاتی ہے.....سنت کے لفظی معنی ’’راہ عمل‘‘ کے ہیں۔ اسے واضحہ (شاہراہ) کہا گیا ہے۔

”ایھا الناس قد سنت لکم السنن و فرضت لکم الفرائض وترکتم علی الواضحة“۔(مؤطا امام مالک ص۳۴۹، کتاب الحدود)

حضور کی زبان مبارک سے

جو میری سنت سے منہ پھیرے وہ مجھ سے نہیں۔(صحیح بخاری ص۲ ج۷)

اس حدیث میں آپ ﷺ نے اپنے طریق کو سنت کے لفظ سے بیان فرمایا ہے، اور یہ بھی بتلایا کہ سنت اس لئے ہے کہ امت کے لئے نمونہ ہو اور وہ اسے سند سمجھیں، جو آپ ﷺ کے طریقے سے منہ پھیرے اور اسے اپنے لئے سند نہ سمجھے وہ آپ ﷺ کی جماعت میں سے نہیں ہے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے کسی کو حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے بلانے کے لئے بھیجا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ ﷺ نے کہا: اے عثمان! کیا تم میری سنت سے ہٹنا چاہتے ہو؟ انہوں کہا: نہیں خدا کی قسم اے اللہ کے رسول، بلکہ میں آپ کی سنت کا طلب گار ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں سوتا بھی ہوں اور نماز کے لئے جاگتا ہوں، روزے بھی رکھتا ہوں اور انہیں چھوڑتا بھی ہوں۔(سنن ابوداؤد ص۵۱۳ ج۱)

حضور اکرم ﷺ نے حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ کو فرمایا: جس نے میری کوئی سنت زندہ کی جو میرے بعد چھوڑ دی گئی ہو تو اسے ان تمام لوگوں کے برابر اجر ملے گا جو اس پر عمل کریں گے بغیر اس کے کہ عمل کرنے والوں کے اجر میں کوئی کمی ہو، اور جس نے کوئی غلط راہ نکالی جس پر اللہ اور اس کے رسول کی رضامندی موجود نہیں تو اسے تمام لوگوں کے گناہوں کا بوجھ ہوگا جو اس پر عمل کریں گے، بغیر اس کے کہ ان کے بوجھ میں کوئی کمی

آئے۔(ھذا حدیث حسن، جامع ترمذی ص۹۲ ج ۲)

اس حدیث میں دین کی فروعی باتوں کو بھی سنت کہا ہے، اور انہیں زندہ رکھنے کی تقلین کی ہے۔

ناممکن ہے کہ کل مسلمان کسی سنت سے نا آشنا رہیں۔امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"نعلم ان المسلمین کلھم لا یجھلون السنة"۔(کتاب الام ص۲۶۵ ج ۷)

ہم یقینی طور پر جانتے ہیں کہ سارے کے سارے مسلمان کبھی بھی سنت سے نا آشنا نہیں رہ سکتے۔

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میرے بعد تم بہت سے اختلافات دیکھو گے اور لوگ نئی نئی باتیں نکالیں گے، تم میں سے جو ان حالات کو پائے اسے چاہئے کہ میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی سنت کو لازم پکڑے۔

خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی پیروی صرف ان کی خلافت کی وجہ سے نہ تھی، بلکہ ان کے تعلق بالرسالة کی اساس پر تھی، ان کے اعمال اور فیصلوں میں حضور اکرم ﷺ کی تعلیم کی ہی جھلک اور آپ ﷺ کی بعض مجمل ہدایات کی ہی تفصیل اور تعمیل تھی۔

سو آنحضرت ﷺ نے لفظ سنت کے اس استعمال کو صرف خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے لئے ہی خاص نہیں رکھا، اسے دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف بھی نسبت فرمایا،

سنت کی نسبت دوسرے صحابہ کی طرف

آپ ﷺ کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ایک عمل کی اطلاع ملی، آپ ﷺ نے اسے ان الفاظ میں پروانۂ منظوری دیا:

''ان ابن مسعود سن لکم سنة فاستنوا بها''

بیشک ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے تمہارے لئے ایک سنت قائم کی ہے تم اس پر چلو۔

(المصنف لعبدالرزاق ص۲۲۹ ج۲)

ایک دفعہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے ایک عمل کے بارے میں فرمایا:

''ان معاذا سن لکم سنة کذلک فافعلوا''۔(سنن ابی داؤد ص۷۴ ج۱)

بے شک معاذ رضی اللہ عنہ نے تمہارے لئے ایک سنت قائم کر دی ہے، اسی طرح تم اس پر عمل کرو۔

لفظ سنت کا استعمال صحابہ کی زبان سے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایک موقعہ پر فرماتے ہیں:

''ولو انکم صليتم فی بيوتکم کما يصلی هذا المتخلف لترکتم سنة نبيکم، ولو ترکتم سنة نبيکم لضلتم''۔(صحیح مسلم ص۲۳۲ ج۱)

اور اگر تم اپنے گھروں میں نماز پڑھ لیا کرو جیسا کہ یہ پیچھے رہ جانے والا کر رہا ہے تو تم اپنے نبی کی سنت چھوڑ دو گے، اور تم نے اپنے نبی کی سنت چھوڑ دی تو تم گمراہ ہو جاؤ گے۔

حصین بن المنذر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: جب ولید کو حد مارنے کے لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا تو میں وہاں موجود تھا، آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ: ولید کو کوڑے لگائیں، انہوں نے اپنی بیٹے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے کہا کہ: وہ کوڑے لگائیں، انہوں نے عذر کیا تو پھر آپ نے عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے کہا: وہ ولید پر حد جاری کریں، حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کوڑے لگاتے جاتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ گنتے جاتے تھے، جب چالیس ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ

عنہ نے فرمایا: بس یہیں تک، اور فرمایا:

’’جلد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اربعین وابو بکر اربعین وعمر ثمانین وکل سنۃ‘‘

آنحضرت ﷺ نے (شراب پینے والے پر) چالیس کوڑوں کا حکم فرمایا، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بھی چالیس کوڑوں کا ہی حکم دیتے رہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی کوڑوں کا حکم دیا، اور ان میں سے ہر ایک حکم سنت شمار ہوگا۔ (صحیح مسلم ص۷۲ ج۲)

سنت اور حدیث میں فرق

سنت کا لفظ عمل متوارث پر آتا ہے اس میں نسخ کا کوئی احتمال نہیں رہتا۔ حدیث کبھی ناسخ ہوتی ہے کبھی منسوخ، مگر سنت کبھی منسوخ نہیں ہوتی، سنت ہے ہی وہ جس میں توارث ہو اور تسلسل تعامل ہو۔...... حدیث کبھی ضعیف بھی ہوتی ہے کبھی صحیح، یہ صحت وضعف کا فرق ایک علمی مرتبہ ہے، ایک علمی درجے کی بات ہے، بخلاف سنت کے کہ اس میں ہمیشہ عمل نمایاں رہتا ہے، یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں نے مسلک کے لحاظ سے اپنی نسبت ہمیشہ سنت کی طرف کی ہے اور اہل سنت کہلاتے ہیں۔ حدیث کی طرف نسبت ہوئی اس سے ان کا محض ایک علمی تعارف ہوتا رہا ہے، اور اس سے مراد محدثین سمجھے گئے ہیں۔ مسلکا اہل سنت شمار ہوتے ہیں۔ (آثار الحدیث ص۶۲ ج۱)

استنجاء کے بعد وضو کرنا حدیث ہے سنت نہیں

(۳)......عن عائشة قالت : بال رسول الله صلى الله عليه وسلم فقام عمر خلفه بكوزٍ من ماء ، فقال : ما هذا يا عمر ! فقال : هذا ماء تتوضّأ به ، قال : ما اُمرتُ كلّما بُلتُ ان اتوضأ ، ولو فعلتُ لكانت سنّةً۔

(ابوداؤد، باب فی الاستبراء ، کتاب الطهارة ، رقم الحديث:۴۲۔ابن ماجہ، باب من بال ولم يمس ماء ، كتاب الطهارة ، رقم الحديث:۳۲۷)

ترجمہ:......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے پیشاب فرمایا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے پانی کا پیالہ لے کر کھڑے ہو گئے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے عمر! یہ کیا ہے؟ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ: یہ وضو کے لئے پانی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا کہ جب پیشاب کروں تو وضو بھی کروں، اور اگر میں ایسا کروں تو یہ عمل سنت ہو جائے گا۔

تشریح:......اس حدیث میں بہت واضح طور پر ہے کہ: سنت اور حدیث میں فرق ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر میں ہر وقت پیشاب کے بعد وضو کروں تو یہ عمل سنت ہو جائے گا، حالانکہ حدیث میں ہر وقت باوضو رہنے کے فضائل آئے ہیں، وہ احادیث ہیں سنت نہیں۔

(۴)......عن عائشة رسول الله صلى الله عليه وسلم : كان اذا خرج من الخلاء توضا۔

(مجمع الزوائد ص ۲۳۳ ج ا، باب الدوام على الطهارة ، كتاب الطهارة ، رقم الحديث:۱۲۴۳)

ترجمہ:......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ جب بیت الخلاء

سے تشریف لاتے وضوفرماتے۔

(۵)......عن ثوبان قال : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : استقیموا ولن تُحصوا واعلموا انّ خیر اعمالکم الصلوة ، ولا یحافظ علی الوضوء الا مؤمن۔

(ابن ماجہ، باب المحافظة علی الوضوء ، کتاب الطهارة ، رقم الحدیث:۲۷۷)

ترجمہ:......حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا: ٹھیک ٹھیک چلتے رہو، اور (دیکھو) تم راہ راست پر ٹھیک ٹھیک چلنے کا پورا حق بھی ادا نہیں کرسکوگے(اس لئے لامحالہ اعمال خیر میں سے بہتر سے بہتر اوراپنی طاقت وہمت کے بقدراعمال چھانٹنے ہوں گے، اوراس انتخاب کے لئے) اچھی طرح جان لوکہ تمہارے اعمال میں سب سے بہتر عمل نماز ہے،اور وضوکی پوری پوری نگہداشت بس مؤمن بندہ ہی کرسکتا ہے۔

تشریح:......وضوکی نگہداشت اوراس کے اہتمام میں ہرعضوکواچھی طرح آداب ومستحبات کی رعایت کرتے ہوئے دھونا بھی شامل ہے، اوراکثر اوقات باوضور ہنا بھی وضوکے اہتمام ہی میں داخل ہے،اورظاہر ہے کہ بدن کی پاکی کااس قدراہتمام وہی کرسکتا ہے جس کی روح بھی پاک اورنورایمان سے منورہو۔(انتخاب الترہیب والترغیب ص۴۳۴ ج۱)

(۶)......یا بنی ! ان استطعت ان لا تزال علی الوضوء ، فانه من أتاه الموت وهو علی وضوء اعطی الشهادة (عن انس)۔

(مجمع الزوائدص۳۳۲ ج۱، فضائل الوضوء ، الطهارة ، رقم الحدیث:۲۶۰۶۲)

ترجمہ:......حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا: اے بیٹے! اگرتم سے ہوسکے تو ہمیشہ باوضور ہا کرو،اس لئے کہ جسے وضوکی حالت میں موت

نصیب ہوتی ہے تو اسے شہادت کی نعمت دی جاتی ہے۔

قبر پر شاخ گاڑنا حدیث ہے سنت نہیں

(۷)......عن ابن عباس رضی الله عنهما قال : مرّ النبی صلی الله علیه وسلم بحائط من حیطان المدینة أو مکة ، فسمع صوت انسانین یُعذَّبانِ فی قبورهما ، فقال النبی صلی الله علیه وسلم : یُعذّبان ، وما یُعذَّبان فی کبیر، ثم قال : بلی ،کان احدُهما لا یستتر من بوله ، وکان الآخر یمشی بِالنَّمیمة ، ثم دعا بجریدةٍ فکسرها کِسُرتین فوضع علی کلّ قبر مّنهما کِسرة ، فقیل له : یا رسول الله ! لِمَ فعلتَ هذا ؟ قال صلی الله علیه وسلم : لعلّه ان یُخفَّف عنهما ما لم یَیْبسا أو الی ان ییبسا۔

(بخاری، باب من الکبائر ان لا یستتر من بوله ، کتاب الوضوء ، رقم الحدیث:۲۱۶)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: نبی کریم ﷺ مکہ مکرمہ یا مدینہ منورہ کے باغات میں سے کسی باغ کے پاس سے گذرے تو آپ ﷺ نے دو انسانوں کی آوازیں سنیں، جنہیں ان کی قبروں میں عذاب دیا جارہا تھا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ان دونوں کو عذاب دیا جارہا ہے، اوران کو کسی بڑی چیز میں عذاب نہیں دیا جارہا ہے، پھر فرمایا: کیوں نہیں، ان میں سے ایک پیشاب کے قطروں سے نہیں بچتا تھا، اور دوسرا چغلی کھاتا تھا، پھر آپ ﷺ نے درخت کی ایک شاخ منگائی اوراس کے دوٹکڑے کیے، اور ہر قبر پر ایک ایک ٹکڑا رکھ دیا، آپ ﷺ سے پوچھا گیا: یارسول اللہ! آپ نے ایسا کیوں کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تک یہ خشک نہیں ہوں گے ان کے عذاب میں تخفیف کردی جائے گی۔

تشریح:......حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے اس باب میں قول فیصل یہ بیان

فرمایا ہے کہ: حدیث سے ثابت ہونے والی ہر چیز کو اسی حد پر رکھنا چاہئے جس حد تک وہ ثابت ہے، حدیث میں ایک یا دو مرتبہ شاخ گاڑنا تو ثابت ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ احیانا ایسا کرنا جائز ہے، وعلیہ یحمل قول الشیخ السھارنفوری ،لیکن یہ کہیں ثابت نہیں ہوتا کہ حدیث باب کے علاوہ حضور اکرم ﷺ نے کسی اور شخص کی قبر پر ایسا فرمایا ہو، اسی طرح حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور صحابی سے یہ منقول نہیں کہ انہوں نے قبر پر شاخیں گاڑنے کو اپنا معمول بنالیا ہو، یہاں تک کہ حضرت ابن عباس اور حضرت ابن جابر رضی اللہ عنہم سے بھی جو اس حدیث کے راوی ہیں ، یہ منقول نہیں کہ انہوں نے تخفیف عذاب کے لئے یہ طریقہ اختیار کیا ہو، اس سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہو جاتی ہے کہ یہ عمل اگر چہ جائز ہے، لیکن سنت جاریہ اور عادت مستقلہ بنانے کی چیز نہیں: فالحق ان یعطی کل شیء حقہ ولا یجاوز عن حدہ ، وھو الفقہ فی الدین ، واللہ اعلم بالصواب ۔(درس ترمذی ص ۲۸۶ ج ۱، باب التشدید فی البول ۔انعام الباری ص ۳۴۶ ج ۲)

مراجع

نمبر	نام کتاب	مصنف
۱	قرآن کریم	
۲	معارف القرآن.............	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ.........
۳	بخاری شریف...........	امیر المؤمنین فی الحدیث محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ
۴	ترمذی شریف...........	امام محمد بن عیسی بن سورۃ ترمذی رحمہ اللہ...........
۵	مشکوۃ شریف............	شیخ ابو عبد اللہ محمد ولی الدین خطیب عمری طبریزی رحمہ اللہ
۶	تحفۃ القاری...............	حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری مدظلہم
۷	تفہیم البخاری.............	حضرت مولانا ظہور الباری اعظمی مدظلہم.............
۸	تحفۃ الالمعی...............	حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری مدظلہم
۹	الرفیق الفصیح..............	حضرت مولانا مفتی فاروق صاحب میرٹھی مدظلہم....
۱۰	الشفا بتعریف حقوق المصطفی.	شیخ القاضی عیاض ابو الفضل عیاض بن موسی رحمہ اللہ.
۱۱	آثار الحدیث..............	حضرت مولانا علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب مدظلہم...
۱۲	سیرۃ المصطفی ﷺ..........	حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ
۱۳	حدیث اور سنت کا فرق.....	حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب اوکاڑوی رحمہ اللہ
۱۴	علمی خطبات...............	حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری مدظلہم
۱۵	رسالہ دوماہی ''زمزم''.......	مدیر حضرت مولانا ابوبکر صاحب غازیپوری رحمہ اللہ
۱۶	فیروز اللغات..............	حضرت مولانا فیروز الدین صاحب رحمہ اللہ.......

بحث ونظر بر نقد ونظر

راقم کے رسالہ ”حدیث وسنت میں فرق“ کی طباعت کے بعد دار العلوم دیو بند کے استاذ حدیث حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی مدظلہم نے ”نقد ونظر“ کے نام سے اس کا رد لکھا، اس کے جواب میں یہ عریضہ (جو بعد میں رسالہ کی شکل میں مرتب کیا گیا) لکھا گیا۔ اس میں ثابت کیا گیا ہے کہ سنت وحدیث میں فرق ہے، اور اس فرق کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیۃ

عرض مرتب

راقم الحروف نے حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری مدظلہم اور حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ کے افادات کو سامنے رکھ کر ایک رسالہ ”حدیث اور سنت میں فرق“ ترتیب دیا تھا، جس میں اس بات کو مثالوں سے واضح کیا گیا تھا کہ حدیث اور سنت میں فرق ہے، اور اس فرق کو نہ سمجھنے ہی کی وجہ سے ایک طبقہ غلط فہمی کا شکار ہوا، اگر ان کے سامنے یہ فرق آجائے تو امید ہے کہ وہ اپنے مسلک پر نظر ثانی کرے۔

وہ رسالہ جب شائع ہوا تو حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی مدظلہم (استاذ حدیث دار العلوم دیوبند) نے اس کا رد بنام ”نقد ونظر“ تحریر فرمایا۔ مجھے نہ اپنے رسالہ کی طباعت کا علم ہوا اور نہ اس کے رد کا۔ اچانک ایک دن حضرت مولانا سلیم دھورات صاحب مدظلہم کے پاس بیٹھا ہوا تھا، انہوں نے یہ رسالہ دکھایا اور فرمایا: اسے دیکھا ہے؟ میں نے نفی میں جواب دیا، تو انہوں نے فرمایا کہ: یہ تیرے رسالہ کے رد میں ہے، اور مرتب مدظلہم نے میرے اور تیرے لئے ایک ایک نسخہ ہدیۃً ارسال فرمایا ہے۔ راقم نے اسے پڑھا تو بعض وجوہ سے یہ خیال آیا کہ اس پر کچھ بھی نہ لکھا جائے اور نہ ان کو کوئی جواب دیا جائے، مگر کچھ دوستوں کا کہنا تھا کہ: ایک مرتبہ موصوف کی خدمت میں جواب دینا چاہئے، اس لئے راقم نے بڑے ادب کے ساتھ ان کی خدمت میں چند گذارشات ایک عریضہ میں لکھ دیں، اب اسی عریضہ کو رسالہ کی شکل میں شائع کیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالی اس رسالہ کو قبول فرمائے، اور غلط فہمیوں کو دور فرمائے، اور ہم سب کو حق کی اتباع اور حق پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، اور نفسانی خواہش اور عصبیت کے مہلک مرض سے بچا کر اسلامی اخوت اور اتحاد کی دولت سے مالا مال فرمائے، آمین۔

مرغوب احمد لاجپوری

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله و کفی ، و سلام علی عبادہ الذین اصطفی ، اما بعد !

از: مرغوب احمد لاجپوری' ڈیوزبری

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی صاحب مدظلہم

السلام علیکم ورحمة الله و برکاته

امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔ میں بھی اللہ تعالی کے فضل وکرم سے خیریت سے ہوں اورآپ کی خیرو عافیت کا بارگاہ ایزدی میں خواہاں ہوں۔غرض تحریر اینکہ آنجناب کا رسالہ ''نقد ونظر'' موصول ہوا۔اس میں راقم کے رسالہ'' حدیث وسنت میں فرق'' کارد ہے۔ مطالعہ کے بعد جو باتیں ذہن میں آئیں ان میں چند باتوں پر اظہار خیال ضروری سمجھتا ہوں:

(۱)......حضرت ! میرا علمی حدود اربعہ کچھ نہیں ، ایک طفل مکتب ہوں، البتہ اپنے اکابر کی کتابوں کے مطالعہ کا کچھ شوق وذوق ضرور رکھتا ہوں۔

کیا کسی کے رد میں فوراً رسالہ شائع کردینا مناسب ہے؟

(۲)......حضرت ! میں بھی مسلک دیوبند ہی کا ایک ادنی فرد ہوں،اس لئے آپ کو اگر میری کسی بات میں کوئی فروگذاشت نظر آئی تو مناسب تھا کہ اولاً آپ مجھ سے براہ راست خط و کتابت فرماتے اور اپنے دلائل اور میرے نظریات پر جو اشکالات ہوتے ان کو تحریر فرمادیتے تاکہ میں خود ان کو پڑھ کر قابل اصلاح سمجھتا تو خود ہی رجوع کرکے مسئلہ کی وضاحت کردیتا۔ آپ نے بجائے اس کے رسالہ ہی شائع کردیا اور مجھے آپ کے اشکالات کو پڑھنے اور غور کرنے کا موقع نہیں دیا، میں اسے حضرت والا کا تسامح سمجھتا ہوں،

(۳)......آپ کی تحریر کا انداز ایسا لگا جیسے آپ کسی فرق باطلہ کے نظریات کے حامل سے مخاطب ہورہے ہیں، میں نے دو بزرگوں کی تحقیق کے سلسلہ میں چند باتیں جمع کی تھیں، آپ کو اگر اس کا رد بھی کرنا تھا تو کم از کم یہ تو خیال فرماتے کہ میں اپنے ہی ہم مسلک کا جواب لکھ رہا ہوں۔

ہم مسلک اور گمراہوں کے رد میں فرق نہیں ہونا چاہئے؟

(۴)......کسی کا رد اگر آپ ایسے جملوں سے کریں، جن میں طنز آمیز جملے، اور مزاحیہ کلمات اور اس کی تحقیر پر مشتمل الفاظ اور موقع کی مناسبت سے اشعار وغیرہ ہوں تو وہ تحریر بجائے اصلاح کے ضد پیدا کرنے کا ذریعہ ہوسکتی ہے۔

(۵)......حضرت والا! آپ تو دار العلوم جیسے ادارے کے استاذ حدیث ہیں، آپ کے قلم میں احتیاط کا پہلو از حد ہونا چاہئے۔

(۶)......انشاء اللہ میں پوری کوشش کروں گا کہ عریضہ میں آپ کے ادب ومرتبہ کا پورا پاس ولحاظ رکھوں، اللہ تعالی مجھے اس کی توفیق عطا فرمائے۔

(۷)......مخالف کا رد بھی اس طریقہ سے کیا جانا چاہئے کہ وہ اپنی غلطی پر خالی الذہن ہو کر سوچنے پر مجبور ہو، نہ کہ جواب دہی اور جواب علی الجواب پر اتر آئے۔

مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کا قادیانیت کے رد میں بھی ناصحانہ طرز

(۸)......حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے رد قادیانیت پر اپنی معرکۃ الآراء کتاب ''ختم نبوت'' تحریر فرمائی، اس میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

''اس مرتبہ اہتمام کیا گیا کہ مناظرانہ عنوان چھوڑ کر ناصحانہ عنوان اختیار کیا گیا، تاکہ وہ لوگ جو کسی شبہ میں مبتلا ہو کر اس مسئلہ میں غلطی کا شکار ہوئے ہیں دلچسپی کے ساتھ پڑھ سکیں،

اوران کے احساسات مجروح نہ ہوں ، شاید اللہ تعالی اس کوان کے لئے بھی ذریعۂ ہدایت بنادیں‘‘۔

غور کرنے کا موقع ہے کہ قادیانی تک کو کس انداز سے حضرت نے مخاطب ہونے کی تصریح فرمائی ہے، ہم اپنوں سے اختلاف میں حد سے بڑھ جاتے ہیں۔

(۹)......حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری دامت برکاتہم (شیخ الحدیث وصدر المدرسین دارالعلوم دیوبند) اور مناظر اسلام حضرت مولانا امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ کی تحریر وتقریر سے میں نے جو سمجھا اس کو مثالوں سے واضح کر کے یہ رسالہ ترتیب دیا۔اور میں ابھی بھی اس رسالہ کے مضامین کو صحیح اور درست سمجھتا ہوں۔

حدیث اور سنت میں فرق نہ ہوتو کیا ان احادیث پر عمل کیا جائے گا؟

(۱۰)......حضرت! آپ بتلائے کہ حدیث اور سنت میں فرق نہ ہوتو کیا کھڑے ہوکر پیشاب کرنا جیسے حدیث ہے سنت بھی ہوگا؟ سنت پر تو عمل کی ترغیب دی جائے گی اور ترک سنت پر سخت وعیدیں بھی آئی ہیں،تو کیا کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کی ترغیب دی جائے گی؟ اور کھڑے ہوکر پیشاب نہ کرنے پر وعید ہوگی؟اور کیا وضو کے بعد بیوی کا بوسہ لینا حدیث ہے تو کیا سنت بھی ہے؟اور اس پر عمل کی ترغیب دی جائے گی؟اور روزہ کی حالت میں بیوی کا بوسہ لینا حدیث ہے،تو کیا سنت بھی کہا جائے گا؟اور اس کی ترغیب دی جائے گی؟اور جوتا پہن کر نماز پڑھنا حدیث ہے تو کیا سنت بھی ہوگا؟اور اس پر عمل کی ترغیب دی جائے گی؟اور آپ ﷺ نے منبر پر نماز پڑھی یہ حدیث ہے،تو کیا اسے سنت بھی کہا جائے گا؟اور اس پر عمل کی ترغیب بھی دی جائے گی؟اور آپ ﷺ نے بچّی کو اٹھا کر نماز پڑھی، یہ حدیث ہے،تو کیا اسے سنت بھی کہا جائے گا؟اور اس پر عمل کی ترغیب بھی دی جائے

گی؟ایک کپڑے میں نماز پڑھنا حدیث میں آیا ہے،تو کیا اسے سنت بھی کہا جائے گا؟اور اس پر عمل کی ترغیب دی جائے گی؟اور آپ ﷺ نے عیدگاہ میں قربانی فرمائی، یہ حدیث ہے،تو کیا اسے سنت بھی کہا جائے گا؟اور اس پر عمل کی ترغیب دی جائے گی؟

کھڑے ہوکر پانی پینا حدیث ہے' سنت نہیں

آپ ﷺ نے کھڑے ہوکر پانی نوش فرمایا۔

(بخاری، باب الشرب قائما ، کتاب الاشربة ، رقم الحدیث:۵۲۲۹/۵۲۹۳)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے : کنّا نأکل علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم ونحن نمشی ' ونشرب ونحن قیام۔

(ترمذی، باب ما جاء فی النهی عن الشرب قائما ، کتاب الاشربة ، رقم الحدیث:۱۸۸۰)

عمرو بن شعیب عن جدہ رضی اللہ عنہم کی حدیث میں ہے :رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم یشرب قائما و قاعدا۔

(ترمذی، باب ما جاء فی الرخصة فی الشرب قائما ، کتاب الاشربة ، رقم الحدیث:۱۸۸۳)

اس کے برخلاف کئی روایات میں کھڑے ہوکر پانی پینے سے آپ ﷺ نے منع فرمایا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے : ان النبی صلی الله علیه وسلم زجر عن الشرب قائما ۔اور دوسرے طریق میں الفاظ یہ ہیں:'' نهی ان یشرب الرجل قائما ''۔(مسلم، باب کراهیة الشرب قائما ، کتاب الاطعمة ، رقم الحدیث:۲۰۲۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: لا یشربنّ احد منکم قائما فمن نسی فلیستقیء۔

(مسلم، باب کراهیة الشرب قائما ، کتاب الاشربة ، رقم الحدیث:۲۰۲۶)

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن الشرب قائما۔

(ترمذی، باب ما جاء فی النھی عن الشرب قائما ، کتاب الاشربة ، رقم الحدیث:۱۸۸۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ: آپ ﷺ نے ایک آدمی کو کھڑے ہوکر پانی پیتے دیکھا تو فرمایا: قے کرلو، انہوں نے وجہ پوچھی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم کو یہ پسند ہے کہ بلی تمہارے ساتھ پانی پیئے؟ انہوں نے کہا: نہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: قد شرب معک من هو اشر منه الشیطان۔

(مسند احمد بن حنبل ص۳۰۱ ج۲، رقم الحدیث:۸۰۰۳)

جب کسی امر کے متعلق احادیث متعارض ہوجائیں تو اس میں عموماً تین طریقے اختیار کئے جاتے ہیں: نسخ، ترجیح اور تطبیق، حضرات محدثین نے ان احادیث میں بھی یہی تین باتیں کہی ہیں:

(۱)...... چنانچہ ابوبکر اثرم رحمہ اللہ نے احادیث جواز کو احادیث نہی پر ترجیح دی ہے، اور کہا ہے کہ: احادیث جواز احادیث نہی کے مقابلے میں اقوی اور اثبت ہیں۔

(فتح الباری ص۱۰۳ ج۱۰)

(۲)...... احادیث نہی، احادیث جواز سے منسوخ ہوگئی ہیں، یعنی پہلے کھڑے ہوکر پانی پینے کی ممانعت تھی، لیکن بعد میں یہ ممانعت منسوخ ہوگئی: فکان آخر الامرین من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الشرب قائما، کما شرب فی حجة الوداع۔

(فتح الباری ص۱۰۴ ج۱۰۔ عون المعبود ص۱۸۱ ج۱۰، باب فی الشرب قائما ، کتاب الاشربة)

علامہ ابن حزم رحمہ اللہ نے اس کے بالکل برعکس مسلک اختیار کیا ہے، اور کہا ہے کہ: احادیث جواز احادیث نہی سے منسوخ ہیں، یعنی پہلے اجازت تھی، پھر وہ اجازت منسوخ

ہوگئی۔(فتح الباری ص۱۰۴ج۱۰،عمدۃ القاری ص۱۹۳ج۲۱۔بذل المجہود ص۵۰ج۱۶)

(۳)......اکثر علماء نے دونوں قسم کی احادیث میں تطبیق دی ہے،اور یہ تطبیق دوطرح سے دی گئی ہے:

(الف)......ائمہ اربعہ اور اکثر فقہاء نے دونوں قسم کی احادیث میں تطبیق دیتے ہوئے فرمایا کہ: احادیث نہی سے تنزیہی مراد ہے' جو جواز کے منافی نہیں،یعنی کھڑے ہوکر پانی پینا مکروہ تنزیہی ہے،تاہم دوسری احادیث کی وجہ سے اس کا جواز ہے۔

(ب)......امام طحاوی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ: احادیث نہی ضرر اور احادیث جواز اباحت شرعیہ پر محمول ہیں،چنانچہ علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ ''رد المحتار ''میں فرماتے ہیں:

''وجنح الطحاوی الی انه لا بأس به ، وان النهی لخوف الضرر لاغیر''۔

(رد المحتار ص۹۶ج۱، مطلب : فی مباحث الشرب قائما ، کتاب الطهارة)

یعنی بسا اوقات کھڑے ہوکر پانی پینا مضر صحت ہوتا ہے،اس لئے حضور اکرم ﷺ نے منع فرمایا، فهو امر ارشادی طبی لا شرعی۔(الابواب والتراجم ص۹۷ج۲)

یہ تمام اختلافات کھڑے ہوکر پانی پینے کے جواز اور عدم جواز میں ہیں۔باقی اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ بیٹھ کر پانی پینا افضل ہے اور حضور اکرم ﷺ کا طریقہ معتاد بیٹھ کر ہی پانی پینے کا تھا۔قال ابن القیم رحمه الله فی زاد المعاد : وکان من هدیه صلی الله علیه وسلم ، و هذا کان هدیه المعتاد۔

(زاد المعاد ص۲۲۹ج۴۔کشف الباری ص۴۲۹،کتاب الاشربة)

وضو میں اعضاء کو ایک بار دھونا' دوبار دھونا حدیث ہے سنت نہیں

حدیث شریف میں ہے کہ: آپ ﷺ نے وضو میں اعضاء کو ایک بار دھویا۔

عن ابن عباس رضی الله عنهما قال : توضأ النبی صلی الله علیه وسلم مرة مرة۔

(بخاری، باب الوضوء مرة مرة ، کتاب الوضوء ، رقم الحدیث:۱۵۷)

ایک حدیث شریف میں ہے کہ: آپ ﷺ نے وضوء میں اعضاء کو دو دو بار دھویا۔

عن عبد الله بن زید رضی الله عنه : ان النبی صلی الله علیه وسلم توضا مرتین مرتین۔(بخاری، باب الوضوء مرتین مرتین ، کتاب الوضوء ، رقم الحدیث:۱۵۸)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ایک طویل روایت میں آپ ﷺ کا اعضاء وضو کو تین تین بار دھونا آیا ہے۔(بخاری، باب الوضوء ثلاثا ثلاثا ، کتاب الوضوء ، رقم الحدیث:۱۵۷)

ان روایات میں تین طریقے بیان کئے گئے ہیں۔ بتلانا یہ ہے کہ فرض ایک مرتبہ دھونا ہے اور سنت تین مرتبہ دھونا ہے، اور دو مرتبہ بھی جائز ہے۔(انعام الباری ص ۲۶۸ ج ۲)

اسی طرح جو احادیث منسوخ ہیں مثلا: مامست النار سے وضو کرنا، ابتدائے اسلام میں نماز میں بات کرنے کی احادیث، امام بیٹھ کر نماز پڑھائے تو مقتدی بھی بیٹھ کر نماز پڑھیں، یہ حدیثیں ہیں، کیا ان کو سنت بھی کہا جائے گا؟ اور ان کو سنت کہہ کر ان پر عمل کی ترغیب دی جائے گی؟

اسی طرح آپ ﷺ کی خصوصیات کی حدیثیں، مثلا: آپ ﷺ کا مسلسل روزے رکھنا' آپ ﷺ پر ہر حالت میں چاہے مال ہو چاہے نہ ہو' قربانی کا واجب ہونا' حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ کو نو ماہ کے بکرے کی قربانی کی اجازت مرحمت فرمانا' آپ ﷺ کا چار سے زائد نکاح فرمانا وغیرہ حدیثیں ہیں، کیا ان کو سنت بھی کہا جائے گا؟ اور ان کو سنت کہہ کر ان پر عمل کی ترغیب دی جائے گی؟

حضرت! ''بخاری شریف'' کی اس روایت پر بھی نظر ڈالئے گا، جس میں صراحۃً آپ

ﷺ نے دومرتبہ ارشاد فرمایا کہ:''صلّوا قبل المغرب ''مغرب کی نماز سے پہلے نماز پڑھو، پھر تیسری مرتبہ فرمایا:''لمن شاء ''جو چاہے، یہ آپ ﷺ نے''لمن شاء '' کیوں ارشاد فرمایا؟ راوی خود فرماتے ہیں کہ:''کراھیة ان یتخذھا الناس سنة ''لوگ اس کو سنت نہ بنالیں۔(بخاری، باب الصلاۃ قبل المغرب ، رقم الحدیث:۱۱۸۳)

یہ روایت وضاحت سے بتارہی ہے کہ حدیث اورسنت میں فرق ہے۔

فجر کی سنت پڑھ کر لیٹنا حدیث ہے، مگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:''سنت نہیں''

حدیث شریف میں صراحت ہے کہ: آپ ﷺ فجر کی سنت پڑھ کر تھوڑی دیر لیٹتے تھے۔مصنف ابن ابی شیبہ''میں مستقل باب قائم کیا ہے:'باب الاضطجاع بعد رکعتی الفجر' (۳۸۵ ج۴، باب نمبر:۵۲۰) مگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:''یہ لیٹنا سنت نہیں'' حدیث تو ہے مگر سنت نہیں، کتنی صراحت سے فرماتی ہیں، حدیث ملاحظہ فرمائیں:

(۱۱)......انّ عائشة رضی الله عنها قالت : کان رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا طلع الفجر یصلّی رکعتین خفیفتین ' ثم یضطجع علی شقه الأیمن ' حتی یأتیه المؤذن فیؤذنه بالصلاۃ ، لم یضطجع لسنة ' ولکنّه کان یدأب لیله فیستروح۔

(مصنف عبدالرزاق ص۴۳ ج۳، باب الضجعة بعد الوتر و باب النافلة من اللیل ، رقم الحدیث:۴۷۲۲)

ترجمہ:......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: آپ ﷺ جب فجر طلوع ہوجاتی تو (سنت فجر کی) ہلکی دو رکعتیں پڑھتے تھے، پھر دائیں پہلو پر لیٹتے تھے، یہاں تک کہ مؤذن آتے اور نماز (فجر) کے لئے اذان کہتے، آپ ﷺ کا یہ لیٹنا (اور سونا) سنت کی وجہ سے

نہیں تھا، بلکہ آپ ﷺ کورات (میں طویل تہجد اور قیام لیل کی وجہ سے جو) تکان ہوتا تھا (اس کو دور کرنے کی غرض سے تھوڑی دیر) آرام فرماتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا حدیث کو سنت سمجھنے پر سخت تنبیہ فرمانا

اور آگے سنئے! ایک قوم نے اس عمل کو حدیث کی وجہ سے سنت سمجھا تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہمانے فرمایا: یہ تو بدعت ہے، دیکھئے حدیث کو سنت سمجھا تو کس قدر سخت جملہ ارشاد فرمایا۔

رأی ابن عمر رضی الله عنهما قوماً اضطجعوا بعد رکعتی الفجر ' فأرسل الیهم فنهاهم ' فقالوا : نرید بذلک السنة ، فقال ابن عمر : ارجع الیهم ' فاخبرُهم انّها بدعة۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۸۸ ج ۴، من کرهه ، رقم الحدیث: ۶۴۵۵)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہمانے ایک قوم (اور جماعت) کو دیکھا کہ وہ فجر کی سنت پڑھ کر لیٹتی ہے، تو آپ نے (ایک صاحب کو) ان کے پاس بھیجا اور منع فرمایا، انہوں نے کہا: ہم تو اس عمل سے سنت کا ارادہ کرتے ہیں (اور سنت سمجھ کر لیٹتے ہیں، انہوں نے حدیث کو سنت سمجھا) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے (قاصد سے) فرمایا: (واپس) جاؤ، اور ان کو بتلاؤ کہ: یہ تو بدعت ہے۔

صحیح حدیث ہوتے ہوئے بھی اس کی سنت کا کوئی قائل نہیں

(۱۲)......عن ابی هریرة رضی الله عنه قال : کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یسکت بین التکبیر وبین القراء ة اسکاتة ، قال احسبه قال هنیئة ، فقلت بابی انت و امی یا رسول الله ! اسکاتک بین التکبیر والقراء ة ما تقول ؟ قال : اقول " اللهم باعد بینی و بین خطایای کما باعدت بین المشرق والمغرب ، اللهم نقنی من

الـخـطـايـا كما ينقى الثوب الابيض من الدنس ، اللهم اغسل خطاياى بالماء و الثلج والبرد"۔

(بخاری ص۱۰۳ ج۱، باب ما يقول بعد التكبير، رقم الحديث:۷۴۴۔مسلم ص۲۱۹ ج۱، باب ما يقال بين تكبيرة الاحرام والقراءة ، رقم الحديث،:۱۳۵۴)

ترجمہ:......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ: آپ ﷺ تکبیر تحریمہ اور قرأت کے درمیان تھوڑی دیر چپ رہتے تھے، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! (ﷺ) آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں، آپ اس تکبیر اور قرأت کے درمیان کی خاموشی کے دوران کیا پڑھتے ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں پڑھتا ہوں: اللهم باعد بينى و بين خطاياى كما باعدت بين المشرق والمغرب ، اللهم نقنى من الخطايا كما ينقى الثوب الابيض من الدنس ، اللّهم اغسل خطاياى بالماء والثلج والبرد۔

علامہ حلبی رحمہ اللہ اس حدیث کو نقل کر کے فرماتے ہیں:

"وهو اصح من الكل و متفق عليه ، ومع ذلک انه لم يقل بسنيته عينا احد من الائمة الاربعة"۔(کبیری ص ۲۹۵۔تجلیات صفدر ص ۲۶ ج ۳)

یعنی چاروں اماموں میں سے کوئی امام بھی خاص اس دعا کے سنت ہونے کا قائل نہیں اگرچہ سند نہایت صحیح ہے۔

دیکھئے! یہاں حدیث صحیح ہوتے ہوئے بھی اس کی سنیت کا کوئی قائل نہیں ہوا، معلوم ہوا کہ حدیث اور ہے' سنت اور ہے۔

سنت پر موت وحیات کی دعا منقول ہے' حدیث پر نہیں

(۱۳)...... یہ پہلو بھی قابل غور ہے کہ سنت پر مرنے کی دعا کی گئی ہے، کیا اسلاف میں کسی

سے یہ دعا بھی منقول ہے کہ: اے اللہ! مجھے حدیث پر موت دیجئے۔اس سے بھی معلوم ہوا کہ سنت اور حدیث میں فرق ہے۔اسلاف سے یہ دعا تو منقول ہے کہ: یا اللہ! مجھے خدمت حدیث پر قائم رکھئے اور حدیث کی خدمت ہی پر موت دیجئے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما صفا پر یہ دعا فرماتے:''اَللّٰھُمَّ اَحیِنِیُ عَلٰی سُنَّۃِ نَبِیِّکَ ' وَتَوَفَّنِیُ عَلٰی مِلَّتِہٖ ' وَاَعِذُنِیُ مِنُ مُضِلَّاتِ الُفِتَنِ ''۔(سنن کبری بیہقی ص۵۹۷ ج۹، باب الخروج الی الصفا والسعی بینھما والذکر علیھما ، کتاب الحج ، رقم الحدیث:۹۴۲۳)

ترجمہ:......اے اللہ! مجھے اپنے نبی ﷺ کی سنت پر زندہ رکھئے ،اوران کی ملت پر وفات دیجئے ،اور فتنوں کی گمراہی سے اپنی پناہ میں رکھئے۔

امام اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں نے اللہ رب العزت کوخواب میں دیکھا،اللہ تعالی نے ارشادفرمایا:اے عبدالرحمٰن !تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہو؟ میں نے عرض کیا:اے میرے پروردگار! آپ کے فضل سے کرتا ہوں،اس کے بعد پھر میں نے کہا: اے رب! مجھے اسلام پرموت نصیب فرما،اللہ تعالی نے ارشادفرمایا:''وعلی السنة'' اسلام کے ساتھ سنت پرموت آنے کی بھی دعا اورتمنا کرو۔

عن الاوزاعی رحمہ اللہ قال : رأیت رب العزة فی المنام ، فقال لی : یا عبد الرحمن ! انت الذی تأمر بالمعروف و تنھی عن المنکر ؟ فقلت : بفضلک یا رب، وقلت : رب ! امتنی علی الاسلام ، فقال : وعلی السنة۔

(تلبیس ابلیس ص۹۔فتاوی رحیمیہ ص۳۸۹ ج۱۰)

اس لئے حضرت! یہ تو ماننا ہی پڑے گا کہ حدیث اور سنت میں فرق ہے۔اوراس فرق کو

نہ کرنے کی وجہ سے ایک فرقہ اہل حدیث بن کرکس طرح احادیث کوترک کرر ہاہے، اگر وہ اس فرق کو سمجھ لیتے توامت ایک بڑے تفرقہ سے بچ جاتی، اور حدیث کے نام پر اس جماعت کا وجود نہ ہوتا۔

یہاں یہ اشکال نہ کیا جائے کہ اگر حدیث اور سنت کا یہ فرق سمجھ لیا جاتا تو چار مسالک بھی نہ ہوتے، اس لئے کہ ان مسالک میں کوئی تفرقہ نہیں، وہاں اختلاف ہے اور وہ رحمت ہے، اور یہاں تفرقہ اور خلاف ہے۔

اختلافی احادیث میں جوکتاب اللہ اورسنت کے موافق ہوں وہ میری ہیں

(۱۴)......عن ابی هریرة رضی الله عنه : عن النبی صلی الله علیه و سلم قال: سیأتیکم عنی احادیث مختلفة ' فما جاء کم موافقا لکتاب الله و لسنتی فهو منی، وما جاء کم مخالفا لکتاب الله ولسنتی فلیس منی۔

ترجمہ:......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: عنقریب میری طرف سے تمہارے پاس کچھ اختلافی احادیث آئیں گی، پس ان میں سے جو کتاب اللہ اور میری سنت کے موافق ہوں تو سمجھو کہ یہ میری طرف سے ہیں اور جو کتاب اللہ اور میری سنت کے موافق نہیں تو سمجھو کہ یہ میری طرف سے نہیں ہیں۔

(سنن الدارقطنی، کتاب فی الاقضیة والاحکام وغیر ذلک، کتاب عمر الی ابی موسی الاشعری، رقم الحدیث:۴۴۲۷)

ظاہر ہے کہ احادیث تو ساری ہی آپ ﷺ کی بیان فرمائی ہوئی ہیں، (الا یہ کہ وہ موضوع ہوں) مگر اس حدیث مبارک میں ایک اصول بیان کیا گیا کہ: جو احادیث سنت کے موافق ہوں ان پر عمل کرنا اور جو سنت کے موافق نہ ہوں ان پر عمل نہ کرنا، گویا وہ میری

طرف سے نہیں ہیں، یعنی عملا وہ میری طرف سے نہیں۔ اس حدیث میں واضح طور پر حدیث اور سنت کا فرق بیان ہوا ہے۔

سنت اور حدیث کا فرق ''محاضرات حدیث'' سے

ڈاکٹر محمود احمد غازی صاحب کے ''محاضرات'' میں ہے کہ:

(۱۵)......حدیث اور سنت کے بارے میں علماء کے ایک گروہ کی تو رائے یہ ہے کہ دونوں بالکل ایک مفہوم میں ہیں، جو حدیث ہے وہ سنت ہے اور جو سنت ہے وہ حدیث ہے۔ ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ ایک بڑی تعداد کی رائے یہ ہے۔

کچھ اور حضرات کا کہنا ہے کہ: حدیث ایک عام چیز ہے اور سنت خاص ہے اور اس کا ایک حصہ ہے۔ حدیث تو ہر وہ چیز ہے جو رسول اللہ ﷺ کی ذات مبارک سے منسوب ہوگئی جس میں ضعیف احادیث بھی شامل ہیں اور موضوع احادیث بھی شامل ہیں، منکر اور شاذ احادیث بھی شامل ہیں.....اور سنت سے مراد وہ طریقہ ہے جو احادیث صحیحہ کی بنیاد پر ثابت ہوتا ہے، جو رسول اللہ ﷺ کا طے کیا ہوا طریقہ ہے جو آپ ﷺ نے اپنی امت کو سکھایا، جو قرآن پاک کے منشا اور معانی کی تفسیر وتشریح کرتا ہے، اور جو دنیا میں قرآن پاک کے لائے ہوئے نظام کی عملی تشکیل کرتا ہے۔ اس طریقۂ خاص کا نام سنت ہے۔.....

علم حدیث کا الگ مفہوم ہے اور علم سنت کا بالکل الگ مفہوم ہے۔ سنت کی تعریف جن لوگوں نے حدیث سے الگ کی ہے وہ کہتے ہیں کہ: طریقہ متبعہ کا نام سنت ہے، یعنی وہ طریقہ جس کی اتباع کرنے کا حکم دیا گیا وہ سنت ہے۔

سنت کی اصطلاح اسلام سے پہلے سے چلی آرہی ہے اور حدیث کی اصطلاح اسلام نے دی ہے۔ حدیث کا لفظ تو ان اصطلاحی معنوں میں اور اس مفہوم میں استعمال نہیں ہوتا

تھا جو بعد میں اس لفظ کو دیا گیا، لیکن سنت کا لفظ قریب قریب انہی معنوں میں اسلام سے پہلے سے چلا آرہا ہے۔ اگر آپ نے جاہلی شاعری کا مطالعہ فرمایا ہو تو جاہلی شاعروں میں سے ایک مشہور شاعر ہیں جو معلقات کے شاعروں میں سے ایک ہیں، لبید بن ربیعہ العامری، ایک شعر میں ان کا کہنا ہے کہ ؎

من معشر سنة لهم اباهم ولكل قوم سنة و امامها

میرا تعلق اس گروہ سے ہے جن کے آبا واجداد نے ایک سنت مقرر کی ہے، اور ہر قوم کی ایک سنت یعنی طریقہ متبعہ ہوتا ہے اور امام ہوتا ہے۔

یعنی میرے آبا واجداد اتنے بڑے لیڈر تھے کہ ان کا طریقہ کار پورے عرب میں سنت بن گیا، اسلام سے پہلے کا طریقہ بن گیا (یہاں سنت لفظ آیا ہے جو اسلام سے پہلے اسی مفہوم میں استعمال ہوتا تھا)

محدثین کا یہ جملہ ''یہ حدیث قیاس' سنت اور اجماع کے خلاف ہے'' حدیث اور سنت کے فرق کی دلیل ہے

(۱۶)......آپ نے حدیث کی اکثر کتابوں میں پڑھا ہوگا کہ: ایک محدث جب کوئی حدیث بیان کرتے ہیں اور اس حدیث پر روایت کے بعد درایت کے نقطہ نظر سے بحث کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ: ''هذا الحديث مخالف للقياس والسنة والاجماع'' اس حدیث کے ظاہر پر ہم اس لئے عمل نہیں کریں گے کہ یہ قیاس' سنت اور اجماع کے خلاف ہے۔ ایک طرف حدیث ہے اور ایک طرف سنت ہے، گویا سنت اور حدیث کو وہ متعارض معنوں میں لے رہے ہیں۔

یہ مثالیں میں نے یہ ظاہر کرنے کے لئے دی ہیں کہ محدثین کا ایک گروہ حدیث اور

سنت کوا لگ الگ مفہوم میں سمجھتا ہے۔ (محاضرات حدیث ص ۲۳ تا ۲۶ ملخص)

(۱۷)......حضرت مولانا! حدیث اور سنت کی تعریف میں الفاظ کا اختلاف تو ہوسکتا ہے اور ہے، بعض حضرات دونوں کی تعریف ایک کرتے ہیں اور بعض حضرات فرق کرتے ہیں، مگر حدیث اور سنت کا جو فرق ان مثالوں سے واضح کیا گیا ان کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

دیکھئے! محدث عظیم ملا علی قاری رحمہ اللہ نے ''شرح نخبہ'' میں: حافظ' حجت اور حاکم کی تعریف اس طرح فرمائی ہے کہ: جس محدث کو ایک لاکھ روایتیں سنداً ومتناً وجرحاً وتعدیلاً یاد ہوتی ہیں' ان کو'' حافظ'' کہتے ہیں۔ اور: جس محدث کو تین لاکھ حدیثیں سنداً ومتناً وجرحاً وتعدیلاً یاد ہوں' ان کو'' حجت'' کہتے ہیں۔ اور: جس محدث کو تمام روایتیں سنداً ومتناً وجرحاً وتعدیلاً یاد ہوں' ان کو'' حاکم'' کہتے ہیں مگر دوسرے حضرات نے ان تعریفات سے اختلاف فرمایا۔ (قواعد فی علوم الحدیث ص ۲۱/۲۲۔ کشف الباری ص ۵ ج ۱)

تو تعریف کے الفاظ سے اختلاف کی گنجائش ہے، مگر کیا سارے القاب کے حاملین میں کوئی فرق نہ ہوگا؟ ظاہر ہے بغیر فرق کے ان محدثین پر یہ جملے کس طرح صادق آ سکتے ہیں۔ اسی طرح حدیث اور سنت کی تعریف کے الفاظ میں اختلاف ہوسکتا ہے، مگر فرق تو ضرور ہی ماننا پڑے گا۔

سنت وحدیث کی تعریف میں فرق پر اکابر کی عبارتیں

(۱۸)......سنت وحدیث کا فرق تو متقدمین نے بھی مانا ہے، آپ نے خود بھی بعض عبارتیں نقل کی ہیں: مثلاً امام مہدی رحمہ اللہ نے امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کی علوم میں جامعیت بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:

الناس علی وجوہ ' فمنھم من ھو امام فی السنة وامام فی الحدیث ، ومنھم من

هو امام فی السنة ولیس بامام فی الحدیث ، ومنهم من هو امام فی الحدیث لیس بامام فی السنة ، فاما من هو امام فی السنة وامام فی الحدیث فسفیان الثوری۔

(تقدمۃ الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم،ص ۱۱۸)

علماء متعدد صفات کے حامل ہیں، ان میں بعض وہ ہیں جو سنت میں امام ہیں اور حدیث میں بھی امام ہیں، اور ان میں بعض وہ ہیں جو سنت میں امام ہیں اور حدیث میں امام نہیں ہیں، اور ان میں بعض وہ ہیں جو حدیث میں امام ہیں سنت میں امام نہیں ہیں، تو جو سنت اور حدیث دونوں میں امام ہیں وہ سفیان ثوری رحمہ اللہ ہیں۔

امام عبدالرحمٰن بن مہدی رحمہ اللہ حدیث اور سنت کے فرق کے قائل ہیں

''محاضرات حدیث'' میں ہے:

جو حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ حدیث اور سنت کے دونوں الفاظ دو الگ الگ معانی میں استعمال ہوئے ہیں، ان میں سے ایک مشہور محدث امام عبدالرحمٰن بن مہدی رحمہ اللہ بھی ہیں۔ وہ امام مالک اور سفیان ثوری رحمہما اللہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ: ''سفیان الثوری امام فی الحدیث'' سفیان ثوری رحمہ اللہ حدیث کے امام ہیں،''والاوزاعی امام فی السنة'' اور امام اوزاعی رحمہ اللہ سنت کے امام ہیں،''ومالک امام فیهما'' اور امام مالک رحمہ اللہ دونوں کے امام ہیں، سنت کے بھی امام ہیں اور حدیث کے بھی امام ہیں۔ گویا انہوں نے ان دونوں کو بالکل الگ الگ مفاہیم میں سمجھا ہے۔

حضرت مولانا عبدالحئی صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

ذکر ابن ملک فی '' شرح منار الاصول '' انّ السنة تطلق علی قول رسول الله صلی الله علیه وسلم وفعله ' وسکوته ' وطریقة الصحابة ، والحدیث والخبر

مختصان بالاول۔(ظفرالامانی ص۲۴؍۲۵)

سنت کا اطلاق رسول خدا ﷺ کے قول، فعل، سکوت، اور طریقۂ صحابہ پر کیا جاتا ہے، اور حدیث وخبر پہلے (یعنی قول رسول ﷺ) کے ساتھ خاص ہیں۔

محقق علاء الدین عبدالعزیز بخاری رحمہ اللہ (متوفی: ۷۳۰ھ) اصول بزدوی کی ایک عبارت کے تحت تحریر فرماتے ہیں:

السنة اعم من الحديث لانها تتناول الفعل والقول ، والحديث مختص بالقول۔ (کشف الاسرار ص۵۹ ج۱)

سنت، حدیث سے عام ہے، کیونکہ سنت فعل وقول (سب کو) شامل ہے، اور حدیث قول کے ساتھ خاص ہے۔ یہی تفصیل تلویح اور عضدی میں بھی ہے۔

حافظ ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ نے تو سنت اور سنت کاملہ میں بھی فرق کیا ہے، وہ تحریر فرماتے ہیں: السنة هی الطريق المسلوک ، فيشمل ذلک التمسک بما كان عليه هو وخلفاء الراشدين من الاعتقادات والاعمال و الاقوال ، وهذه هی السنة الكاملة۔(جامع العلوم والحکم ص۱۹۱ ج۱)

سنت اس راہ کا نام ہے جس راہ پر چلا جائے، اور یہ اس (راہ کا) تمسک ہے جس پر آنحضرت ﷺ اور آپ کے خلفاء راشدین عامل تھے، عام اس سے کہ وہ اعتقادات ہوں یا اعمال واقوال، اور یہی سنت کاملہ ہے۔(راہ سنت ص۳۱)

دیکھئے! سنت معمول بہا اعمال کو کہا گیا ہر حدیث کو نہیں۔

اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ (متوفی: ۵۶۱ھ) نے اہل السنّت والجماعت کی تعریف میں یہ بات بیان فرمائی ہے کہ:

فالسنة ما سن رسول الله صلى الله عليه وسلم۔(غنیۃ الطالبین ص۱۹۵،طبع لاہور)

سنت وہ چیز ہے جو آنحضرت ﷺ نے (قولاً وفعلاً) مسنون قرار دی۔(راہ سنت ص۳۱)

یہاں بھی سنت' آپ ﷺ نے مسنون قرار دیا ہوا سے کہا گیا نہ کہ ہر حدیث کو۔

سنت تو وہی ہے جس پر آپ ﷺ نے ہمیشہ عمل فرمایا

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

ایک کام آنحضرت ﷺ کا اکثری معمول تھا، مگر دوسرا کام آپ ﷺ نے کبھی ایک آدھ مرتبہ کیا، اس صورت میں اصل ''سنت'' تو آپ ﷺ کا اکثری معمول ہوگا، مگر دوسرے کام کو بھی جو آپ ﷺ نے بیان جواز کے لئے کیا ''بدعت'' کہنا صحیح نہیں ہوگا، اسے جائز کہیں گے اگر چہ اصل سنت تو وہی ہے جس پر آپ ﷺ نے ہمیشہ عمل فرمایا۔

(اختلاف امت اور صراط مستقیم، ص۸۰ ج۱)

حضرت موصوف رحمہ اللہ نے ایک اور جگہ کتنی عمدہ بات تحریر فرمائی کہ:

اول تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حالات سے واضح ہے کہ انہوں نے (اپنی اپنی استعداد کے مطابق) آنحضرت ﷺ کے اقوال واعمال اور احوال کو اپنے اندر ایسا جذب کرلیا تھا کہ ان کی سیرت جمال نبی ﷺ کا آئینہ بن گئی تھی، اور پھر وہ سنت کے ایسے عاشق تھے کہ ان کے نزدیک آنحضرت ﷺ کی ایک ایک سنت دنیا و مافیہا سے زیادہ قیمتی تھی، اور آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرام اللہ عنہم اجمعین خصوصا حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین کی اقتداء کے بارے میں جو وصیتیں اور تاکیدیں بیان فرمائی ہیں وہ سب کو معلوم ہیں، ان وجوہ کے پیش نظر سنت ثابتہ وہی ہے جس پر اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین وتابعین رحمہم اللہ کا تعامل رہا، اور جو روایت ان کے تعامل کے خلاف ہو

وہ یا تو منسوخ کہلائے گی، یا اس میں تاویل کی ضرورت ہوگی۔ایسی روایات جو تعامل سلف کے خلاف ہوں، صدر اول میں ''شاذ'' شمار کی جاتی تھیں، اور جس طرح متاخرین محدثین کے نزدیک اصطلاحی ''شاذ'' روایت حجت نہیں، اسی طرح متقدمین کے نزدیک بھی ایسی شاذ روایات حجت نہیں تھیں۔

اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو تعامل ہی کی برکت سے ہمارے دین کا نصف حصہ عملا متواتر ہے، اور تعامل ہی تعلیم وتعلیم کا قوی ترین ذریعہ ہے، اگر تعامل کو درمیان سے ہٹا دیا جائے تو محض روایات کو سامنے رکھ کر کوئی شخص نماز کا مکمل نقشہ بھی مرتب نہیں کرسکتا جو دن میں پانچ بار پڑھی جاتی ہے، چہ جائیکہ پورے دین کا نظام مرتب کر دیا جائے۔اس لئے صحیح طرز فکر یہ ہے کہ اکابر صحابہ وتابعین کے تعامل اور روایات کو بیک وقت پیش نظر رکھ کر دونوں کے درمیان تطبیق دی جائے اور یہی وہ کارنامہ ہے جو ائمہ احناف رحمہم اللہ نے انجام دیا، انہوں نے کسی مسئلہ میں بھی صحابہ وتابعین کے تعامل سے صرف نظر نہیں کیا، بعد کے فقہاء و محدثین کو اس معیار کا قائم رکھنا مشکل تھا، اس لئے انہوں نے روایات کی صحت وضعف کو اصل معیار قرار دیا۔(اختلاف امت اور صراط مستقیم ،ص ۳۶۰ ج ۲)

سنت وحدیث کا فرق صرف اصطلاحی نہیں، بلکہ عملاً بھی ہوگا

(۱۹)......لفظ سنت وحدیث کے درمیان استعمال کا یہ فرق صرف اصطلاح ہی کی حد تک نہیں جیسا کہ آپ نے تحریر فرمایا ہے، بلکہ عمل میں بھی اس کا فرق ظاہر ہوگا، ہر حدیث پر عمل نہیں کیا جائے گا اور ہر سنت پر عمل ہوگا، جیسا کہ آگے حضرت مولانا علامہ خالد محمود صاحب مدظلہم اور حضرت مولانا ابو بکر غازیپوری رحمہ اللہ کی عبارتوں میں اس کی تصریح آرہی ہے۔اور یہ ظاہر بھی ہے، اس لئے کہ کیا آپ ﷺ کے نکاح والی حدیث پر عمل کیا جائے

گا،اورکوئی گیارہ عورتوں سے نکاح کے جواز کا حکم دے گا؟اسی طرح بکثرت مثالیں ہیں جو حدیث ہیں اور ان پر عمل جائز نہیں، کیونکہ یا تو وہ منسوخ ہیں، یا وہ آپ ﷺ کی خصوصیت ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ کا سنت کی اصطلاح استعمال کرنا

(۲۰)......امام بخاری رحمہ اللہ نے سنت کی اصطلاح استعمال کی اور سنت کے معنی میں بہت ساری عبارتیں ذکر کی ہیں۔

(الف)......باب سنة العيدين لاهل الاسلام ، (قبل حديث:۹۵۱)۔حدیث شریف کے لفظ سے ہی عیدین کی سنیت ثابت کی ہے،حدیث کے آخر میں لفظ ہے: فمن فعل فقد اصاب سنتنا،(حديث :۹۵۱)

(ب)......باب ماجاء فى سجود القرآن و سنتها ، (قبل حديث :۱۰۶۷)ابن حجر رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ سجدۂ تلاوت کی سنیت کے قائل ہیں، وجوب کے نہیں جیسا کہ ان کے ترجمۃ الباب(قبل حديث :۱۰۷۷) سے پتہ چلتا ہے، جبکہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ان المقصود من قوله سنتها طريقتها، (الابواب والتراجم ص۳۹ج۳) وان البخاری يراها واجبة معتمدا على الترجمة الثانية ،(الابواب و التراجم ص۴۲ج۳)

(ج)......اسی طرح لفظ سنت سے’’ الطريقة المشروعة فى العمل ‘‘ بھی مراد لیا ہے، اس میں واجب‘ سنت اورمندوب بھی شامل ہے’’باب سنة الجلوس فى التشهد ‘‘ کے ضمن میں ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: أى السنة فى الجلوس : الهيئة الآتى ذكرها ، ولم يرد ان نفس الجلوس سنة ، ويحتمل ارادته على ان المراد بالسنة الطريقة

الشرعية التی ھی أعم من الواجب والمندوب ، (فتح الباری ص٣٠٥ج٢)

(د)......باب سنة الصلاة علی الجنائز' کی تشریح کرتے ہوئے علامہ ابن حجر رحمہ اللہ شیخ زین بن المنیر رحمہ اللہ کا قول نقل کرتے ہیں: المراد بالسنة ما شرعه النبی صلی الله علیه وسلم فیها ، یعنی فهو اعم من الواجب والمندوب ، ومراده بما ذکره هنا من الآثار والاحادیث ان لها حکم غیرها من الصلوات والشرائط والارکان ، ولیست مجرد دعاء فلا تجزی بغیر طهارة مثلا ، (فتح الباری ص١٩٠ج٣)

(امام بخاری رحمہ اللہ کا طریقۂ استدلال واستنباط ص٣٧٣)

ان سے معلوم ہوا کہ اکابر نے سنت کے معانی مختلف مراد لئے ہیں۔

(٢١)......حضرت والا اور آپ کے ساتھ کچھ آپ کے حامی حضرات نے حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری دامت برکاتہم کے رد میں پہلے بھی کچھ تحریریں شائع کی ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ آپ حضرات کو خود ہی ان پر نظر ثانی کرنی چاہیئے۔

(٢٢)......تعبیر سے ممکن ہے کہ اختلاف کیا جا سکے کہ حدیث حجت نہیں اور سنت حجت ہے، میں نے پورے رسالہ میں کہیں بھی اس طرح کا جملہ نہیں لکھا کہ حدیث حجت نہیں اور سنت حجت ہے، آپ نے خواہ مخواہ میرے رد میں مجھ پر بھی یہ الزام عائد کر دیا کہ گویا میں حدیث کو حجت نہیں مانتا۔

کیا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری مدظلہم حدیث کو حجت نہیں مانتے ؟

(٢٣)......اور میں تو حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری دامت برکاتہم کے بارے میں بھی یہ یقین نہیں کر سکتا کہ موصوف حدیث کو حجت نہیں مانتے۔ مولانا! آپ نے کبھی غور نہیں فرمایا کہ دار العلوم کا محدث اور استاذ حدیث ہی نہیں شیخ الحدیث اور صدر

مدرس کے مناصب جلیلہ کا حامل' حدیث کو حجت نہ مانے، اگر واقعی بات یہ ہے تو آپ حضرات پر فرض عائد ہوتا ہے کہ آپ ایسے حضرات کو دارالعلوم میں کسی قیمت پر رہنے ہی نہ دیں۔ کیا کوئی حدیث کو حجت نہ ماننے والا ''بخاری شریف'' اور ''ترمذی شریف'' کی شرح لکھے گا، وہ تو حدیث کو حجت ہی نہیں مانتا تو اس کو کیا ضرورت ہے کہ وہ احادیث کی تشریح میں ہزاروں صفحات سیاہ کریں۔ اور مولانا ! خود حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری دامت برکاتہم نے اپنی تصنیف میں اس پر کھل کر بحث فرمائی ہے کہ حدیث حجت ہے اور منکرین حدیث کا رد کیا ہے۔ کیسے آپ حضرات نے یقین کرلیا کہ حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری دامت برکاتہم حدیث کو حجت نہیں مانتے۔ میں نے عرض کیا تعبیر میں کچھ تسامح ہوسکتا ہے، اوراس سے بہتر تعبیر کی جاسکتی ہے اور کرنی چاہئے، مگر اتنی بات پر ایک محدث اور دارالعلوم کے ایک مؤقر استاذ کے خلاف محاذ کھول دینا اور حدیث کو حجت نہ ماننے کا الزام لگا دینا' کیا آپ حضرات اساتذۂ دارالعلوم کو زیب دیتا ہے؟ اور آپ اس طرح کے رسائل لکھ کر کن کو بدنام کررہے ہیں، خود دارالعلوم کو کہ دارالعلوم دیوبند میں ایسا استاذ ہی نہیں بلکہ صدر مدرس اور شیخ الحدیث ہے جو حدیث کی حجیت کا منکر ہے، اور بالفاظ دیگر دارالعلوم کی شوری اور ذمہ داروں نے اس شخص کو ''بخاری شریف'' جیسی اہم کتاب کی تدریس کا اہل قرار دیا' جسے حدیث اور سنت کی تعریف بھی معلوم نہیں۔

حدیث کی حجیت پر مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری مدظلہم کی تحریر

(۲۴)...... یہاں حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب مدظلہم نے اپنی معرکۃ الآراء کتاب ''رحمۃ اللہ الواسعہ شرح حجۃ اللہ البالغہ'' میں جو مختصر بحث' حدیث کی حجیت پر فرمائی ہے جی چاہتا ہے اسے نقل کردوں، آپ تحریر فرماتے ہیں:

علوم شرعیہ میں سب سے بلند مرتبہ علم حدیث کا ہے۔اس پر یہ اشکال ہوسکتا ہے کہ سب سے بلند مرتبہ تو علم تفسیر کا ہونا چاہئے ، کیونکہ فن تفسیر کلام ربانی کی تبیین وتشریح ہے،اور قاعدہ یہ ہے کہ'' کلام الملوک ملوک الکلام ''(شاہوں کا کلام' کلام کا شاہ ہوتا ہے) پس اللہ تعالی کے کلام کا مرتبہ بہرحال بلند وبالا ہونا چاہئے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ:......فن تفسیر تین چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے: (۱): کلام پاک، (۲): تشریحات نبوی اور تفسیرات صحابہ وتابعین، (۳): مفسرین کرام کی وضاحتیں۔ان تینوں میں سے اول تو کوئی فن نہیں، بلکہ کلام ربانی تو تمام فنون دینیہ کا سرچشمہ ہے،اور دین وشریعت کی اصل واساس ہے،اور دوسری چیز فن حدیث میں داخل ہے،اب رہ گئی تیسری تو وہ فن حدیث سے برتر تو کیا مساوی بھی نہیں ہوسکتی، کیونکہ وہ مفسرین کا کلام ہے،اس لئے مصنف رحمہ اللہ کا ارشاد بجا ہے کہ علوم شرعیہ میں سب سے بلند مرتبہ فن حدیث کا ہے۔

قدیم زمانہ سے ایک گمراہی یہ چلی آرہی ہے کہ کچھ لوگ صرف قرآن کریم کو حجت مانتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ: رسول کا کام بس قرآن کو پہنچانا ہے اور قرآنی احکام ہی کی تعمیل ضروری ہے،اس کے علاوہ کوئی چیز حجت نہیں،حتی کہ رسول کا قول وفعل بھی حجت اور واجب الاتباع نہیں۔

یہ فرقہ اپنے آپ کو''اہل قرآن'' کہتا ہے،مگر حقیقت میں یہ منکرین حدیث ہیں۔یہ لوگ حدیث شریف کی تاریخی حیثیت کا انکار نہیں کرتے، بلکہ اس کی حجیت کا انکار کرتے ہیں۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گمراہ فرقہ کے وجود کی پیشین گوئی فرمائی ہے۔حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ یہ ارشاد پاک نقل کرتے ہیں کہ:

ہرگز تم میں سے کسی کو اپنے چھپرکھٹ پر ٹیک لگائے نہ پاؤں، جسے میرے اوامر میں

سے کوئی امر پہنچے، یا نواہی میں سے کوئی نہی پہنچے، پس وہ کہہ دے کہ میں نہیں جانتا، ہم جو احکام قرآن میں پاتے ہیں ان کی پیروی کرتے ہیں۔

(مشکوۃ شریف، حدیث:۱۶۲، باب الاعتصام، فصل:۲)

اورحضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے یہ ارشاد پاک مروی ہے کہ:

الا انی اُوتیتُ القرآن و مثله معه ، ألا یوشکُ رجل شعبان علی اریکته یقول : علیک بهذا القرآن ، فما وجدتم فیه من حلال فأحِلّوه ' وما وجدتم فیه من حرام فحرِّمُوه ' وان ما حرم رسول الله صلی الله علیه وسلم کما حرم الله۔

(مشکوۃ حدیث نمبر:۱۶۳)

سنو! میں قرآن کریم دیا گیا ہوں اوراس کے مانند اس ساتھ (دیا گیا ہوں) سنو! ایک شکم سیر آدمی اپنے چھپر کھٹ پر بیٹھا کہے گا کہ: تم یہ قرآن مضبوط پکڑو، جو اس میں حلال ہے اس کو حلال سمجھو اور جو اس میں حرام ہے اس کو حرام سمجھو، حالانکہ جو چیزیں اللہ کے رسول (ﷺ) نے حرام کی ہیں وہ بھی ویسی ہی حرام ہیں جیسی اللہ تعالی نے حرام کی ہیں۔

اورحضرت عرباض بن یسار رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

أیحسب احدُکم متکئًا علی أریکته ' یظن ان الله لم یحرِّمُ شئیا الا مافی هذا القرآن ، ألا ! انی والله قد امرتُ و وعظتُ ونهیت عن اشیاء ' انها لمثل القرآن أو اکثر۔ (مشکوۃ حدیث:۱۶۴)

کیا تم میں سے ایک شخص اپنے چھپر کھٹ پر ٹیک لگائے گمان کرتا ہے کہ اللہ تعالی نے بس وہی چیزیں حرام کی ہیں جو اس قرآن میں حرام ہیں؟ سنو! میں نے بھی احکامات دیئے ہیں، اور نصیحتیں کی ہیں اور بہت سی باتوں سے روکا ہے بیشک وہ قرآن کے بقدر ہیں یا اس

سے بھی زیادہ۔

دراصل حجیت حدیث کا انکار وہی لوگ کرتے ہیں جو رسول (اللہ ﷺ) کی حیثیت سے واقف نہیں ہیں، اور ان کا صحیح مقام نہیں پہچانتے۔ قرآن کریم میں غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اللہ کے رسول ﷺ کی حیثیت صرف ایک پیغامبر کی نہیں ہے، بلکہ وہ مطاع، متبوع، امام، ہادی، قاضی، حاکم اور حکم وغیرہ بہت سی صفات کے حامل ہیں، اس لئے ماننا پڑے گا کہ دین کے سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ کا ہر امر و نہی، ہر حکم و فیصلہ اور ہر قول وعمل ناطق، واجب التسلیم اور لازم ہے۔ (رحمۃ اللہ الواسعہ شرح حجۃ اللہ البالغہ، ۶۹ ج ا)

اسی طرح حضرت مولانا مدظلہم نے ''تحفۃ الالمعی شرح سنن الترمذی'' میں بھی حجیت حدیث پر بحث فرمائی ہے۔ طوالت کے خوف سے اسے نقل کرنا مشکل ہے۔

حضرت ! کیا کوئی اس عبارت کو پڑھ کر یقین کرے گا کہ حضرت مولانا سعید احمد صاحب پالنپوری مدظلہم حدیث کی حجیت کا انکار کرتے ہیں، یا حدیث کو حجت نہیں مانتے ؟ مجھے یقین ہے کہ آپ حضرات کو بھی اس بات کا پورا یقین ہے کہ موصوف ہرگز حدیث کی حجیت کے منکر نہیں ہیں، اگر آپ حضرات کو اس بات کا یقین ہوتا کہ واقعی یہ آدمی حدیث کو حجت نہیں مانتا تو کیا آپ ان کے خلاف دارالافتاء سے فتوی حاصل نہ کرتے اور نہ جانے ارباب افتاء ان پر کیا کیا حکم لگاتے ؟ بس خواہ مخواہ ایک لفظی تعبیر سے مخالفت کا ایک محاذ کھول دیا گیا ہے۔ اللہ کرے دارالعلوم اور ارباب دارالعلوم اور اساتذۂ دارالعلوم ان قسم کی حرکتوں سے محفوظ رہیں۔

کیا حدیث اور سنت میں فرق کرنے والے مفتی سعید صاحب اکیلے ہیں

(۲۵)...... پھر حدیث اور سنت میں فرق کرنے والے حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب

پالنپوری دامت برکاتہم اکیلے نہیں ہیں، حجۃ اللہ فی الارض‘ وکیل اہل سنت والجماعت‘ ترجمان احناف‘ امام المناظرین حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ جیسی مثالی شخصیت بھی ہیں، حضرت رحمہ اللہ کا اس موضوع پر مستقل ایک وعظ ہے جو رسالہ کی شکل میں مطبوعہ ہے۔

اہل حدیث عالم کا بیان کہ حدیث اور سنت کے فرق نے ہماری کمر توڑ دی

(۲۶)......اس کے علاوہ ’’خطبات صفدر‘‘ کی پہلی جلد میں اس کے متعلق کئی جگہ کلام ہے۔

ایک مرتبہ مولانا مرحوم نے لاہور میں اس موضوع پر تقریر فرمائی کہ حدیث اور سنت میں فرق ہے اور اس کو مختلف مثالوں سے واضح کیا، تو غیر مقلدوں کے بڑے عالم مولانا احسان الٰہی ظہیر بھی تقریر سن رہے تھے، انہوں نے مولانا ضیاء القاسمی صاحب رحمہ اللہ سے (جو ان کے دوست تھے) کہا کہ: یہ مولانا محمد امین صاحب نے جو سنت اور حدیث کا فرق بیان کیا ہے، اس نے ہماری کمر توڑ کر رکھ دی، کیونکہ ہم حدیث ہی کے نام پر لوگوں کو سمجھاتے تھے، مگر اس نے جو فرق بیان کیا وہ ہمارے لئے مصیبت بن گیا۔ (خطبات صفدر ص ۳۰۴ ج ۱)

نوٹ:......کوئی صاحب ذوق اس موضوع پر حضرت مولانا محمد امین صاحب رحمہ اللہ کا بیان پڑھنا چاہے تو ’’خطبات صفدر‘‘ جلد اول کا مطالعہ کرے، اس میں بڑی دل چسپ معلومات ہیں۔

علامہ خالد محمود صاحب مدظلہم بھی حدیث اور سنت کا فرق کرتے ہیں

(۲۷)......مفکر اسلام حضرت علامہ خالد محمود صاحب مدظلہم کو میں نے اپنا رسالہ ’’حدیث اور سنت میں فرق‘‘ دکھایا تو حضرت نے من وعن پڑھا اور پوری تائید فرمائی، اور یہاں تک فرمایا کہ: میری صحت اچھی رہی تو بطور تقریظ وتائید کچھ سطریں لکھ بھی دوں گا۔

(۲۸)......اور حضرت موصوف مدظلہم کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت کے مواعظ میں آپ نے خود اس فرق کو بیان فرمایا ہے، ملاحظہ فرمائیں، حضرت فرماتے ہیں کہ:

’’آپ نے کبھی لفظ سنت پر بھی غور کیا ہے، نبی پاک ﷺ نے دنیا سے رخصت ہوتے وقت یہ فرمایا تھا: ’’ترکت فیکم امرین ‘‘میں تم میں دو چیزیں چھوڑ چلا ہوں: ’’کتاب اللہ و سنة رسولہ‘‘ اللہ کی کتاب اور اللہ کے رسول ﷺ کی سنت۔ تو حضور ﷺ نے جاتے ہوئے کون سی چیز دی؟ سنت یا حدیث۔ یہ نہیں کہا کہ: حدیث پر عمل کرنا، سنت پر عمل کرنا لازمی ٹھہرایا۔

سنت اور حدیث میں فرق کیا ہے؟ حدیث ایک علمی ذخیرہ ہے، حدیث جب تک سنت کے درجے کو نہ پہنچے اس پر عمل نہیں، یہ جو آپ کے سامنے حدیث کی بڑی بڑی کتابیں ہیں، ان حدیث کی کتابوں میں بڑا علمی ذخیرہ ہے، اور اختلافات بھی بہت ہیں، ان میں وہ روایتیں بھی ہیں جو رفع یدین کرنے کی ہیں، وہ بھی ہیں جو نہ کرنے کی ہیں، وہ بھی ہیں جو ہاتھ سینے پر باندھنے کی ہیں، وہ بھی ہیں جو جو ناف کے نیچے باندھنے کی ہیں، علم کا ذخیرہ جب تحقیق کے بعد سنت کے درجے میں نہ آئے تو لائق عمل نہیں ہوتا ہے۔

تو آپ ﷺ نے حکم فرمایا تھا کہ: میرے بعد کتاب اور سنت پر عمل کرنا، حدیث پر عمل کرنے کی وصیت نہیں فرمائی تھی.....آپ جب حدیث کا مطالعہ کریں تو دیکھو کہ حدیث سنت کے درجے میں آئی یا نہیں؟ جب تک حدیث سنت کے درجے میں نہ آئے، عمل نہ کریں۔

سنت اور حدیث کا دوسرا فرق......حدیث کبھی ضعیف بھی ہوتی ہے، اور سنت کبھی ضعیف نہیں ہوتی۔ حدیث کبھی منسوخ ہوتی ہے اور سنت کبھی منسوخ نہیں ہوتی۔

(خطبات خالد ص ۱۴۱ ج ۲، ملخص)

(۲۹)......میرے استاذ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب اعظمی مدظلہم نے بھی اس رسالہ کو من وعن ملاحظہ فرمایا اور تقریظ بھی تحریر فرمائی۔ تعجب ہے کہ آپ نے رسالہ کے رد میں ان کی تقریظ اور تائید پر ایک جملہ بھی تحریر نہیں فرمایا۔

حضرت ! کیا بات ہے کہ: گجراتی عالم کی مخالفت تو کی گئی ،مگر اعظمی عالم کے رد میں قلم چلانا مناسب نہیں سمجھا گیا۔

سنت کا مفہوم

(۳۰)......میں نے اپنے استاذ حضرت مولانا ابو بکر غازیپوری رحمہ اللہ کا یہ اقتباس نقل کیا تھا کہ:

(۳۱)......شریعت میں جب سنت کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ: اللہ کے رسول ﷺ کا وہ عمل جس پر آنحضور ﷺ سے مواظبت یا کم از کم اکثر اوقات میں اس کا کرنا ثابت ہو، اور بعد میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اس کو اپنا معمول بنایا ہو، کبھی کبھار یا اتفاقیہ طور پر آپ ﷺ نے اگر کسی کام کو کیا ہے تو اس عمل کو سنت نہیں کہا جاتا۔ اللہ کے رسول ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا ہے....... مگر کوئی عاقل مسلمان کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کو سنت نہیں کہہ سکتا ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے روزہ کی حالت میں بعض ازواج کا بوسہ لیا....... مگر کسی عاقل سے اس کی توقع نہ رکھیں کہ وہ روزہ کی حالت میں بیوی کے بوسہ لینے کو سنت کہے گا۔ کبھی کسی عارض کی وجہ سے یا بیان جواز کے لئے آپ ﷺ کوئی کام کرتے تھے، اس کو شرعی سنت نہیں کہا جاتا۔ (دوماہی ''زمزم'' رمضان وشوال ۱۴۲۰ھ، ص ۶۴)

اس کے جواب میں آپ نے مولانا مرحوم کا رجوع فرمانا تحریر فرمایا، مجھے اس کا علم

نہیں۔البتہ ’’ارمغان حق‘‘ کا ایک اقتباس پڑھ لیجئے!

’’صرف حدیث ہی کو دیکھ کر کسی کو دین سیکھنا ہے تو وہ عصر بعد دو رکعت پڑھے، مگر امت میں کوئی اس کا قائل نہیں ہے، اس لئے کہ ہمیں صحابہ کرام سے معلوم ہوا کہ یہ آنحضور ﷺ کی خصوصیت تھی، اور یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جو لوگ اس حقیقت سے واقف نہیں تھے انہوں نے جب عصر بعد ان دو رکعتوں کا معمول بنایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کے ساتھ سختی کرنی پڑی، شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

قد كان عمر رضى الله عنه يعزر على الصلوة بعد العصر مع ان جماعة فعلوه‘ لما روى عن النبى صلى الله عليه وسلم انه فعله وداوم عليه لكن لما كان من خصائصه وكان النبى صلى الله عليه وسلم قد نهى عن الصلوة بعد العصر حتى تغرب الشمس و بعد الفجر حتى تطلع الشمس ‘ كان عمر رضى الله عنه يضرب من فعل هذه الصلوة ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ عصر بعد نماز پڑھنے پر سزا دیتے تھے، حالانکہ ایک جماعت کا اس پر عمل رہا، ان کی دلیل تھی کہ نبی اکرم ﷺ نے بعد عصر (دو رکعت) نماز پر مداومت کی ہے، لیکن چونکہ یہ آنحضور ﷺ کی خصوصیت تھی، اور آپ نے فجر اور عصر کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا تھا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو عصر بعد نماز پڑھتا تھا اس کو سزا دیتے تھے۔

آنحضور ﷺ سے کہیں یہ منقول نہیں ہے کہ آپ نے عصر کے بعد دو رکعتوں کو اپنی خصوصیت فرمایا ہو، مگر صحابہ کرام کو اور خصوصاً جو آنحضرت ﷺ سے بہت قریب صحابہ کرام تھے ان کو یہ معلوم رہا کرتا تھا کہ آپ کا کون کام محض اپنے لئے ہے اور کون کام تمام

امت کے لئے ہے، اس لئے ان صحابہ کرام کی رہنمائی کے بغیر صحیح سنت کا علم ہو ہی نہیں سکتا تھا۔(ارمغان حق ص۲۵۳ ج۱)

حدیث پر عمل کے لئے اور بھی شرائط ہیں

(۳۲)......اور کیا ساری احادیث عمل کے لئے ہیں یا صرف سنت عمل کے لئے ہیں، اس کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

صحیح حدیث ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس پر عمل کرنا بھی ضروری ہو، حدیث پر عمل کرنے کے لئے صحت حدیث کے ساتھ ساتھ مجتہدین ائمہ کرام اور بھی بہت سی چیزوں کو نگاہ میں رکھتے ہیں، مثلا یہ کہ وہ منسوخ نہ ہو یا یہ کہ وہ عام متواتر عمل رسول کے خلاف نہ ہو، یا یہ کہ اس کا تعلق کسی اتفاقی حادثہ سے نہ ہو، ان کے علاوہ اور بہت سی چیزوں پر مجتہدین ائمہ کی نگاہ ہوتی ہے۔(ارمغان حق ص۳۳۱ ج۱)

حضرت! ان عبارات سے تو مرحوم کا رجوع نہیں ہے۔

(۳۳)......آپ نے حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری مدظلہم کے اس بجا چیلنج پر (بیجا چیلنج پر) نہیں کئی سطریں لکھیں، کیا اس سے بہتر نہ ہوتا کہ کوئی ایک حدیث تلاش کر کے حضرت کے چیلنج کا جواب مرحمت فرما دیتے۔ رہا اس پر یہ عقلی استدلال کہ:

اہل سنت والجماعت کے نزدیک سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحابیت قرآن مجید میں منصوص ہونے کی بنا پر قطعیت الثبوت ہے، اس لئے اس کا منکر خارج اسلام باور کیا جاتا ہے۔ اب فرض کیجئے ان کی صحابیت کا منکر کہے کہ: ایک چیلنج دیتا ہوں اور قیامت کی صبح تک دیتا ہوں کہ قرآن کی کوئی ایسی آیت لاؤ کہ اللہ نے ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کو صحابی کہا ہے، تو کیا اس کا یہ چیلنج علمی اعتبار سے قابل سماعت ہوگا؟

جب آپ خود تحریر فرمارہے ہیں کہ ’’قرآن مجید میں منصوص ہونے کی بناپر‘‘ تواس کے چیلنج پر قرآن کریم کی آیت پیش فرمانے میں کیا حرج ہے؟اور﴿ اذ قال لصاحبه لاتحزن ﴾اس آیت کے پیش کرنے سے اس کے چیلنج کی کیا حقیت رہے گی؟۔

(۳۴)......آخر میں مؤدبانہ عرض ہے کہ میری تحریر کے کسی جملے یا سطر سے حضرت کوتکلیف پہنچی ہوتو خدارامعاف فرمادیں، پوری کوشش کی گئی ہے کہ اپنی بات عرض کرنے میں آنجناب کی ادنی بھی توہین نہ ہو،تاہم انسان ہوں، غلطی سے بری نہیں ہوں۔

(۳۵)......خط کے آخر میں اس بات کا اظہار بھی مناسب سمجھتا ہوں کہ آئندہ اس موضوع پرآپ کے رد میں اورکوئی تحریر نہ لکھوں گا، جواب اس پر پھر جواب‘ پھر جواب کے چکر کو پسند نہیں کرتا، جو میں نے لکھنا مناسب سمجھا بلاتکلف لکھ دیا ہے۔اللہ تعالی مجھے بھی اور آپ کو بھی حق کا اتباع نصیب فرمائے،آمین۔فقط طالب دعا:

مرغوب احمد لاجپوری

۴؍رجب المرجب ۱۴۳۷ھ،مطابق:۱۲؍اپریل ۲۰۱۶ء

بروزمنگل

ناپاکی کے چند اہم مسائل

اس رسالہ میں نجاست کے متعلق درجِ ذیل پانچ مسائل پر احادیث وآثار نقل کئے ہیں، جن سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ چیزیں ناپاک ہیں:

تھوڑا پانی ناپاکی گرنے سے ناپاک ہوجائے گا..	
شراب ناپاک ہے..............................	مردار، خون اور خنزیر سب ناپاک ہیں........
کتے کا لعاب ناپاک ہے.....................	پیشاب ناپاک ہے.............................

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیۃ

(١)

تھوڑا پانی ناپاکی گرنے سے ناپاک ہوجائے گا

اس مضمون میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ: تھوڑے سے پانی میں تھوڑی سی نجاست گر جائے تو بھی پانی ناپاک ہوجائے گا، چاہے اس کا رنگ، بو اور مزہ تبدیل ہو یا نہ ہو۔ آپ ﷺ کی احادیث اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے آثار سے یہ بات ثابت ہے۔

مرغوب احمد لاجپوری

پیش لفظ

تھوڑے سے پانی میں تھوڑی سی نجاست گر جائے تو پانی ناپاک ہو جائے گا، چاہے اس کا رنگ، بو اور مزہ تبدیل ہو یا نہ ہو۔ آپ ﷺ کی احادیث اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے آثار سے یہ بات ثابت ہے۔

اہل حدیث حضرات کا مسلک یہ ہے کہ: جب تک اوصاف ثلاثہ نہ بدلیں تھوڑا پانی بھی ناپاکی کے گرنے سے ناپاک نہیں ہوتا۔ نواب نور الحسن صاحب لکھتے ہیں:

آب باراں و دریا و چاہ طاہر و مطہر ست، پلیدی نمی گردد، مگر بنجاستے کہ بو یا مزا، یا رنگ او را بر گرداند۔ (عرف الجاوی ص ۹)

ترجمہ:...... بارش، دریا اور کنویں کا پانی پاک ہے، اور پاک کرنے والا ہے، وہ ناپاک نہیں ہوتا مگر اس نجاست سے کہ جو اس کے رنگ یا بو یا مزہ کو بدل دے۔

نواب وحید الزمان لکھتے ہیں: ''لا یفسد ماء البئر ولو کان صغیرا، والماء فیه قلیلا بوقوع نجاسة أو موت حیوان دموی أو غیر دموی ولو انتفخ أو تفسخ أو تسعط بشرط ان لا یتغیر احد اوصافه، الخ''۔ (نزل الابرار ص ۱۴۰ ج ۱)

ترجمہ:...... کنویں کا پانی ناپاک نہیں ہوتا، اگر چہ کنواں چھوٹا ہو، اور اس میں پانی تھوڑا ہو، کسی نجاست کے گرنے سے (اس میں) خونی یا غیر خونی جانور کے مرنے سے اگر چہ وہ جانور (مر کر) پھول گیا ہو یا پھٹ گیا ہو، یا اس کے بال و پر گر گئے ہوں، بشرطیکہ پانی کے اوصاف میں سے کوئی وصف نہ بدلے۔

اگر اس مسلک کو صحیح مان لیا جائے تو ایک گلاس میں یا کسی چھوٹے برتن میں پیشاب کے قطرے گرنے سے بھی پانی ناپاک نہیں ہوگا۔ (حدیث اور اہل حدیث ص ۱۴۱)

(۱)......عن ابی هريرة رضی الله عنه قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : اذا ولغ الكلب فى اناء احدكم فَلْيُرِقْهُ ' ثم لِيَغْسِله سبع مرات۔

(مسلم ص ۱۳۷ ج ۱، باب حکم ولوغ الكلب ، رقم الحدیث:۲۷۹)

ترجمہ:......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کتا تم میں سے کسی کے برتن میں منہ ڈال دے تو اسے چاہئے کہ وہ اسے بہا کر سات مرتبہ دھولے۔

(۲)......عن عبد الله بن المغفّل رضی الله عنه قال : امر رسول الله صلى الله عليه وسلم : بقتل الكلاب ' ثم قال : ما بالُهم و بال الكلاب ؟ ثم رخّص فى كلب الصّيد وكلب الغنم ، وقال : اذا ولغ الكلب فى الاناء فاغسلوه سبع مرات ' و عَفِّرُوه الثّامنةَ بالتُّراب۔(مسلم ص ۱۳۷ ج ۱، حکم ولوغ الكلب ، رقم الحدیث:۲۸۰)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے کتوں کو قتل کرنے کا حکم فرمایا، پھر فرمایا: کیا حال ہے لوگوں کا اور کیا حال ہے کتوں کا، پھر شکاری اور بکریوں (کی حفاظت والے) کتوں میں رخصت عطا فرمادی، اور فرمایا: جب کتا برتن میں منہ ڈال دے تو اسے سات مرتبہ دھولو، اور آٹھویں مرتبہ مٹی سے مانجو۔

(۳)......عن ابی هريرة رضی الله عنه قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : طهور اناء احدكم اذا ولغ فيه الكلب ان يغسِله سبع مرات ' اُولاهُنّ بالتّراب۔

(مسلم ص ۱۳۷ ج ۱،حکم ولوغ الكلب ، رقم الحدیث:۲۷۹)

ترجمہ:......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارے برتن کی پاکی جبکہ کتا اس میں منہ ڈال دے یہ ہے کہ اسے سات مرتبہ دھولیں،

پہلی بار مٹی سے مانجیں۔

تشریح:......ان حدیثوں میں برتن میں کتے کے منہ ڈالنے کی وجہ سے پانی کو بہا دینے اور سات مرتبہ دھونے کا حکم دیا گیا، اس لئے کہ پانی ناپاک ہوگیا، جبکہ کتے کے منہ ڈالنے سے تینوں اوصاف میں سے کوئی وصف بھی نہیں بدلتا۔

(۴)......عن عطاء ، عن ابی هريرة رضی الله عنه انه كان :فی الاناء يلغ فيه الكلب او الهر ، قال : يغسل ثلاث مرار ۔(طحاوی ص۲۴ ج۱، باب سؤر الكلب ، رقم الحديث:۶۵)

ترجمہ:......حضرت عطاء رحمہ اللہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ: (آپ) جب کتا یا بلی برتن میں منہ ڈال دے تو اس کو تین مرتبہ دھونے کا حکم فرماتے تھے۔

(۵)......عن عطاء ، عن ابی هريرة رضی الله عنه انه كان : اذا ولغ الكلب فی الاناء اهراقه ، و غسله ثلاث مرات۔

(دارقطنی ص۶۶ ج۱، باب ولوغ الكلب فی الاناء ، رقم الحديث:۱۹۴)

ترجمہ:......حضرت عطاء رحمہ اللہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ: جب کتا برتن میں منہ ڈال دے تو اس کو بہا دیتے اور اس کو تین مرتبہ دھوتے۔

(۶)......عن ابن جريج قال : قلت لعطاء : كم يُغسل الاناء الذی يلغ فيه الكلب ؟ قال : كل ذلک سمعت ،سبعا و خمسا و ثلاث مرات۔

(عبدالرزاق ص۹۷ ج۱، باب الكلب يلغ فی الاناء ، رقم الحديث:۳۳۲)

ترجمہ:......حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: میں نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے عرض کیا کہ: جس برتن میں کتا منہ ڈال دے تو اسے کتنی مرتبہ دھویا جائے گا؟ انہوں نے

فرمایا کہ: یہ سب (طرح کی روایتیں) میں نے سنی ہیں: سات بار پانچ باراورتین بار (تین مرتبہ وجوباًاور پانچ اورسات مرتبہ استحبابا)۔

(۷)......عن معمر قال : سألت الزهری عن الکلب یلغ فی الاناء ؟ قال : یغسل ثلاث مرات۔(مصنف عبدالرزاق ص۹۷ج۱، باب الکلب یلغ فی الاناء ، رقم الحدیث:۳۳۶)

ترجمہ:......حضرت معمر رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: میں نے حضرت زہری رحمہ اللہ سے سوال کیا کہ: جس برتن میں کتا منہ ڈال دے (تو اسے کتنی مرتبہ دھویا جائے گا؟) انہوں نے فرمایا کہ: تین مرتبہ۔

تشریح:......حضرت مولانا انورشاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: تین مرتبہ دھونا تو اصل حکم ہے، (گویا فرض وضروری ہے) اور بقیہ تین کے بعد نظافت کے لئے ہے۔

(حاشیہ : ادلة الحنفیة من الاحادیث النبویة علی المسائل الفقهیة ص۵۷،تحت رقم الحدیث:۱۱۰)

(۸)......عن ابی هریرة رضی الله عنه قال : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : لا یبولن احدکم فی الماء الدائم الذی لایجری ثم یغتسل فیه۔

(بخاری ص۳۷ج۱، باب البول فی الماء الدائم ، رقم الحدیث:۲۳۹)

ترجمہ:......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: نہ پیشاب کرے تم میں سے کوئی ٹھہرے ہوئے پانی میں جو کہ جاری نہیں ہے، پھر اسی میں غسل کرے۔

(۹)......عن ابی هریرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال : لایبولن احدکم فی الماء الدائم ثم یتوضأ منه۔

ترجمہ:......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ: آپ

ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب نہ کرے، پھراسی سے وضو کرے۔

(ترمذی ص۲۱ ج۱، باب [ما جاء فی] کراھیة البول فی الماء الراکد ، رقم الحدیث:۶۸۔ نسائی، باب الماء الدائم ، رقم الحدیث:۵۷)

تشریح:......ان دونوں حدیثوں میں ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا گیا ،اس لئے کہ پیشاب کرنے سے پانی ناپاک ہوگیا، حالانکہ پانی میں پیشاب کرنے سے تینوں اوصاف میں سے کوئی وصف بھی نہیں بدلتا۔

(۱۰)......عن ابی هريرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله عليه و سلم قال : اذا استيقظ احدكم من الليل فلا يدخل يده فی الاناء حتی يُفرِغ عليها مرتين او ثلا ثا ' فانه لا يدری اين باتت يده۔

(ترمذی ص۲۱ ج۱، باب ما جاء : اذا استیقظ احدکم من منامه فلا یغمس یده فی الاناء حتی یغسلها ، رقم الحدیث:۲۴۔مسلم، باب کراهة غمس المتوضئ و غیره یده المشکوک فی نجاستها فی الاناء قبل غسلها ثلا ثا ، رقم الحدیث:۲۷۸۔نسائی، کتاب الطهارة ، رقم الحدیث:۱)

ترجمہ:......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ: آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی رات کوسو کر اٹھے تو جب تک ہاتھوں کو دو یا تین مرتبہ دھو نہ لے اس وقت تک (پانی کے) برتن میں ہاتھ نہ ڈالے، کیونکہ اسے معلوم نہیں کہ اس کے ہاتھ نے کہاں رات گذری۔

تشریح:......ان دونوں حدیثوں میں سو کر اٹھنے کے بعد جب تک ہاتھوں کو نہ دھولے برتن میں ہاتھ ڈالنے سے منع فرمایا گیا، اس لئے کہ ممکن ہے کہ رات کو ہاتھ غیر مناسب جگہ پر لگ

کر ناپاک ہوگیا ہو، اور دوسرے پانی کو ناپاک کردے گا، حالانکہ پانی میں اس طرح ہاتھ ڈالنے سے تینوں اوصاف میں سے کوئی وصف بھی نہیں بدلتا۔

(۱۱)......عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ : انّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال : اذا توضأ احدکم فلیجعل فی انفہ ماء ثم لینثر ' ومن استجمر فلیوتر ' واذا استیقظ احدکم من نومہ فلیغسل یدہ قبل ان یُدخلھا فی وضوئہ ' فانّ احدَکم لا یدری این باتت یدہ۔ (بخاری ص۲۸ ج۱، باب الاستجمار وترا ، کتاب الوضوء ، رقم الحدیث :۱۶۲)

ترجمہ:......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی وضو کرے تو اپنی ناک میں پانی ڈالے پھر اس کو جھاڑ لے، اور جو استنجاء کرے تو طاق عدد (ڈھیلے سے) کرے۔ اور جب تم میں سے کوئی بیدار ہو تو وضو کے برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے انہیں دھولے، اس لئے کہ تم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ اس کے ہاتھ نے رات کہاں گزاری؟۔

(۲)

شراب ناپاک ہے

اس مضمون میں شراب کے ناپاک ہونے پر چند احادیث اور آثار نقل کئے گئے ہیں۔ ان دلائل سے واضح طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ شراب جیسے حرام ہے اسی طرح ناپاک بھی ہے۔

مرغوب احمد لاجپوری

پیش لفظ

شراب کی حرمت اوراس کی قباحت پر قرآن کریم کی آیات اورآپ ﷺ کے بکثرت ارشادات احادیث میں آئے ہیں، اوراس کے استعمال پر سخت سے سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔ یہاں ان احادیث کو بیان کرنا مقصود نہیں۔اس مضمون میں صرف وہ احادیث جمع کی گئی ہیں جوشراب کے نجس ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔

کئی احادیث اورآثار میں شراب کی نجاست کواشارۃً وصراحۃً بیان کیا گیا ہے۔اسی لئے فقہاء کرام رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: شراب ناپاک ہے۔اوراس کے ناپاک ہونے پر اجماع بھی نقل کیا گیا ہے۔شیخ محمد بن عبدالرحمٰن شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''اجمع الائمة على نجاسة الخمر الا ما حكى عن داؤد انه قال : بطهارتها مع تحريمها''۔(رحمة الامة فى اختلاف الائمة ص ۷)

ترجمہ:......شراب کے ناپاک ہونے پرتمام ائمہ کرام کا اجماع ہے،البتہ داؤدظاہری سے نقل کیا گیاہے کہ: وہ شراب کوحرام سمجھتے ہوئے اس کو پاک کہتے تھے۔

صاحب ہدایہ علامہ علی مرغینانی رحمہ اللہ نے شراب کے بارے میں دس بحثیں کی ہیں: ان میں چوتھی بحث شراب کے ناپاک ہونے کے بارے میں ہے، کہ شراب نجاست ہے اور پیشاب کی طرح نجاست غلیظہ ہے، چونکہ اس کی نجاست کا ثبوت دلائل قطعیہ سے ہے۔

''والرابع انها نجسة نجاسة غليظة كالبول ' لثبوتها بالدلائل القطعية على ما بيناه ''

(ہدایہ ص ۴۹۷ ج ۴، كتاب الاشربة)

حضرت مولانا عبدالحئ صاحب لکھنوی رحمہ اللہ اس کے حاشیہ پرتحریرفرماتے ہیں کہ: یہاں اولی اوربہتر تھا کہ یہ عبارت ہوتی:

’’فالاولی ھھنا تحریر الکافی حیث قال : وھی نجسة نجاسة غلیظة کالبول والدم‘ لانھا سمیت رجسا بالنص القطعی‘‘۔

(حاشیہ نمبر:۹/ہدایہ ص۴۹۷ج۴، کتاب الاشربة)

فرقۂ علماء اہل حدیث بھی شراب کو پاک مانتے ہیں،نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں:

’’فتحریم الحُمر والخمر الذی دلت علیه النصوص لایلزم منه نجاستھا ، بل لا بد من دلیل آخر علیه‘ والا بقیا علی الاصول المتفق علیھا من الطھارة‘‘۔

(الروضۃ الندیۃ ص۲۱ج۱)

ترجمہ:......یعنی گدھوں اور شراب کے حرام ہونے سے کہ جس پر قرآن وحدیث دلالت کر رہے ہیں ان کا ناپاک ہونا لازم نہیں آتا، ان کے ناپاک ہونے کی دوسری دلیل ہونی ضروری ہے، ورنہ متفق علیہ اصول یعنی طہارت پر باقی رہیں گے۔

نواب نورالحسن لکھتے ہیں:

حکم بنجاست خمر بنا برحرمت بے دلیل باشد۔(عرف الجادی ص۲۷۳)

ترجمہ:......شراب کو حرام ہونے کی وجہ سے ناپاک کہنا بے دلیل ہے۔

نواب وحیدالزمان لکھتے ہیں:’’والمنی طاھر..... وکذلک الخمرة‘‘۔

(نزل الابرار ص۴۹)

ترجمہ:......منی پاک ہے اور ایسے ہی شراب (بھی پاک ہے)۔

(ماخوذ از: حدیث اور اہل حدیث ص۱۶۲)

دلائل سے جمہور کے قول کی تائید ہوتی ہے۔ مرغوب احمد لاجپوری

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾۔ (پ:۷،سورۂ مائدہ،آیت نمبر:۹۰)

ترجمہ:......اے ایمان والو! شراب، جوا، بتوں کے تھان اور جوے کے تیر، یہ سب ناپاک شیطانی کام ہیں، لہذا ان سے بچو، تاکہ تمہیں فلاح حاصل ہو۔

(۱)......عن ابی ثعلبة الخُشنی رضی الله عنه : انّه سأل رسول اللّه صلی الله علیه وسلم قال : انا نُجاوِر اهل الکتاب وهم یطبَخون فی قُدورهم الخنزیر و یشربون فی آنیتهم الخمرَ ؟ فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم : ان وجدتم غیرَها فکلوا فیها واشربوا ، وان لم تجدوا غَیرها فَارحَضوها بالماء وکُلوا وشربوا۔

(ابوداؤد ص۱۸۱ج۲، باب فی استعمال آنیة اهل الکتاب ، کتاب الاطعمة ، رقم الحدیث : ۳۸۳۸)

ترجمہ:......حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ: ہم اہل کتاب کے پڑوس میں رہتے ہیں، اور وہ لوگ اپنی ہانڈیوں میں خنزیر (کا گوشت) پکاتے ہیں، اور اپنے برتنوں میں شراب پیتے ہیں؟ (تو کیا ہم ان کے برتن استعمال کر سکتے ہیں؟) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: اگر تمہیں ان کے علاوہ دوسرے برتن ملیں تو ان میں کھاؤ اور پیو، اور دوسرے برتن نہ ملیں تو پھر ان کو پانی سے دھوکر (ان میں) کھاؤ، پیو۔

تشریح:......اگر شراب ناپاک نہ ہوتی تو آپ ﷺ برتن کو دھونے کا حکم ارشاد نہ فرماتے۔

(۲)......طارق بن سُوید الجُعفی رضی الله عنه : سأل النبی صلی الله علیه وسلم

عن الخمر؟ فنهاه ' أو كره ان يصنعها ، فقال : انما اصنعها للدّواء ، فقال : انه ليس بدواء ولكنه داء۔

(مسلم ص۱۶۳ ج۲، باب تحريم التداوى بالخمر و بيان انها ليست بدواء ، كتاب الا شربة ، رقم الحديث :۱۹۸۴)

ترجمہ:......حضرت طارق بن سوید جعفی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے شراب کے متعلق سوال کیا، آپ ﷺ نے انہیں (شراب کے استعمال کرنے سے) منع فرمایا اور اس کے بنانے کو ناپسند فرمایا، انہوں نے عرض کیا: میں اس کو دوا کے لئے بناتا ہوں۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ: یہ دوا نہیں یہ تو بیماری ہے۔

تشریح:......اگر شراب ناپاک نہ ہوتی تو آپ ﷺ اس سے دوا بنانے کی اجازت مرحمت فرمادیتے جو جسم پر ملنے کے کام آتی۔

(۳)......عن سليمان بن موسى قال : لما افتتح خالد بن الوليد رضى الله عنه الشام نزل آمد فاعد له من بها من الاعاجم الحمام و دلوكا عجن بالخمر ' وكان لعمر رضى الله عنه عيونا من جيوشه يكتبون اليه بالاخبار ، فكتبوا اليه بذلک ، فكتب اليه عمر رضى الله عنه : ان الله حرم الخمر على بطونكم واشعاركم و ابشاركم۔

(كنز العمال ص۵۲۳ ج۹، ازالة النجاسة و ذكر بعض انواعها ، رقم الحديث :۲۷۲۵۹)

ترجمہ:......حضرت سلیمان بن موسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جب ملک شام فتح کیا اور آمد (شہر) میں نزول فرمایا، تو وہاں کے رہنے والے عجمیوں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے لئے حمام اور جسم پر ملنے کے لئے ایک خوشبو تیار کی' جو شراب سے خمیر کی گئی تھی، ان کے لشکر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بہت

سے جاسوس تھے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو رپورٹیں لکھ کر بھیجا کرتے تھے، انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ بات بھی لکھ دی، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ: اللہ تعالی نے شراب حرام قرار دی ہے تمہارے پیڑوں پر تمہارے بالوں پر اور تمہارے کھالوں پر۔

(۴)......عن ابی عثمان والربیع أو ابی حارثة قال : بلغ عمر رضی الله عنه ان خالد بن الولید رضی الله عنه دخل الحمام فتدلک بعد النورة بخبز عصفر معجون بخمر ، فکتب الیه : بلغنی انک تدلکت بخمر' وانه قد حرم ظاهر الخمر و باطنها' وقد حرم مس الخمر کما حرم شربها ، فلا تمسها اجسامکم فانها نجس۔

(کنز العمال ص۵۲۲ج۹، ازالة النجاسة و ذکر بعض انواعها ، رقم الحدیث :۲۷۲۵۶)

ترجمہ:......حضرت ابوعثمان اور حضرت ربیع رحمہما اللہ سے یا حضرت ابوحارثہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ اطلاع ملی کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ حمام میں داخل ہوئے اور انہوں نے نورہ کے بعد کوئی عصفر معجون شراب سے تیار کی گئی خوشبو ملی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ: مجھے خبر پہنچی ہے کہ تم شراب کی مالش کرتے ہو، (تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ) شراب کے ظاہر و باطن کو بھی حرام قرار دیا گیا ہے، اور جس طرح شراب کا پینا حرام ہے اسی طرح اس کا چھونا بھی حرام ہے، شراب اپنے جسموں پر مت ملو، کیونکہ یہ ناپاک ہے۔

تشریح:......یہ دونوں روایتیں تو شراب کے ناپاک ہونے میں بالکل صریح ہیں۔

(۵)......عن سلیمان بن موسی ان عمر کتب الی خالد بن الولید : انه بلغنی انک دخلت حماما بالشام' وان من بها من الاعاجم اتخذوا لکم دلوها النار۔

ترجمہ:......حضرت سلیمان بن موسی رحمہ اللہ کی روایت ہے کہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تم شام میں حمام میں داخل ہوئے تھے، جبکہ ان حماموں میں عجمی لوگ ہوتے ہیں جو تمہارے لئے آگ (شراب کی (جسم پر ملنے والی) دوا بناتے ہیں۔

(کنز العمال ص۵۲۲ ج۹، ازالة النجاسة و ذکر بعض انواعها ، رقم الحدیث :۲۷۲۵۷)

(۶)......عن مجاهد قال : اذا اصاب ثوبک خمر' فاغسله' هو شر من الدم۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۲۸۶ ج۲، فی القیء والخمر یصیب الثوب ، رقم الحدیث :۲۰۴۰)

ترجمہ:......حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: تمہارے کپڑے پر شراب لگ جائے تو اسے دھولو، یہ خون سے زیادہ برا ہے۔

تشریح :......اس اثر میں تو خون سے بھی زیادہ شر بتلا کر شراب کے ناپاک ہونے کو بہت صاف الفاظ میں واضح کر دیا گیا ہے۔

ایک روایت میں یہ ہے: ''اشرّ من الدم'' اور دوسری روایت میں اس طرح کے الفاظ آئے ہیں: ''اشدّ من الدم''۔ (حاشیہ: مصنف ابن ابی شیبہ ص۲۸۶ ج۲)

(۷)......عن الحسن قال :القیء والخمر والدم بمنزلة : یعنی : فی الثوب۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۲۸۶ ج۲، فی القیء والخمر یصیب الثوب ، رقم الحدیث :۲۰۳۹)

ترجمہ:......حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: قے اور شراب اور خون سب کا حکم ایک ہے، یعنی کپڑے پر لگنے کے بارے میں (جس طرح خون اور قے ناپاک ہیں اور کپڑے پر لگ جائیں تو کپڑا ناپاک ہوجاتا ہے، اسی طرح شراب بھی ناپاک ہے)۔

(۳)

مردار، خون اور خنزیر سب ناپاک ہیں

اس مضمون میں مردار، خون اور خنزیر کے ناپاک ہونے پر چند احادیث اور آثار نقل کئے گئے ہیں۔ ان دلائل سے واضح طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ مردار، خون اور خنزیر سب ناپاک ہیں۔

مرغوب احمد لاجپوری

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ یَّكُوْنَ مَیْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ﴾۔(پ:۸/سورۂ انعام، آیت نمبر:۱۴۵)

ترجمہ:……(اے پیغمبر! ان سے) کہو کہ:''جو وحی مجھ پر نازل کی گئی ہے اس میں تو میں کوئی ایسی چیز نہیں پاتا جس کا کھانا کسی کھانے والے کے لئے حرام ہو، الا یہ کہ وہ مردار ہو، یا بہتا ہوا خون ہو، یا سور کا گوشت ہو، کیونکہ وہ ناپاک ہے۔

(۱)……عن عائشة رضی الله عنها : قالت : جاء ت فاطمة ابنة ابی حُبیش :الی النبی صلی الله علیه وسلم فقالت : یا رسول الله ! انّی امرأةٌ اُستحاضُ فلا اطهر ' اَفَاَدَ عُ الصلوة ؟ فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم : لا ، انّما ذلکِ عرقٌ ولیس بحیضٍ فاذا اقبلتْ حیضتُکِ فدعی الصلوة ، واذا ادبرت فاغسلی عنک الدم ثم صلّی۔

(بخاری ص۴۴ ج۱، باب غسل الدم ، کتاب الوضوء ، رقم الحدیث :۲۲۸)

ترجمہ:……حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ: یا رسول اللہ! میں تو پاک ہی نہیں ہوتی، تو نماز (پڑھنی) چھوڑ دوں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: یہ رگ (سے نکلنے والا) خون ہے، حیض نہیں ہے، اس لئے جب حیض کے دن آئیں تو نماز چھوڑ دے، اور جب اندازہ کے مطابق وہ ایام گذر جائیں تو خون کو دھولے اور نماز پڑھ لے۔

(۲)……عن جابر بن عبد الله رضی الله عنه : انه سمع رسول الله صلی الله علیه وسلم ' عام الفتح وهو بمكة یقول : ان الله و رسوله حرّم بیعَ الخمر والمیتة والخنزیر والاصنام ، فقیل : یا رسول الله ! اَرأیت شُحوم المیتة فانه یُطلی بها السُّفن

ویُدھن بھا الجلود ویستصبح بھا الناس ؟ قال : لا، ھو حرام ، ثم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : عند ذلک قاتل اللہ الیھود ، ان اللہ حرم علیھم الشُّحوم فَأجمَلُوہُ ثم باعوہ فَاکَلُوا ثمنہ۔

(ترمذی ص۲۴۲ ج۱، باب ما جاء فی بیع جلود المیتۃ والاصنام ، رقم الحدیث :۱۲۹۷)

ترجمہ:......حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: انھوں نے فتح مکہ کے سال مکہ مکرمہ میں آپ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: بے شک اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ نے شراب، مردار، خنزیر اور بتوں کی خرید وفروخت کو حرام قرار دیا ہے۔عرض کیا گیا کہ: یا رسول اللہ! مردار کی چربی کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ کیونکہ وہ کشتیوں پر ملی جاتی ہے اور کھالوں پر اس کا روغن لگایا جاتا ہے، اور لوگ اس سے چراغ جلاتے ہیں،آپ ﷺ نے فرمایا:نہیں مردار کی چربی حرام ہے، پھر اسی موقعہ پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالی یہودیوں کو ہلاک کرے،اللہ تعالی نے ان پر چربی کو حرام قرار دیا، انھوں نے اسے پگھلا کر بیچا اور اس کی قیمت کھائی۔

(۳)......عن ابی ثعلبۃ الخُشنی رضی اللہ عنہ : انّہ سأل رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم قال : انا نُجاوِر اھل الکتاب وھم یطبَخون فی قُدورھم الخنزیر و یشربون فی آنیتھم الخمرَ ؟ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : ان وجدتم غیرَھا فکلوا فیھا واشربوا ' وان لم تجدوا غَیرھا فَارحَضوھا بالماء وکُلو ا وشربوا۔(ابوداؤد ص۱۸۱ ج۲ باب فی استعمال آنیۃ اھل الکتاب ، کتاب الاطعمۃ ، رقم الحدیث :۳۸۳۸)

ترجمہ:......حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ: ہم اہل کتاب کے پڑوس میں رہتے ہیں،اور وہ لوگ اپنی ہانڈیوں

میں خنزیر(کا گوشت) پکاتے ہیں، اور اپنے برتنوں میں شراب پیتے ہیں؟ (تو کیا ہم ان کے برتن استعمال کر سکتے ہیں؟) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: اگر تمہیں ان کے علاوہ دوسرے برتن ملیں تو ان میں کھاؤ اور پیو، اور دوسرے برتن نہ ملیں تو پھر ان کو پانی سے دھو کر (ان میں) کھاؤ، پیو۔

(۴)......عن نافع عن ابن عمر رضی الله عنهما : انه رأى فى ثوبه دمًا ، فغسله فبقى أثره أسود ، و دَعا بِمِقصّ فقصّه فقرضه۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۹۸ ج ۲، فی الدم يغسل من الثوب فيبقى اثره ، رقم الحديث:۲۰۸۶)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ: آپ نے اپنے کپڑے میں خون لگا ہوا دیکھا تو اسے دھو دیا، لیکن سیاہ نشان باقی رہا، آپ نے قینچی منگوائی اور اسے کاٹ دیا۔

(۵)......عن الحسن فى الحُبّ تقطر فيه القطر عن الخمر أوالدم ؟ قال : يُهَراق۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۰۸ ج ۲، القطرة من الخمر والدم تقع فى الاناء ، رقم الحديث :۱۷۸۳)

ترجمہ:......حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: مٹکے میں شراب یا خون کے قطرے گر جائیں تو اسے بہا دیا جائے۔

(۶)......عن الحسن قال : القىء والخمر والدم بمنزلة : يعنى : فى الثوب۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۸۶ ج ۲، فى القىء والخمر يصيب الثوب ، رقم الحديث :۲۰۳۹)

ترجمہ:......حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: قے اور شراب اور خون سب کا حکم ایک ہے، یعنی کپڑے پر لگنے کے بارے میں (جس طرح خون اور قے ناپاک ہیں اور کپڑے پر لگ جائیں تو کپڑا ناپاک ہوجاتا ہے، اسی طرح شراب بھی ناپاک ہے)۔

(۴)

کتے کا لعاب ناپاک ہے

اس مضمون میں کتے کے لعاب کے ناپاک ہونے پر چند احادیث اور آثار نقل کئے ہیں۔ ان دلائل سے واضح طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ کتے کا لعاب ناپاک ہے۔

مرغوب احمد لاجپوری

(۱)......عن ابی هريرة رضی الله عنه قال : قال رسول الله صلی الله عليه وسلم : اذا ولغ الکلب فی اناء احدكم فليرقه ثم ليغسله سبع مرات۔

(مسلم ص۱۳۷ ج۱، حکم ولوغ الکلب ، رقم الحدیث:۲۷۹)

ترجمہ:......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: جب کتا تم میں سے کسی کے برتن میں منہ ڈال دے تو اسے چاہئے کہ وہ اسے بہا کر سات مرتبہ دھوئے۔

(۲)......عن ابی هريرة رضی الله عنه قال : قال رسول الله صلی الله عليه وسلم : طهور اناء احدكم اذا ولغ فيه الكلب ان يغسِله سبع مرات ' اُولاهُنّ بالتّراب۔

(مسلم ص۱۳۷ ج۱، حکم ولوغ الکلب ، رقم الحدیث:۲۷۹)

ترجمہ:......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: تمہارے برتن کی پاکی جبکہ کتا اس میں منہ ڈال دے یہ ہے کہ اسے سات مرتبہ دھولیں، پہلی بار مٹی سے مانجیں۔

(۳)......عن عبد الله بن المغفّل رضی الله عنه قال : امر رسول الله صلی الله عليه وسلم : بقتل الكلاب ' ثم قال : ما بالُهم و بال الكلاب ؟ ثم رخّص فی كلب الصّيد وكلب الغنم ، وقال : اذا ولغ الكلب فی الاناء فاغسلوه سبع مرات ' و عَفِّرُوه الثّامنةَ فی التُّراب۔(مسلم ص۱۳۷ ج۱، حکم ولوغ الکلب ، رقم الحدیث:۲۸۰)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے کتوں کو قتل کرنے کا حکم فرمایا، پھر فرمایا: کیا حال ہے لوگوں کا اور کیا حال ہے کتوں کا، پھر شکاری اور بکریوں (کی حفاظت والے) کتوں میں رخصت عطا فرمادی، اور فرمایا: جب کتا

برتن میں منہ ڈال دے تو اسے سات مرتبہ دھولو، اور آٹھویں مرتبہ مٹی سے مانجو۔

(۴)......عن عطاء عن ابی هريرة رضی الله عنه انه كان : فی الاناء يلغ فيه الكلب او الهر ' قال : يغسله ثلاث مرار۔ (طحاوی ص۲۴ ج۱، باب سؤر الكلب ، رقم الحديث:۶۵)

ترجمہ:...... حضرت عطاء رحمہ اللہ' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ: (آپ) جب کتا برتن میں منہ ڈال دے تو اس کو تین مرتبہ دھونے کا حکم فرماتے۔

(۵)......عن عطاء ' عن ابی هريرة رضی الله عنه انه كان : اذا ولغ الكلب فی الاناء اهراقه ' و غسله ثلاث مرات۔

(دار قطنی ص٦٦ ج١، باب ولوغ الكلب فی الاناء ، رقم الحديث:۱۹۴)

ترجمہ:...... حضرت عطاء رحمہ اللہ' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ: جب کتا برتن میں منہ ڈال دے تو اس کو بہا دیتے، اور برتن کو تین مرتبہ دھونے کا حکم فرماتے۔

(٦)......عن ابن جريج قال : قلت لعطاء : كم يُغسل الاناء الذی يلغ فيه الكلب ؟ قال : كل ذلك سمعت ' سبعا و خمسا و ثلاث مرات۔

(مصنف عبدالرزاق ص۹۷ ج۱، باب الكلب يلغ فی الاناء ، رقم الحديث:۳۳۲)

ترجمہ:...... حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: میں نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے عرض کیا کہ: جس برتن میں کتا منہ ڈال دے تو اسے کتنی مرتبہ دھویا جائے گا؟ انہوں نے فرمایا کہ: یہ سب (طرح کی روایتیں) میں نے سنی ہیں: سات بار پانچ بار اور تین بار (تین مرتبہ وجوباً اور پانچ اور سات مرتبہ استحبابا)۔

(۷)......عن معمر قال : سألت الزهری عن الكلب يلغ فی الاناء ؟ قال : يغسل

ثلاث مرات۔(مصنف عبدالرزاق ص۹۷ج۱، باب الكلب يلغ فی الاناء ، رقم الحديث:۳۳۶)

ترجمہ:......حضرت معمر رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: میں نے حضرت زہری رحمہ اللہ سے سوال کیا کہ: جس برتن میں کتا منہ ڈال دے (تو اسے کتنی مرتبہ دھویا جائے گا؟) انہوں نے فرمایا کہ: تین مرتبہ۔

تشریح:......حضرت مولانا انورشاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: تین مرتبہ دھونا تو اصل حکم ہے،(گویا فرض وضروری ہے) اور بقیہ تین کے بعد دھونا نظافت کے لئے ہے۔

(حاشیہ : ادلة الحنفيه من الاحاديث النبويه على المسائل الفقهيه ص۷۵، تحت رقم الحديث: ۱۱۰)

خلاصۂ احادیث

ان احادیث وآثار سے ثابت ہورہا ہے کہ کتے کا لعاب ناپاک ہے،اس لئے کہ آپ ﷺ نے کتے کے جوٹھے کے پھینکنے اور برتن کے دھونے کا حکم دیا،اسی طرح برتن کو مٹی سے صاف کرنے اور باربار دھونے کا حکم عطافرمایا۔

نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں:

وحدیث ولوغ کلب دال برنجاست تمامہ کلب ودم وشعر وعرق نیست، بلکہ ایں حکم مختص بولوغ اوست۔(بدرالاہلۃ ص۱۶)

ترجمہ:...... کتے کے منہ ڈالنے والی حدیث پورے کتے اس کے خون' بال اور پسینے کے ناپاک ہونے پر دلالت نہیں کرتی ، بلکہ یہ حکم تو صرف اس کے منہ ڈالنے کے ساتھ خاص ہے۔

نواب وحیدالزمان لکھتے ہیں:

’’واختلفوا فی لعاب الکلب والخنزیر وسورهما ، والارجح طهارته کما مرّ، وکذلک فی بول الکلب و خراء ہ ، والحق انه لا دلیل علی النجاسة‘‘۔

(نزل الابرار ص۵۰)

ترجمہ:......لوگوں نے کتے‘ خنزیر اوران کے جوٹھے کے متعلق اختلاف کیا ہے، زیادہ راجح بات یہ ہے کہ ان کا جوٹھا پاک ہے جیسا کہ گذر چکا۔ اور ایسے ہی لوگوں نے کتے کے پیشاب‘ پاخانہ کے متعلق اختلاف کیا ہے، حق بات یہ ہے کہ ان کے ناپاک ہونے پر کوئی دلیل نہیں۔ (حدیث اور اہل حدیث ص۱۶۶)

(۵)

پیشاب ناپاک ہے

اس مضمون میں مختلف روایات سے یہ واضح کیا گیا ہے کہ: پیشاب ناپاک ہے۔اوراس کے لئے بیس احادیث اورآثار جمع کئے گئے ہیں۔

مرغوب احمد لاجپوری

....

غیر مقلداور فرقۂ اہل حدیث کے عالم نواب وحیدالزمان لکھتے ہیں:

''والمنی طاھر ' وکذٰلک الدم غیر دم الحیضۃ ' وکذٰلک رطوبۃ الفرج ' وکذٰلک الخمر و بول مایؤکل لحمہ و ما لا یؤکل لحمہ من الحیوانات''۔

(نزل الابرار ص۴۹ ج۱)

ترجمہ:.......منی پاک ہے، ایسے ہی حیض کے خون کے علاوہ باقی خون' شرمگاہ کی رطوبت' شراب اورحلال وحرام جانوروں کا پیشاب پاک ہے۔(حدیث اوراہل حدیث ص۱۷۰)

(۱)......عن عائشة امّ المؤمنين انّها قالت : اُتى رسول الله صلى الله عليه وسلم بصبى فبال على ثوبه ، فدعا بماء فاتبعه ايّاه۔

(بخاری، باب بول الصبيان ، رقم الحديث:۲۲۲)

ترجمہ:...... ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک بچہ لایا گیا، اس نے آپ ﷺ کے کپڑے پر پیشاب کردیا، آپ ﷺ نے پانی منگوایا' اوراس پانی کو اس کپڑے کے تابع کیا (یعنی اس پانی کو اس کپڑے پر بہایا)۔

(۲)......عن انس بن مالک : ان النبى صلى الله عليه وسلم رأى اعرابيا يبول فى المسجد ، فقال : دعوه ، حتى اذا فرغ دعا بماء فصبه عليه۔

(بخاری، باب ترکِ النبى صلى الله عليه وسلم والناسِ الاعرابى حتى فرغ من بوله فى المسجد، رقم الحديث:۲۱۹)

ترجمہ:......: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے ایک اعرابی کو مسجد میں پیشاب کرتے ہوئے دیکھا (لوگ اس کو ڈانٹ رہے تھے تو آپ ﷺ نے) فرمایا: اس کو چھوڑ دو یہاں تک کہ وہ پیشاب سے فارغ ہوگیا، تو آپ ﷺ نے پانی منگوایا اوراس جگہ پر بہادیا۔

(۳)......عن ابن عباس رضى الله عنهما قال : مرّ النبى صلى الله عليه وسلم بحائط من حيطان المدينة أو مكة ' فسمع صوت انسانين يُعذَّبانِ فى قبورهما ، فقال النبى صلى الله عليه وسلم : يُعذَّبان وما يُعذَّبان فى كبير ، ثم قا ل :بلى كان احدهما لا يستتر من بوله ، وكان الآخر يمشى بالنميمة ، الخ۔

(بخاری، باب من الكبائر ان لا يستتر من بوله ، رقم الحديث:۲۱۶)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ یا مکہ معظّمہ کے باغات میں سے کسی باغ کے پاس سے گذرے، تو آپ ﷺ نے دو انسانوں کی آوازیں سنیں، جنہیں ان کی قبروں میں عذاب دیا جارہا تھا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ان دونوں کو عذاب دیا جارہا ہے، اوران کو کسی بڑی چیز میں عذاب نہیں دیا جارہا ہے، پھر فرمایا: کیوں نہیں، ان میں سے ایک پیشاب کے قطروں سے نہیں بچتا تھا، اور دوسرا چغلی کرتا تھا۔

(۴)......عن عبد الرحمن ابن حسنة رضی الله عنه قال : انطلقتُ انا و عمرو بن العاص رضی الله عنه الی النّبی صلی الله علیه وسلم ، فخرج و معه دَرَقةٌ ثم استتر بها ثم بال ، فقلنا : انظروا الیه یبول کما تبول المرأة ، فسمع ذلک، فقال : الم تعلموا ما لقی صاحب بنی اسرائیل ؟ کانوا اذا اصابهم البول قطعوا ما اصابه البول منهم ، فنهاهم ، فعُذِّب فی قبره۔

(ابوداؤد، باب الاستبراء من البول ، رقم الحدیث:۲۲۔نسائی، البول الی السترة یستتر بها ، رقم الحدیث:۳۰۔ابن ماجہ، باب التشدید فی البول ، رقم الحدیث:۳۴۶)

ترجمہ:......حضرت عبدالرحمٰن بن حسنہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: وہ فرماتے ہیں کہ: میں اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے پاس گئے (ہم نے دیکھا کہ) آپ ﷺ باہر تشریف لائے اس حال میں کہ آپ ﷺ کے ساتھ ڈھال تھی، اوراس کی آڑ میں بیٹھ کر پیشاب کرنے لگے، ہم نے آپس میں کہا کہ: ذرا دیکھو تو آپ ﷺ یوں (چھپ کر اور بیٹھ کر) پیشاب کررہے ہیں جیسے عورتیں کرتی ہیں، یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا کہ: کیا تمہیں بنی اسرائیل کے ایک شخص کا انجام معلوم نہیں؟ بنی اسرائیل کے لئے

قانون یہ تھا کہ جب ان میں سے کسی کو پیشاب لگ جاتا تو وہ اس مقام کو کاٹ ڈالتے تھے، اس شخص نے ان کو (اس قانون پر عمل کرنے سے) روکا تو اس کو (اس جرم کی پاداش میں) عذاب قبر میں مبتلا کر دیا گیا۔

(۵)......عن جسرة قالت : حدثتنی عائشة رضی الله عنها قالت : دخلَتْ عَلَیَّ امرأة من اليهود ، فقالت :ان عذاب القبر من البول ، قلت : كذبتِ ، قالت : بلٰی ، انه لَيقرضُ منه الجلد والثوب ، قالت : فخرج رسول الله صلى الله عليه وسلم الى الصلوة وقد ارتفعت أصواتنا ، فقال : ماهذا ؟ فاخبرته ، فقال صدَقَتْ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۸۷ ج ۲، فی التوقّی من البول ، رقم الحديث:۱۳۱۶)

ترجمہ:......حضرت جسرہ رحمہا اللہ فرماتی ہیں کہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ہمارے پاس ایک یہودی عورت آئی اور اس نے کہا کہ: قبر کا عذاب پیشاب (سے نہ بچنے کی وجہ سے) ہوتا ہے، (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:) میں نے کہا کہ: تو نے جھوٹ کہا، اس نے کہا کہ: (جھوٹ نہیں) یقیناً ایسا ہی ہے، پیشاب کی وجہ سے چمڑی اور کپڑے کو کاٹا جاتا ہے، (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) فرماتی ہیں کہ: اتنے میں رسول اللہ ﷺ نماز کے لئے تشریف لے جانے لگے، اور ہماری آوازیں اونچی ہورہی تھیں، آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کیا ہے؟ تو آپ ﷺ کو میں نے اطلاع دی (کہ یہ یہودی عورت اس طرح کہہ رہی ہے) آپ ﷺ نے فرمایا: اس نے سچ کہا۔

(۶)......عن ابی هريرة رضی الله عنه قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : اكثرُ عذابِ القبر من البول۔ (ابن ماجہ، باب التشديد فی البول ، رقم الحديث:۳۴۸)

ترجمہ:......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

اکثر قبر کا عذاب پیشاب (سے نہ بچنے) کی وجہ سے ہوتا ہے۔

(۷)......عن ابی امامة رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال : اتقوا البول ، فانّه اوّلُ ما یُحاسَب به العبد فی القبر۔

(مجمع الزوائد ص ۲۸۷ ج۱، باب الاستبراء من البول والاحتراز منه ، لما فیه من العذاب ، رقم الحدیث:۱۰۳۴۔ طبرانی (کبیر) رقم الحدیث:۷۶۰۵)

ترجمہ:...... حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: پیشاب سے بچو، کیونکہ قبر میں بندہ کا سب سے پہلے اسی پر محاسبہ ہوتا ہے۔

(۸)......عن ابی هریرة رضی الله عنه قال : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: اکثروا عذاب القبر منه۔

(مستدرک حاکم ص ۱۸۳ ج۱۔ نصب الرایہ ص ۱۸۱ ج۱، فصل فی البئر)

ترجمہ:...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: پیشاب سے بچو، کیونکہ عام طور پر عذاب قبر پیشاب (سے نہ بچنے) کی وجہ سے ہوتا ہے۔

(۹)......عن ابن عباس رضی الله عنهما قال : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: استنزهوا من البول فان عامة عذاب القبر منه۔

(معجم طبرانی (کبیر) ص ۹۷ ج ۱۱، رقم الحدیث:۱۱۱۰۴)

ترجمہ:...... حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: پیشاب سے بچو، کیونکہ عام طور پر عذاب قبر پیشاب (سے نہ بچنے) کی وجہ سے ہوتا ہے۔

(۱۰)......عن عبادة بن الصامت رضی الله عنه قال : سألَنا رسول الله صلی الله

علیہ وسلم عن البول؟ فقال : اذا مسکم شیء فاغسلوہ ' فانی اظن ان منہ عذاب القبر۔(تلخیص الحبیر ص۱۰۶ج ا، باب الاستنجاء ، رقم الحدیث:۱۳۶)

ترجمہ:......حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ہم نے رسول اللہ ﷺ سے پیشاب کے متعلق سوال کیا،تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ: جب تم کو ذرا سا بھی پیشاب لگ جائے تو اسے دھولو،اس لئے کہ میرا گمان یہی ہے کہ:اس سے بھی عذاب قبر ہوتا ہے۔

(۱۲)......قال حماد : انی لاغسِل البول کلّہ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۶۸ ج ۲، فی بول البعیر والشاۃ یصیب الثوب ، رقم الحدیث:۱۲۳۹)

ترجمہ:......حضرت حماد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں پیشاب کی وجہ سے سارے (کپڑوں کو) دھولیتا ہوں۔

(۱۳)......عن الحسن قال : کان یری تغسل الابوالُ کلّھا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۶۸ ج ۲، فی بول البعیر والشاۃ یصیب الثوب ، رقم الحدیث:۱۲۴۴)

ترجمہ:......حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کی رائے تھی کہ: ہر طرح کے پیشاب کو دھویا جائے گا۔

(۱۴)......عن نافع و عبد الرحمن بن القاسم انھما قالا : اغسل ما اصابک من ابوال البھائم۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۶۹ ج ۲، فی بول البعیر والشاۃ یصیب الثوب ، رقم الحدیث:۱۲۴۶)

ترجمہ:......حضرت نافع اور حضرت عبد الرحمٰن بن قاسم رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ: جانوروں کا پیشاب اگر لگ جائے تو اسے دھولو۔

(۱۵)......ابو مجلز یقول : قلت : لابن عمر : بعثت جملی فبال ' فاصابنی بولہ ؟

قال: اغسله ، قلت : انما کان انتضحَ کذا و کذا ' یعنی یقلّلُه ، قال : اغسِلُه۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۶۹ ج ۲، فی بول البعیر و الشاة یصیب الثوب ، رقم الحدیث:۱۲۴۹)

ترجمہ:......حضرت ابومجلز رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے عرض کیا کہ: میں نے اونٹنی کو بھیجا تو اس نے پیشاب کر دیا، اس کے پیشاب (کے کچھ چھینٹے) مجھے لگ گئے، آپ نے فرمایا: ان کو دھولو۔ (حضرت ابومجلز رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:) میں نے کہا: ایسے ایسے چھینٹے تھے، گویا ان کو بہت کم سمجھتا تھا، فرمایا: (پھر بھی) دھو لو۔

(۱۶)......عن میمون بن مهران قال : بول البهیمة والانسان سواء۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۶۹ ج ۲، فی بول البعیر و الشاة یصیب الثوب ، رقم الحدیث:۱۲۵۰)

ترجمہ:......حضرت میمون بن مہران رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: جانور اور انسان کا پیشاب (ناپاک ہونے میں) برابر ہے۔

(۱۷)......عن الحکم قال : اذا انتضح علیک بولُ الدّابة فرأیت اثره فاغسله ' وان لم تر اثره فدعه ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۷۰ ج ۲، فی بول البعیر و الشاة یصیب الثوب ، رقم الحدیث:۱۲۵۴)

ترجمہ:......حضرت حکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: جب کسی جانور کے تجھ پر پیشاب (کے چھینٹے) لگ جائیں اور تجھے ان کا اثر نظر آئے تو ان کو دھولے، اور اگر نظر نہ آئیں تو چھوڑ دے۔

(۱۸)......عن لیث و عن عطاء : فی الرجل یصیب ثوبه البول فلا یُدری أین هو؟ قالا یغسل الثوب کله۔

ترجمہ:...... حضرت لیث اور حضرت عطاء رحمہما اللہ اس آدمی کے بارے میں جن کے کپڑے میں پیشاب لگ جائے اور معلوم نہ ہو کہ کہاں لگا ہے؟ فرماتے ہیں کہ: سارے کپڑے کو دھویا جائے گا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۵۷ ج ۲، البول یصیب الثوب فلا یُدری این ھو ، رقم الحدیث:۱۲۸۲)

(۱۹)......عن نافع عن ابن عمر قال :یغسل الثوب کلّه۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۵۷ ج ۲، البول یصیب الثوب فلا یُدری این ھو ، رقم الحدیث:۱۲۸۳)

ترجمہ:...... حضرت نافع رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: (اگر پیشاب کپڑے پر لگ جائے تو) سارا کپڑا دھویا جائے گا۔

(۲۰)......عن الحسن : سئل عن الثوب یصیبه البولُ فلا یُدری این مکانه ؟ قال : اذا استیقن غسَلَه کلَّه۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۵۷ ج ۲، البول یصیب الثوب فلا یُدری این ھو ، رقم الحدیث:۱۲۸۵)

ترجمہ:...... حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: ان سے سوال کیا گیا کہ: (اگر) کپڑے پر پیشاب لگ جائے اور معلوم نہ ہو کہ کہاں لگا ہے؟ تو فرمایا کہ: جب یقین ہو تو سارے کپڑے کو دھولو۔

منی پاک ہے یا ناپاک؟

اس رسالہ میں احادیث اور آثار سے اس مسئلہ کی وضاحت کی گئی ہے کہ منی ناپاک ہے، اور اس مسئلہ پر جو اعتراضات کئے گئے ہیں ان کے جوابات بھی دیئے گئے ہیں۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیتہ

عرض مرتب

الحمد لله و کفی و سلام علی عباده الذین اصطفی ، اما بعد !

منی پاک ہے یا ناپاک؟ یہ مسئلہ اہل علم کے درمیان مختلف فیہ رہا ہے، احناف کا مسلک یہ ہے کہ منی ناپاک ہے، اور دلائل نقلیہ وعقلیہ سے اس کی ترجیح ثابت ہے۔

علماء اہل حدیث وغیر مقلدین بھی منی کے پاک ہونے کے قائل ہیں۔نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں: ''ودرنجاستے منی آدمی دلیل نیامدہ''۔

ترجمہ:......آدمی کی منی کے ناپاک ہونے میں کوئی دلیل نہیں آئی۔(بُدر الاھلة ص۱۵)

نواب نورالحسن لکھتے ہیں: ''منی ہر چند پاک است''۔

ترجمہ:......منی ہر صورت میں پاک ہے۔(عرف الجادی ص۱۰)

نواب وحیدالزمان لکھتے ہیں:

والمنی طاهر سواء کان رطبا أو یابسا مغلظا أو غیر مغلظ۔

(کنزالحقائق ص۱۶۔نزل الابرار ص۴۹۔حدیث اور اہل حدیث ص۱۴۹)

ترجمہ:......منی پاک ہے چاہے تر ہو یا خشک' گاڑھی ہو یا گاڑھی کے علاوہ۔

اس مختصر رسالہ میں احادیث اور آثار سے واضح کیا گیا ہے کہ منی ناپاک ہے۔اسی طرح دلائل عقلیہ سے بھی مسئلہ کو مدلل کیا گیا ہے۔

خاتمہ میں وہ اعتراضات جو ہمارے مسلک پر کیئے گئے ہیں وہ اور ان کے جوابات بھی دیئے گئے ہیں۔

اللہ تعالی اس مختصر رسالہ کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے ، اور ذخیرۂ آخرت وذریعۂ نجات بنائے ،آمین۔

مرغوب احمد لاجپوری

منی کے ناپاک ہونے کے دلائل قرآن سے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(۱)......﴿ وَاِنۡ كُنۡتُمۡ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوۡا ﴾۔(پ٦:سورۂ مائدہ،آیت نمبر:٦)

ترجمہ:......اور اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو سارے جسم کو (غسل کے ذریعے) خوب اچھی طرح پاک کرو۔

(۲)......﴿ وَ يُنَزِّلُ عَلَيۡكُمۡ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمۡ بِهٖ ﴾۔

(پ:۹ سورۂ انفال،آیت نمبر:۱۱)

ترجمہ:......اور تم پر آسمان سے پانی برسا رہے تھے، تا کہ اس کے ذریعہ تمہیں پاک کرے۔

تفسیر:......ایک روایت میں ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو احتلام ہو گیا تھا اور پانی موجود نہیں تھا، غسل کرنے کی پریشانی تھی، اللہ تعالیٰ نے بارش برسا دی، سب نے غسل کرلیا۔ اب شان نزول کو سامنے رکھ کر ترجمہ کرو، کیا مطلب ہوا؟ ناپاک تھے جب ہی تو اللہ تعالیٰ نے غسل کے واسطے پانی نازل فرمایا۔(دروس مظفری ص ۲۳۸ ج ۲)

(۳)......﴿ ثُمَّ جَعَلَ نَسۡلَهٗ مِنۡ سُلٰلَةٍ مِّنۡ مَّآءٍ مَّهِيۡنٍ ﴾۔(پ:۲۱ سورۂ سجدہ،آیت نمبر:۸)

ترجمہ:......پھر اس کی نسل ایک نچوڑے ہوئے حقیر پانی سے چلائی۔

(۴)......﴿ اَلَمۡ نَخۡلُقۡكُّمۡ مِّنۡ مَّآءٍ مَّهِيۡنٍ ﴾۔(پ:۲۹ سورۂ مرسلٰت،آیت نمبر:۲۰)

ترجمہ:......کیا ہم نے تمہیں ایک حقیر پانی سے پیدا نہیں کیا؟۔

کپڑے پانچ طرح کی ناپاکی سے دھوئے جاتے ہیں

(۱)......عن عمار بن یاسر رضی الله عنه قال : اتی علی رسول الله صلی الله علیه وسلم وانا علی بئر ادلو ماء فی رکوة لی ، فقال : یا عمار ! ما تصنع ؟ قلت : یا رسول الله ! بابی و امّی ! اغسل ثوبی من نخامة اصابته ، فقال : یا عمار ! انّما یُغسل الثّوب من خمس : من الغائط ' والبول ' والقیء ' والدم ' والمنی ، یا عمار ! ما نخامتک و دموع عینیک والماء الذی فی رکوتک الا سواء۔

(دار قطنی ص۱۳۴ج۱، باب نجاسة البول والامر بالتنزه منه ' الخ ، رقم الحدیث:۴۵۲)

ترجمہ:......حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں کنوئیں پر اپنی چھاگل میں پانی کھینچ رہا تھا کہ میرے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا کہ: اے عمار! کیا کر رہے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ: یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، میں اپنا کپڑا دھو رہا ہوں، اسے بلغم لگ گیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: اے عمار! کپڑے کو پانچ چیزوں کے لگ جانے کی وجہ سے دھونا چاہئے: پیشاب' پاخانہ' قے' خون اور منی۔ عمار! تمہارا بلغم' تمہاری آنکھوں کے آنسو اور وہ پانی جو تمہاری چھاگل میں ہے سب برابر ہیں، (یعنی سب پاک ہیں)۔

آپ ﷺ صحبت کے پہنے ہوئے کپڑوں میں منی نہ دیکھتے نماز پڑھ لیتے

(۲)......عن معاویة بن ابی سفیان رضی الله عنهما : انه سأل اختَه امَّ حبیبة زوج النبی صلی الله علیه وسلم : هل کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یصلّی فی الثّوب الّذی یُجامعها فیه ؟ فقالت : نعم ' اذا لم یرَ فیه اذیً۔

ترجمہ:......حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ: انہوں نے اپنی

ہمشیرہ (بہن) نبی کریم ﷺ کی زوجۂ محترمہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ: رسول اللہ ﷺ ان کپڑوں میں نماز پڑھ لیتے تھے جو پہن کر ان سے صحبت کرتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا کہ: ہاں، لیکن اس وقت جبکہ آپ ان کپڑوں میں کوئی گندگی (منی) نہ دیکھتے۔

(ابوداؤد ص۵۳ ج۱، باب الصلوة فی الثوب الذی یُصیب اهله فیه ، رقم الحدیث:۳٦٦۔نسائی، باب المنی یُصیب الثوب ، رقم الحدیث:۲۹۵۔ابن ماجہ، باب الصلوة فی الثوب الذی یجامع فیه رقم الحدیث:۵۴۰)

صحبت کے وقت جو کپڑے پہنے ہوئے ہیں ان میں منی نظر نہ آئے تو نماز جائز ہے

(۳)......عن جابر بن سمرة رضی الله عنه قال : سُئل النبی صلی الله علیه وسلم أصلی فی الثوب الذی آتی فیه اهلی ؟ قال : نعم ، الا ان تری فیه شیئا ‘ فتغسله۔

(مسند احمد، باب ، رقم الحدیث:۲۰۹۲۰)

ترجمہ:......حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: نبی کریم ﷺ سے سوال کیا گیا کہ: جن کپڑوں کو پہن کر میں نے صحبت کی ہے، کیا ان میں نماز پڑھ سکتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، لیکن اگر تمہیں ان میں منی لگی ہوئی نظر آئے تو پھر انہیں دھولو۔

(۴)......عن عبد الملک بن عمیر قال : سئل جابر بن سمرة رضی الله عنه وانا عنده ‘ عن الرجل یصلی فی الثوب الذی یجامع فیه اهله ؟ قال : صلّ فیه ، الا ان تری فیه شیئا فتغسله ‘ ولا تنضحه ، فان النضح لایزیده الا شرا۔

(طحاوی ص ٦٧ ج۱، باب حکم المنی هل هو طاهر ام نجس؟ ، رقم الحدیث:۲۹۱)

ترجمہ:......حضرت عبدالملک بن عمیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے میری موجودگی میں ایک شخص کے متعلق سوال کیا گیا کہ: جوانہی کپڑوں میں نماز پڑھ لیتا ہے جو اس نے بیوی سے صحبت کے وقت پہنے ہوتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ: تو انہی کپڑوں میں نماز پڑھ لے، الا یہ کہ کوئی چیز (منی) دیکھے، ایسی صورت میں اس کو دھو لے اور پانی سے نہ چھڑک، کیونکہ اس سے تو مزید گندگی بڑھے گی۔

کپڑے میں منی تر ہے تو دھو لے، اور خشک ہے تو کھرچ دے

(۵)......عن خالد بن ابی عزة قال : سأل رجل عمر بن الخطاب رضی الله عنه ، فقال : انّی احتلمت علی طُنفُسَةٍ ، فقال : ان کان رطبا فاغسله ' وان کان یابسا فاحککه ' وان کان خفی علیک فارششه۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۴۵ ج۱، باب حکم ولوغ الکلب ، رقم الحدیث:۲۷۹)

ترجمہ:......حضرت خالد بن ابی عزہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے سوال کیا کہ: مجھے کپڑوں میں احتلام ہوگیا ہے، آپ نے فرمایا کہ: اگر منی تر ہے تو اسے دھو لے، اور اگر خشک ہے تو اسے کھرچ دے، اور اگر منی کا پتہ ہی نہ چلے تو اسے ہلکا سا دھو ڈال۔

کپڑے میں منی دیکھے تو اسے دھو لے اور نہ دیکھے تو پانی چھڑک دے

(۶)......عن سلیمان بن یسار رضی الله عنه قال : سألت عائشة رضی الله عنها عن المنی یُصیب الثّوبَ ؟ فقالت : کنت اَغسِلُه من ثوب رسول الله صلی الله علیه وسلم ، فیخرج الی الصّلوة ، واثرُ الغسل فی ثوبه بُقَعَ الماء۔

ترجمہ:......حضرت سلیمان بن یسار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ

عنہا سے سوال کیا کہ: جو منی کپڑے پر لگ جائے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ: میں اس کو رسول اللہ ﷺ کے کپڑے سے دھوتی تھی، آپ ﷺ نماز کے لئے تشریف لے جاتے اور آپ ﷺ کے کپڑے میں دھونے کا اثر پانی کے نشانات کی صورت میں ہوتا تھا۔ (بخاری، باب غسل المنی و فرکه' وغسل ما یصیب من المرأة ، رقم الحدیث:٢٣٠۔

مسلم، باب غسل الثوب من المنی ، رقم الحدیث:٢٨٩)

(٧)......عن عائشة رضی الله عنها انها قالت : فی المنی اذا اصاب الثوب اذا رأیته فاغسله ' وان لم تره فانضحه۔

(طحاوی ص٦٨ ج١، باب حکم المنی هل هو طاهر ام نجس؟ رقم الحدیث:٢٨٠)

ترجمہ:......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے منی سے آلودہ کپڑے کے بارے میں فرمایا کہ: اگر کپڑے میں منی لگی ہوئی دیکھے تو اسے دھولے اور اگر نہ دیکھے تو پانی چھڑک دے۔

(٨)......عن یحی بن عبد الرحمن بن حاطب انه اعتمر مع عمر بن الخطاب رضی الله عنه فی رکبٍ فیهم عمرو بن العاص رضی الله عنه ، وان عمر بن الخطاب عرّس ببعض الطّریق قریبا من بعض المیاه فاحتلم عمر وقد کاد ان یُصبح فلم یجد مع الرّکب ماءً فرکب حتی اذا جاء الماء فجعل یغسل ما رأی من ذلک الاحتلام حتی اسفر ، فقال: له عمرو بنُ العاص رضی الله عنه اصبحتَ و معنا ثیاب فدع ثوبک یُغسَل ، فقال واعجبا لک یا عمرو بن العاص ! لئن کنت تجد ثیابا أفکلُّ النّاس یجد ثیابا ، والله ! لو فعلتُها لکانت سنة بل اغسل ما رأیت وانضح ما لم ار۔

(مؤطا امام مالک ص٣٦، اعادة الجنب الصلوة وغسله اذا صلی ولم یذکر وغسله ثوبه۔

مؤطا امام مالک (مترجم) ص١٦١ ج١، رقم الحدیث:١٢٧)

ترجمہ:......حضرت یحی بن عبدالرحمٰن بن حاطب رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ: انہوں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک ایسی جماعت میں شریک ہوکر عمرہ کیا جس میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بھی تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پانی کے قریب ایک جگہ رات کو پڑاؤ ڈالا (اتفاق سے) آپ کو احتلام ہوگیا، صبح ہونے کے قریب تھی، لیکن آپ کو ساتھیوں سے پانی نہیں ملا، چنانچہ آپ سوار ہوئے اور پانی کے پاس پہنچ کر احتلام کے اثرات ونشانات کو دھونے لگے حتی کہ خوب روشنی ہوگئی، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ: آپ نے تو صبح کردی (یہ) ہمارے پاس کپڑے ہیں (انہیں پہن کر نماز پڑھ لیجئے) اور اپنا کپڑا چھوڑ یئے، وہ بعد میں دھولیا جائے گا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: اے عمرو بن العاص! تم پر تعجب ہے، اگر تمہارے پاس کپڑے ہیں تو کیا سب کے پاس کپڑے ہیں، بخدا ! اگر میں نے ایسا کیا تو یہ ایک طریقہ بن جائے گا، میں تو کپڑے میں منی دیکھتا ہوں تو دھولیتا ہوں، ورنہ پانی چھڑک لیتا ہوں۔

منی نظر آئے تو اسے دھولو، اور نہ نظر آئے تو سارے کپڑے کو دھولو

(۹)......عن ابی هريرة رضی الله عنه قال فی المنی يصيب الثوب : ان رأيته فاغسله ' والا فاغسل الثوب كله۔

(طحاوی ص٦٦ ج۱، باب حکم المنی هل هو طاهر ام نجس؟ ، رقم الحديث:۲۸۷)

ترجمہ:......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے منی کے متعلق جو کپڑے کو لگ جائے' فرمایا کہ: اگر وہ تمہیں نظر آئے تو اسے دھولو، ورنہ سارے کپڑے کو دھو۔

(۱۰)......عن ابن عمر رضی الله عنهما قال : اذا خفی عليه مكانه و علم انه قد اصاب غسل الثوب كله۔

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ:(اگر آدمی کو احتلام ہو جائے) اور معلوم نہ ہو کہ منی کہاں ہے اور اسے احتلام کا یقین ہے تو پورے کپڑے کو دھولے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۵۰۷ ج ۱، فی الرجل یُجنب فی الثوب ' فیطلبه فلا یجده ، رقم الحدیث: ۹۰۵)

(۱۱)......عن عبد الكريم بن رشيد ' قال : سئل انس بن مالک رضی الله عنه عن قطيفة اصابتها جنابة لا يدری اين موضعها ؟ قال : اغسلها۔

(طحاوی ص ۶۷ ج ۱، باب حکم المنی هل هو طاهر ام نجس؟ ، رقم الحدیث:۲۹۲)

ترجمہ:......حضرت عبدالکریم بن رشید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ایک ایسی چادر کے متعلق سوال کیا گیا جس میں منی لگ گئی تھی، لیکن یہ نہیں پتہ چلتا تھا کہ کہاں لگی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ: (ساری) چادر کو دھو ڈالے۔

(۱۲)......عن عبد الكريم بن رشيد ' عن انس رضی الله عنه : فی رجل اجنب فی ثوبه فلم یر اثره ، قال : يغسله كله۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۵۰۸ ج ۱، فی الرجل یُجنب فی الثوب ' فیطلبه فلا یجده ، رقم الحدیث: ۹۰۷)

ترجمہ:......حضرت عبدالکریم بن رشید رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے اس شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا جو کپڑے میں جنبی ہوا' اور جنابت کا اثر نہیں دیکھے، تو فرمایا کہ: پورا کپڑا دھولو۔

جس کپڑے میں منی لگ گئی اس میں نماز پڑھ لی تو اس کا اعادہ ہے

(۱۳)......ابن وهب عن افلح بن جبير عن ابيه قال : عرسنا مع ابن عمر رضی الله

عنهما بالابواء ، ثم سرنا حين صلينا الفجر حتى ارتفع النهار ، فقلت لابن عمر رضى الله عنهما : انى صليت فى ازارى وفيه احتلام ولم اغسله ، فوقف علىّ ، فقال انزل فاطرح ازارک وصلّ رکعتين واقم الصّلوة ثم صلّ الفجر ففعلت۔

ترجمہ:......حضرت ابن وہب رحمہ اللہ بروایت حضرت افلح بن جبیر رحمہ اللہ حضرت جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ: انہوں نے فرمایا کہ: ہم نے (ایک دفعہ) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ مقام ابواء میں رات گزاری، ہم نے جب فجر کی نماز پڑھ لی تو وہاں سے چل پڑے، یہاں تک کہ جب دن بلند ہو گیا تو میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ: جس کپڑے میں، میں نے نماز پڑھی ہے اس میں منی لگی ہوئی تھی اور میں نے اس کو دھویا نہیں تھا، آپ میری وجہ سے رک گئے اور فرمایا کہ: اتر کر کپڑے بدلو اور دو رکعت سنت پڑھ کر نماز کی اقامت کہو، اور فجر کی نماز پڑھو، میں نے ایسا ہی کیا۔

(المدونۃ الکبری ص۲۲ ج۱، باب المسح على الجبائر والظفر المكسى)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے کپڑے سے منی کا اثر دھوڈالتے تھے

(۱۴)......انّ ابن مسعود رضى الله عنه كان يغسل اثر الاحتلام من ثوبه۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۱۱۵ ج۱، من قال : اغسل من ثوبک موضع اثره ، رقم الحديث:۹۱۹)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے کپڑے سے احتلام (منی) کا اثر دھویا کرتے تھے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کپڑے میں منی دیکھتے تو اسے دھوڈالتے

(۱۵)......انّ ابن عمر رضى الله عنهما غسل ما رأى۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۱۱۵ ج۱، من قال : اغسل من ثوبک موضع اثره ، رقم الحديث:۹۲۱)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (اپنے کپڑے میں منی دیکھتے تو) اسے دھو ڈالتے تھے۔

کپڑے میں منی دیکھے تو اسے دھولے، ورنہ پانی سے چھڑک لے

(۱۶)......عن ابی هريرة رضی الله عنه انه كان يقول فی الجنابة فی الثوب : ان رأيت اثره فاغسله ' وان علمت ان قد اصابه ثم خفی علیک فاغسل الثوب ' وان شككت فلم تدر اصاب الثوب ام لا ' فانضحه۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۵۰۷ ج ۱، فی الرجل يُجنب فی الثوب ' فيطلبه فلا يجده ، رقم الحديث: ۹۰۴)

ترجمہ:......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کپڑے میں جنابت کے متعلق (فتوی دیتے ہوئے) فرماتے ہیں کہ: اگر آپ منی کے اثر کو دیکھو تو اسے دھولو، اور اگر منی کا یقین ہے مگر جگہ معلوم نہیں تو بھی کپڑے کو دھولو، اور اگر آپ کو شک ہے کہ کپڑے میں منی لگی ہے یا نہیں؟ تو (پانی سے) چھڑک لو۔

(۱۷)......انّ عمر بن الخطاب رضی الله عنه غسل ما رأى ' ونضح ما لم ير ، الخ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۵۰۷ ج ۱، فی الرجل يُجنب فی الثوب ' فيطلبه فلا يجده ، رقم الحديث: ۹۰۶)

ترجمہ:......حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ (جب کپڑے میں منی کے اثر کو) دیکھتے تو اسے دھوڈالتے، اور (اگر منی کے اثر کو) نہ دیکھتے تو اس پر (پانی) چھڑک دیتے۔

(۱۸)......عن ابن عباس رضی الله عنهما قال : اذا اجنب الرجل فی ثوبه فرأى فيه أثراً فَلْيغَسِلْه ' وان لم يرَ فيه اثراً فَلْيَنضحه۔

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: جب آدمی کو کپڑے میں جنابت لاحق ہوجائے اور اس میں منی کے اثر کو دیکھے تو اسے دھولے، اور اگر منی کے اثر کو نہ دیکھے تو اس پر (پانی) چھڑک دے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۵۰۶ ج۱، فی الرجل یُجنب فی الثوب ' فیطلبه فلا یجده ، رقم الحدیث: ۹۰۲)

تابعین کے آثار

(۱۹)......عن ابراهیم قال : اغسل المنی من ثوبک۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۵۱۱ ج۱، من قال : اغسل من ثوبک موضع اثره ، رقم الحدیث:۹۲۰)

ترجمہ:......حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: اپنے کپڑے سے منی کو دھوڈالو۔

(۲۰)......عن ابراهیم : فی الرجل یحتلم فی الثوب فلا یدری أین موضعه ؟ قال : ینضح الثوب بالماء۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۵۰۸ ج۱، فی الرجل یُجنب فی الثوب ' فیطلبه فلا یجده ، رقم الحدیث : ۹۱۰)

ترجمہ:......حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ اس شخص کے بارے میں جس نے کپڑے میں احتلام کیا اور ناپاکی کی جگہ معلوم نہ ہو تو (فتوی دیتے ہوئے) فرماتے ہیں کہ: کپڑے کو پانی سے چھڑک دے۔

(۲۱)......عن سالم قال : سأله رجل ' فقال : انّی احتلمتُ فی ثوبی ؟ قال : اغسله ، قال : خفی علیّ ؟ قال : رُشَّه بالماء۔

ترجمہ:......حضرت سالم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ان سے ایک آدمی نے سوال کیا کہ: مجھے

کپڑے میں احتلام ہوگیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: اسے دھوڈالو، اس نے کہا: مجھے جگہ معلوم نہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ: پانی سے چھڑک لو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۵۰۸ ج۱، فی الرجل یُجنب فی الثوب ' فیطلبه فلا یجده ، رقم الحدیث: ۹۱۲)

(۲۲)......عن سعید بن المسیب فی الجنابة فی الثوب قال : ان رأیته فاغسله ' وان اضللت فانضح۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۵۰۸ ج۱، فی الرجل یُجنب فی الثوب ' فیطلبه فلا یجده ، رقم الحدیث: ۹۰۸)

ترجمہ:......حضرت سعید بن مسیّب رحمہ اللہ کپڑے میں جنابت کے بارے میں (فتوی دیتے ہوئے) فرماتے ہیں کہ: اگر آپ (منی کو) دیکھو تو دھوڈالو، اور (منی کی جگہ) گم ہوجائے (یعنی نہ دیکھ سکو تو' پانی سے) چھڑک دو۔

(۲۳)......عن محمد : فی الرجل تصیب ثوبه الجنابة ثم تخفی علیه ؟ قال : اغسله اجمع۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۵۰۸ ج۱، فی الرجل یُجنب فی الثوب ' فیطلبه فلا یجده ، رقم الحدیث: ۹۰۹)

ترجمہ:......حضرت محمد (بن سیرین) رحمہ اللہ اس شخص کے بارے میں جس کے کپڑے میں جنابت لگی ہو اور جگہ معلوم نہ ہو کہ کہاں لگی ہے (فتوی دیتے ہوئے) فرماتے ہیں کہ: آپ پورے کپڑے کو دھوڈالو۔

(۲۴)......عن هلال بن میمون ' قال : سألت عطاء بن یزید اللیثی عن الجنابة تکون

فی الثوب ؟ قال : تنضحه بالماء۔

ترجمہ:......حضرت ہلال بن میمون رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے کپڑے میں جنابت کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا کہ: پانی سے چھڑک لو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۱۰۵ ج۱، فی الرجل یُجنب فی الثوب ' فیطلبه فلا یجده ، رقم الحدیث : ۹۱۷)

دلیل عقلی اور نظر طحاوی

امام طحاوی رحمہ اللہ نے باب کے آخر میں دلیل عقلی نقل کی ہے' جس کا خلاصہ یہ ہے:

ہر وہ چیز جس کا نکلنا باعث حدث ہے، وہ چیز فی نفسہ پاک ہے یا ناپاک؟ ہم نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ پیشاب' پاخانہ' دم حیض' دم استحاضہ' دم مسفوح' یہ سب حدث ہیں، اور یہ ساری چیزیں فی نفسہ ناپاک ہیں، بلکہ نجاست غلیظہ میں سے ہیں، اسی طرح منی کا نکلنا بھی بالاتفاق حدث ہے، بلکہ حدث اکبر ہے، اس لئے کہ منی کے نکلنے کی وجہ سے غسل واجب ہوتا ہے، لہذا منی بھی ناپاک ہے۔

''اعتبرنا ذلک من طریق النظر ، فوجدنا خروج المنی حدثا اغلظ الاحداث ، لانه یوجب اکبر الطهارات ، فأردنا ان ننظر فی الاشیاء التی خروجها حدث کیف حکمها فی نفسها ؟ فرأینا الغائط والبول خروجهما حدث ، وهما نجسان فی انفسهما ، وکذلک دم الحیض والاستحاضة ' هما حدث ' وهما نجسان فی انفسهما ودم العروق کذلک فی النظر ، فلما ثبت بما ذکرنا ان کل ماکان خروجه حدثا فهو نجس فی نفسه ' وقد ثبت ان خروج المنی حدث ' ثبت ایضا انه فی نفسه نجس''۔ (طحاوی ص۶۷ ج۱، باب حکم المنی هل هو طاهر ام نجس؟)

پاک چیز بھی محل نجاست سے نکلے تو ناپاک ہو جاتی ہے تو منی کیوں پاک

بعض وہ چیزیں جو فی نفسہ پاک ہیں، لیکن ان کا خروج ناپاک راستے سے ہو رہا ہے‘ انہیں بھی شریعت نے موجب طہارت قرار دیا ہے، جیسا کہ: ریح ہے‘ ریح فی نفسہ ناپاک نہیں ہے، لیکن اس کا نکلنا محل نجاست سے ہوتا ہے، اس لئے اس میں وضو واجب قرار دیا گیا، تو احداث موجبۃ للطہارات جتنے بھی ہیں وہ سب ناپاک ہیں تو منی بھی ناپاک ہونی چاہئے۔

سبیلین سے نکلنے والی سب چیزیں ناپاک ہیں تو منی بھی ناپاک ہوگی

حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: منی کے سوا تمام چیزیں جو سبیلین سے نکلتی ہیں‘ بالاتفاق ناپاک ہیں، جب سب ناپاک ہیں تو اب مختلف فیہ چیز کا حکم بھی وہی ہونا چاہئے جو متفق علیہ کا ہے۔

شرعاً وعرفاً جن کو طبائع ناپسند کریں‘ وہ ناپاک ہیں‘ تو منی بھی ناپاک ہے

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ہر وہ چیزیں جو شریعت اور عرف میں ناپاک تصور ہوتی ہیں‘ جن کو طبائع سلیمہ ناپسند کرتی ہوں، وہ ناپاک ہوتی ہیں، اب منی کو دیکھو کہ اس سے طبیعت میں کتنی گھن پیدا ہوتی ہے، کپڑے میں لگ جائے تو طبائع سلیمہ اس کو برداشت نہیں کرتیں، یہ علامت ہے کہ منی ناپاک ہے۔

منی تو پاک ہو‘ جب چالیس روز کے بعد علقہ بن جائے تو وہ ناپاک

یہ عجیب بات ہے کہ منی تو پاک ہے، اور جب چالیس روز گذر جائیں اور یہ علقہ کی صورت اختیار کر لے تو وہ ناپاک ہے، انسان کے جو مادہ قریب ہو گیا وہ تو ناپاک اور جو بعید ہے وہ پاک۔

خاتمہ

مسلک احناف پر چند اعتراضات اور ان کے جوابات

ہمارے مسلک پر چند اعتراضات بھی کئے گئے ہیں، مناسب ہے کہ رسالہ کے آخر میں ان کو نقل کر کے ان کے مختصر جوابات بھی دیئے جائیں۔

احادیث میں فرک کا لفظ ہے، جو پاکی کی طرف مشیر ہے

(پہلا اعتراض)......کئی احادیث میں یہ مضمون آیا ہے کہ: کپڑے میں منی لگ جائے تو اس کو کھرچ دو، دھونے کا حکم نہیں دیا گیا، اگر منی ناپاک ہوتی تو فرک کا حکم نہ ہوتا بلکہ خون کی طرح دھونا ضروری ہوتا، یہ دلیل ہے کہ منی پاک ہے، اور فرک نظافت کے لئے ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ:......ناپاک چیزوں کی طہارت کے طریقے مختلف ہیں، بعض میں دھونا ضروری ہے اور بعض میں دھونا ضروری نہیں، چنانچہ روئی کو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اسے دھن دیا جائے، اسی طرح زمین خشک ہونے سے پاک ہو جاتی ہے، بالکل اسی طرح منی سے طہارت حاصل کرنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ اسے فرک کر دیا جائے، بشرطیکہ وہ خشک ہوگئی ہو۔ اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

(۲۵)......عن عائشة قالت : كنت افرک المنی من ثوب رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا كان يابسا واغسله اذا كان رطبا۔

(دار قطنی ص۱۳۱ ج۱، باب ما ورد فی طهارة المنی و حكمه رطباً و يابساً ، رقم الحديث:۴۴۳)

ترجمہ:......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: میں رسول اللہ ﷺ کے کپڑے سے منی کو کھرچ ڈالتی تھی، اگر منی خشک ہوتی، اور تر ہوتی تو دھو لیتی۔

فائدہ:......حدیث میں چھ طرح کے الفاظ آئے ہیں: غسل: دھونا۔ حت ، فرک ، حک: (ان تینوں کے معنی ہیں: کھرچنا)، مسح: (پونچھنا)، سلت: (دور کرنا)۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے منی کو رینٹ کی طرح فرمایا ہے

(دوسرا اعتراض)......حدیث میں فرمایا گیا کہ:

(۲۶)......عن ابن عباس فی المنی یصیب الثوب ، قال : انما هو بمنزلة النخامة والبزاق ، امطه عنک باذخرة۔

(دار قطنی ص ۱۳۱ ج ۱، باب ما ورد فی طهارة المنی و حکمه رطباً و یابساً ، رقم الحدیث: ۴۴۳)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کپڑے میں منی لگنے کے بارے میں مروی ہے کہ: آپ نے فرمایا کہ: منی رینٹ اور تھوک کی طرح ہے، اس کو اپنے سے دور کردو (اگرچہ) ازخر گھاس کے ذریعہ ہو۔

اس کا جواب یہ ہے کہ:......صحیح سند کے ساتھ یہ بھی منقول ہے کہ:

(۲۷)......عن ابن عباس رضی الله عنهما قال : اذا اجنب الرجل فی ثوبه فرأی فیه أثراً فَلْيَغْسِلْه ، وان لم یرَ فیه اثراً فَلْيَنضحه۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۵۰۶ ج ۱، فی الرجل یُجنب فی الثوب ، فیطلبه فلا یجده ، رقم الحدیث: ۹۰۲)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: جب آدمی کو کپڑے میں جنابت لاحق ہو جائے اور اس میں منی کے اثر کو دیکھے تو اسے دھولے، اور اگر منی کے اثر کو نہ دیکھے تو اس پر (پانی) چھڑک دے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک منی ناپاک

ہے۔اس تعارض کودور کرنے کے لئے ضروری ہے کہ:’’ المنی بمنزلة المخاط‘‘ والے جملہ میں تاویل کی جائے‘ چنانچہ بعض حضرات نے یہ تاویل کی ہے کہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا منشاء منی کی طہارت بیان کرنا نہیں، بلکہ مشابہت چکنے میں ہے یا سہولت سے زائل کرنے میں ہے۔بعض نے کہا منی سے مراد قلیل ہے جو درہم سے کم ہو۔ لیکن زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا منشاء یہ بیان کرنا ہے کہ: منی کوفرک کے ذریعہ دور کیا جا سکتا ہے،جیسا کہ مخاط اگر غلیظ اور خشک ہوجائے تو وہ فرک اور رگڑنے سے دور ہوجاتا ہے،اس لئے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:’’فامطه عنک ولو باذخرة‘‘۔

اورعلاوہ ازیں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے اس ایک اثر کے مقابلہ میں دوسرے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار موجود ہیں جن میں غسل کا حکم دیا گیا ہے۔

منی ناپاک ہےتو پھر منی کی طرح پاخانہ اورخون میں بھی فرک ہونا چاہئے

(تیسرااعتراض)......اس پر بعض حضرات نے یہ اشکال کیا کہ: اگرمنی کوناپاک کہا جائے جیسا کہ خون‘ پاخانہ ناپاک ہےتو پھر منی کی طرح پاخانہ اورخون میں بھی فرک کافی ہونا چاہئے،آپ تو دھونے کوضروری سمجھتے ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ:......فرک بھی پاک کرنے کا ایک طریقہ ہے، رہا پاخانہ پر قیاس تو پاخانہ تو سب کے نزدیک ناپاک ہے،اور پاخانے سے استنجاء میں استنجاء بالحجر (ڈھیلے سے استنجاء کرنا) بھی سب کے نزدیک جائز ہے،اور استنجاء بالحجر میں کچھ نہ کچھ ناپاکی تو رہ جاتی ہے،تو کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ: استنجاء بالحجر پاخانہ کی پاکی کی دلیل ہے۔جیسے آپ کہتے ہیں کہ استنجاء بالحجر پاخانہ کے ناپاک ہونے کی دلیل ہے،اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ فرک منی

کے ناپاک ہونے کی دلیل ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ: موزے میں نجاست لگ جائے تو پونچھ لو، موزہ پاک ہوجائے گا، تلوار میں نجاست لگ جائے تو پونچھ لو، تلوار پاک ہوجائے گی، کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ موزے اور تلوار میں نجاست کا پونچھنا نجاست کے پاک ہونے کی دلیل ہے؟ آپ بھی یہی کہیں گے کہ نجاست تو ناپاک ہے، مگر شریعت میں یہ بھی طہارت کا ایک طریقہ ہے، معلوم ہوا کہ فرک بھی دلیل طہارت نہیں، دلیل نجاست ہے، اور یہ طہارت کا ایک طریقہ ہے۔

رہا یہ سوال کہ: پیشاب' پاخانہ میں فرک کیوں نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ: قیاس کے خلاف روایت موجود ہے، اس لئے قیاس کو چھوڑ دیا جائے گا، خون اور پیشاب میں فرک کی کوئی روایت نہیں اور منی میں فرک کی روایت موجود ہے۔

حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی پیدائش منی سے ہوئی، یہ منی کے پاک ہونے کی دلیل ہے

(چوتھا اعتراض)......حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کی پیدائش منی سے ہوئی ہے تو منی کو کس طرح ناپاک کہا جائے گا؟ معلوم ہوا کہ منی پاک ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ:......انقلاب ماہیت سے ناپاک چیز پاک ہوجاتی ہے، لہذا جب منی گوشت سے بدل گئی تو پاک ہوگئی، تو قلب ماہیت کی وجہ سے اس میں طہارت آگئی۔ پھر منی خون سے بنتی ہے، اور خون بالاتفاق ناپاک ہے، اس لئے منی ناپاک ہے، ورنہ خون کو بھی پاک کہنا پڑے گا۔

دوسری بات یہ ہے کہ: منی سے جس طرح حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کی

پیدائش ہوئی، اسی طرح کفار اور کتے اور خنزیر وغیرہ کی پیدائش بھی منی سے ہوئی تو، اگر تمہارے قیاس کی وجہ سے منی پاک ہے تو اس طرح تمہارے قیاس کے مطابق منی ناپاک ہوئی۔

کیا کوئی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے منی والے کپڑے میں نماز پڑھی ہو؟

اگر منی پاک ہے تو کوئی روایت ایسی پیش کی جانی چاہئے جس میں آپ ﷺ نے زندگی میں ایک مرتبہ منی والے کپڑے میں بغیر دھونے کے یا بغیر رگڑنے کے نماز پڑھی ہو۔ اگر منی پاک ہوتی تو کم از کم آپ ﷺ بیان جواز کے لئے ایک مرتبہ عمل فرما کر ضرور دکھلا دیتے۔

نوٹ:...... خاتمہ کے مضامین میں ''دروس مظفری'' (ص ۲۳۸ ج ۲) ''درس ترمذی'' (۳۴۶ ج ۱) ''تحفة الالمعی'' (ص ۳۸۸ ج ۱) اور ''تحفة العبقری'' (ص ۴۶۳ ج ۱) سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔

استنجاء کے وقت استقبال واستدبار قبلہ کا حکم

استنجاء کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پشت کرنے کا کیا حکم ہے؟ اس رسالہ میں آپ ﷺ کی احادیث اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار سے مسئلہ کو واضح کیا گیا ہے۔ احادیث نہی و احادیث رخصت میں تطبیق و ترجیح کے وجوہ بھی بیان کئے گئے ہیں۔ خاتمہ میں ایک مفید بحث سے مسئلہ کو واضح کیا گیا ہے۔ موضوع کے متعلق مختصر مگر بہت مفید اور قابل مطالعہ رسالہ ہے۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیۃ

عرض مرتب

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله و كفى، و سلام على عباده الذين اصطفى ، اما بعد !

قبلہ کی عظمت ہر مسلمان کے نزدیک مسلم ہے، اوراس کے آداب بھی احادیث میں آئے ہیں، اوراس کی بے حرمتی وعدم اکرام پر وعید بھی سنائی گئی ہے۔ ان آداب اوراس کی عظمت اور بے حرمتی پر وعید کا تقاضا یہی ہے کہ پیشاب و پاخانہ کے وقت قبلہ کی طرف رخ نہ کیا جائے، اور بہت سی احادیث میں مطلق ممانعت آئی ہے، اس لئے چاہے صحراء میں ہو چاہے بنیان میں، ہر جگہ ہی اس عظمت کا خیال کر کے اس کی طرف پیشاب و پاخانہ کرتے وقت منہ کرنے سے احتراز کرنا چاہئے۔

اس رسالہ میں آپ ﷺ کی احادیث اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے چند آثار جمع کئے گئے ہیں، جن میں صراحت ہے کہ استنجاء کے وقت نہ قبلہ کی طرف رخ کیا جائے اور نہ پشت۔

البتہ بعض احادیث کی وجہ سے کچھ اہل علم کی رائے یہ بھی ہے کہ صحراء میں تو یہ ممانعت مسلم ہے، مگر گھر وتعمیر شدہ بیت الخلاء میں اس میں رخصت ہے۔ ان حضرات کے پاس بھی دلائل ہیں جن میں آپ ﷺ کے ارشادات یقیناً موجود ہیں، اس لئے خاتمہ میں مسئلہ کی وضاحت ضروری سمجھی گئی۔ تاہم مطلق ارشادات کی وجہ سے اولی اور مناسب یہی ہے کہ حتی الامکان قبلہ کی طرف رخ و پشت کرنے سے پرہیز ہی کرنا چاہئے۔

اللہ تعالی اس مختصر کاوش کو شرف قبولیت عطا فرما کر ذخیرۂ آخرت و ذریعۂ نجات بنائے، آمین۔

مرغوب احمد لاجپوری

جب بیت الخلاء جاؤ تو قبلہ کی طرف نہ رخ کرو اور نہ پیٹھ کرو

(۱)......عن ابی ایوب رضی الله عنه : انّ النبی صلی الله علیه وسلم قال : اذا اتیتم الغائط فلا تستقبلوا القبلة و لا تستدبروها ببول و لا غائط ولکن شرّقوا أو غرّبوا ،

قال ابو ایوب : فقدمنا الشام فوجدنا مراحیض قد بُنیت قِبَل القبلة فننحرف عنها و نستغفر الله۔(مسلم ص۱۳۰ ج۱، باب الاستطابة ، رقم الحدیث :۲۶۴)

ترجمہ:......حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: جب تم بیت الخلاء آؤ تو پیشاب یا پاخانہ کرتے وقت قبلہ کی طرف نہ رخ کرو اور نہ پیٹھ کرو، البتہ مشرق یا مغرب کی طرف رخ کرلو۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ہم لوگ (ملک) شام آئے تو ہم نے بیت الخلاء قبلہ رخ بنے ہوئے پائے، تو ہم رخ بدل لیتے تھے اور (اللہ تعالی سے) استغفار کرلیتے تھے۔[۱]

---

[۱]......حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے اس قسم کی روایتیں بہت سے طرق سے مختلف کتابوں میں مروی ہیں، مثلا:

(۱)......عن ابی ایوب الانصاری رضی الله عنه قال : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : اذا أتی احدکم الغائط فلا یستقبل القبلة ولایولها ظهره ' شرّقوا أو غرّبوا۔

(بخاری، باب لا تستقبل القبلة ببول ولا غائط الا عند البناء ' جدار أو نحوه ، رقم الحدیث :۱۴۴)

(۲)......عن ابی ایوب رضی الله عنه روایة قال : اذا اتیتم الغائط فلا تستقبلوا القبلة بغائط ولا بول ' ولکن شرّقوا أو غرّبوا۔(ابوداؤد، باب کراهیه استقبال القبلة عن قضاء الحاجة ، رقم الحدیث :۹)

(۳)......عن ابی ایوب الانصاری رضی الله عنه قال : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : اذا اتیتم الغائط فلا تستقبلوا القبلة بغائط ولا بول ' ولا تستدبروها ' ولکن شرّقوا أو غرّبوا ،

قال ابو ایوب : فقدمنا الشام فوجدنا مراحیض قد بُنیت مستقبل القبلة ' فننحرف عنها و

تشریح:......مشرق یا مغرب کی طرف رخ کرلو، یہ حکم اہل مدینہ منورہ کے لئے ہے، اس لئے کہ ان کا قبلہ جنوب کی جانب ہے، اس لئے یہ ان کے لئے حکم ہوگا۔اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ بقیہ دوسری جگہوں کے لئے بھی یہی حکم ہے، لہذا جو لوگ مغرب میں ہیں یا مشرق میں ہیں ان کے لئے یہ حکم ہوگا کہ: جنوب یا شمال کی طرف منہ کرو، مشرق و مغرب کی طرف منہ نہ کرو۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ہم لوگ (ملک) شام آئے تو ہم نے بیت الخلاء قبلہ رخ بنے ہوئے پائے، تو ہم رخ بدل لیتے تھے اور (اللہ تعالی سے) استغفار کر لیتے تھے۔

اس جملہ کا مطلب بعض شراح نے یہ بیان فرمایا کہ: ہم انحراف کرتے تھے یعنی ان بیت الخلاء میں نہیں جاتے تھے، اور استغفار کیا کرتے تھے۔اب اشکال یہ ہے کہ جب بیت الخلاء میں داخل ہی نہیں ہوئے تو استغفار کا کیا مطلب؟ تو بعض نے کہا کہ: ہم بنانے

نستغفر الله۔(ترمذی، باب [فی] النهی عن استقبال القبلة بغائط أو بول ، رقم الحديث :۸)

(۴)......عن ابی ایوب رضی الله عنه ان النبی صلی الله علیه وسلم قال : لا تستقبلوا القبلة ولا تستدبروها لغائط أو بول ، ولکن شرّقوا أو غرّبوا۔

(نسائی، النهی عن استدبار القبلة عند الحاجة ، رقم الحديث :۲۱)

(۵)......عن ابی ایوب الانصاری رضی الله عنه قال : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : اذا اتی احدکم الغائط ، فلا یستقبل القبلة ، ولکن لیشرّق أو لیغرّب۔

(نسائی، النهی عن استدبار القبلة عند الحاجة ، رقم الحديث :۲۲)

(۶)......عن عطاء بن یزید انه سمع ابا ایوب الانصاری رضی الله عنه یقول : نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم : ان یستقبل الذی یذهب الی الغائط القبلة ، وقال : شرّقوا أو غرّبوا۔

(ابن ماجہ، باب النهی عن استقبال القبلة بالغائط والبول ، رقم الحديث :۳۱۸)

والوں کے لئے استغفار کرتے تھے، کہ انہوں نے قبلہ رخ بیت الخلاء بنا کر گناہ کا کام کیا ہے۔ پھر اس پر سوال یہ ہے کہ وہ بنانے والے مسلمان کہاں تھے؟ اور ان کے لئے استغفار کا کے کیا معنی؟ تو بعض نے کہا: بعض بنانے والے مسلمان بھی تھے۔

بعض نے کہا کہ: ان کے گناہ دیکھ کر اپنے گناہ یاد آجاتے تھے، اس لئے اپنے گناہوں پر استغفار کرتے تھے۔

بعض حضرات نے کہا کہ: ہم جان کر تو ان بیت الخلاؤں میں تو داخل نہیں ہوتے تھے، مگر کبھی بھول سے چلے گئے تو استغفار کرتے تھے۔

لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہ سارے معانی ومطالب تکلفات سے خالی نہیں، اس لئے اس حدیث کا بہتر مطلب یہ ہے کہ: ہم ان بیت الخلاؤں میں داخل ہوتے تھے اور اپنی طاقت کے مطابق انحراف کر لیتے تھے، اور قبلہ سے جس قدر ہٹ کر بیٹھنا ممکن ہوتا اتنا ہٹ کر بیٹھتے تھے، مگر ظاہر ہے کہ اس سے مکمل انحراف نہیں ہوتا اس لئے استغفار کرتے تھے۔ آدمی اپنی طاقت کے موافق عمل کا مکلّف ہے۔

یورپی ممالک میں جو مکانات قبلہ رخ ہوں، اس کا ایک حل

اس حدیث سے یورپ کے ممالک میں رہنے والوں کے لئے مسئلہ کا حل نکل سکتا ہے کہ ان ممالک میں بعض بیت الخلاؤں قبلہ رخ بنے ہوئے ہیں، اب اگر کسی نے مکان خرید لیا ہو تو بہتر ہے کہ ان کا رخ تبدیل کر دے، اور صحیح رخ بنادے، مگر بعض مکانات کرایہ کے ہوتے ہیں، بعض مکانات کاؤنسل کے ہیں، اور بعض مرتبہ ان میں تبدیلی بغیر کسی کی اجازت کے ممکن نہیں ہوتی، ایسے وقت میں بہتر یہ ہے کہ سنت ایوبی اور سنت صحابہ (رضی اللہ عنہم) پر عمل کر کے حتی الامکان قبلہ سے رخ کو ہٹا کر بیٹھنے کی کوشش کی جائے، اور اس پر

استغفار کرلیا جائے۔

یہ بھی اسلام کے کمال کی دلیل ہے کہ اللہ تعالی نے شام میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ایک ایسا عمل کروادیا کہ قیامت تک غیر اسلامی ممالک میں بسنے والوں کے لئے رہنمائی کا ذریعہ بن گیا۔

جب کوئی بیت الخلاء جائے تو وہ ہرگز قبلہ کی طرف رخ نہ کرے اور نہ پیٹھ

(۲)......عن ابی هريرة رضى الله عنه : عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : اذا جلس احدكم على حاجته ، فلا يستقبلنّ القبلة ولا يستدبرها۔

(مسلم ۱۳۱ج۱، باب الاستطابة ، رقم الحديث :۲۶۵)

ترجمہ:......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: جب تم میں سے کوئی قضائے حاجت کے لئے بیٹھے تو وہ ہرگز نہ قبلہ کی طرف رخ کرے اور نہ پیٹھ۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا مشرکین کو غیر مرعوبانہ جواب

(۳)......عن سلمان رضى الله عنه قال : قال لنا المشركون : انى أرى صاحبكم يعلّمكم ، حتى يعلمكم الخراءة ؟ فقال : اجل ، انه نهانا ان يستنجى احدُنا بيمينه ، أو يستقبل القبلة ، ونهانا عن الروث والعظام ، وقال : لا يستنجى احدُكم بدون ثلاثة احجار۔(مسلم، باب الاستطابة ، كتاب الطهارة ، رقم الحديث :۲۶۲)

ترجمہ:......حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ہم سے مشرکین (میں سے ایک) نے کہا کہ: میں نے تمہارے یہ صاحب (یعنی رسول اللہ ﷺ) کو دیکھا ہے کہ تمہیں ہر چیز سکھاتے ہیں یہاں تک کہ پیشاب، پاخانہ کا طریقہ بھی (سکھاتے ہیں؟) آپ

نے فرمایا کہ: ہاں بیشک آپ ﷺ نے ہمیں منع فرمایا کہ: ہم داہنے ہاتھ سے استنجاء کریں، اور (استنجاء کے وقت) قبلہ کی طرف رخ کریں، اور ہمیں گوبر اور ہڈی سے استنجاء سے منع فرمایا، اور یہ فرمایا کہ: تم میں سے کوئی تین پتھروں سے کم میں استنجاء نہ کرے۔۱

۱......حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے اس قسم کی روایتیں بہت سے طرق سے مختلف کتابوں میں مروی ہیں، مثلاً:

(۱)......عن سلمان رضی الله عنه قال : قیل له : قد علمکم نبیکم صلی الله علیه وسلم کل شیء حتی الخراء ة ؟ قال : فقال : اجل ، لقد نهانا ان نستقبل القبلة لغائط أو بول أو ان نستنجی بالیمین ، أو ان نستنجی باقل من ثلا ثة احجار ، أو ان نستنجی برجیع أو بعظم۔

(مسلم، باب الاستطابة ،کتاب الطهارة ، رقم الحدیث :۲۶۲)

(۲)......عن سلمان رضی الله عنه قال : قیل له : لقد علمکم نبیکم کل شیء حتی الخراء ة ؟ قال : اجل ، لقد نهانا صلی الله علیه وسلم ان نستقبل القبلة بغائط أو بول وان لا نستنجی بالیمین وان لا یستنجی احدنا باقل من ثلا ثة احجار أو یستنجی برجیع او عظم۔

(ابوداؤد، باب کراهیة استقبال القبلة عند قضاء الحاجة ، رقم الحدیث :۱۰)

(۳)......عن عبد الرحمن بن یزید قال : قیل لسلمان رضی الله عنه : قد علمکم نبیکم [صلی الله علیه وسلم] کل شیء ، حتی الخراء ة ؟ فقال سلمان : اجل ، نهانا ان نستقبل القبلة بغائط أو بول ، أو ان نستنجی بالیمین ، أو ان یستنجی احدنا باقل من ثلا ثة احجار ، أو ان نستنجی برجیع أو بعظم۔ (ترمذی، باب الاستنجاء بالحجارة ، کتاب الطهارة ، رقم الحدیث:۱۶)

(۴)......عن سلمان رضی الله عنه قال : قال له رجل : انّ صاحبکم لیعلّمکم حتی الخراء ة ؟ قال اجل ، نهانا : ان نستقبل القبلة بغائط أو بول ، أو نستنجی بأیماننا ، أو نکتفی باقل من ثلا ثة احجار۔ (نسائی، النهی عن الاکتفاء فی الاستطابة باقل من ثلا ثه احجار ، رقم الحدیث :۴۱)

(۵)......عن سلمان رضی الله عنه قال : قال المشرکون : انّا لنرٰی صاحبکم یعلّمکم الخراء ة ؟ قال : اجل ، نهانا : ان یستنجی احدنا بیمینه ، و یستقبل القبلة ، و قال : لا یستنجی احدکم بدون ثلا ثة احجار۔ (نسائی، النهی عن الاستنجاء بالیمین ، رقم الحدیث :۴۹)

آپ ﷺ نے دونوں قبلوں کی طرف رخ کر کے استنجاء سے منع فرمایا

(۴)......عن معقِلِ بنِ ابی معقِل الاسدی رضی الله عنه قال : نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم ان نستقبل القبلتین ببول أو غائط۔ ا

(ابوداؤد ص۳ ج ا، باب کراهیة استقبال القبلة عند قضاء الحاجة ، رقم الحدیث :۱۰)

ترجمہ:......حضرت معقل بن ابی معقل اسدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں پیشاب، پاخانہ کرتے وقت دونوں قبلوں کی طرف رخ کرنے سے منع فرمایا ہے۔

میں تمہارے لئے والد کی طرح ہوں، قبلہ کی طرف نہ منہ کرو اور نہ پشت

(۵)......عن ابی هریرة رضی الله عنه قال : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : انما انا لکم بمنزلة الوالد اعلمکم ، فاذا اتی احدکم الغائط فلا یستقبل القبلة ولا یستدبرها ، ولا یستطب بیمینه ، وکان یأمر بثلاثة احجار ، وینهی عن الروث والرّمّة۔ (ابوداؤد ص۳ ج ا، باب کراهیة استقبال القبلة عند قضاء الحاجة ، رقم الحدیث :۸)

---

(۶)......عن سلمان رضی الله عنه قال : قال له بعض المشرکین وهم یستهزئون به : انّی اری صاحبکم یعلّمکم کلّ شیء حتی الخراءة ؟ قال : اجل ، امرنا : ان لا نستقبل القبلة ، ولا نستنجی بأیماننا ، ولا نکتفی بدون ثلاثة احجار ، لیس فیها رجیع ولا عظم۔

(ابن ماجہ، باب الاستنجاء بالحجارة و النهی عن الروث والرمة ، رقم الحدیث :۳۱۶)

(۷)......عن سلمان رضی الله عنه قال : قال المشرکون : انّا نری صاحبکم یعلّمکم حتی یعلمکم الخراءة ؟ قال : اجل ، انه لینهانا ان یستنجی احدنا بیمینه ، او ان نستقبل القبلة ، وینهانا عن الروث والعظام ، الخ۔ (دارقطنی ص۵۱ ج ا ، باب الاستنجاء ، رقم الحدیث :۱۴۳)

ا......عن معقِلِ بنِ ابی معقِل الاسدی رضی الله عنه –وقد صحب النبی صلی الله علیه وسلم– قال : نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم ان نستقبل القبلتین بغائط أو بول۔

(ابن ماجہ، باب النهی عن استقبال القبلة بالغائط والبول ، رقم الحدیث :۳۱۹)

ترجمہ:......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (تعلیم اور نصیحت کے سلسلہ میں) میں تمہارے لئے ایسا ہی ہوں جیسا کہ باپ بیٹے کے لئے ہوتا ہے، چنانچہ میں سکھلاتا ہوں کہ جب تم پاخانہ جاؤ تو قبلہ کی طرف نہ منہ کرو اور نہ پشت، اور دائیں ہاتھ سے استنجاء نہ کرو، (اس کے بعد) آپ ﷺ نے (پاخانہ کے بعد) تین ڈھیلوں سے استنجاء کرنے کا حکم فرمایا، اور لید (یعنی تمام نجاستوں) اور ہڈی سے استنجاء کرنے سے منع فرمایا۔[1]

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا مصر میں قبلہ رخ پاخانہ دیکھ کر پریشان ہونا

(۶)......عن رافع بن اسحاق : انه سمع ابا ايوب الانصارى رضى الله عنه وهو بمصر يقول : والله ! ما ادرى كيف اصنع بهذه الكراييس ؟ وقد قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : اذا ذهب احدكم الى الغائط و البول ' فلا يستقبل القبلة ولا يستدبرها ۔(نسائی، النهى عن استقبال القبلة عند الحاجة ، رقم الحديث :۲۰)

ترجمہ:...... رافع بن اسحاق رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ: انہوں نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو جب آپ مصر میں تھے فرماتے ہوئے سنا کہ: اللہ کی قسم! میری سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ میں ان پاخانہ کی جگہوں میں کس طرح بیٹھوں' حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: جب تم پاخانہ یا پیشاب کرنے جاؤ تو قبلہ کی طرف نہ رخ کرو اور نہ پیٹھ۔

---

[1]......عن ابى هريرة رضى الله عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم قال : انما انا لكم مثل الوالد اعلمكم' اذا ذهب احدكم الى الخلاء فلا يستقبل القبلة ولا يستدبرها ' ولا يستنج بيمينه ' وكان يأمر بثلاثة احجار ' وينهى عن الروث والرّمّة۔(نسائی، النهى عن الاستطابة بالروث ، رقم الحديث :۴۰)

پیشاب کے وقت جانب قبلہ منہ نہ کرنے پر ابوسعید رضی اللہ عنہ کی گواہی

(۷)......عن جابر بن عبد الله : حدثنی ابو سعید الخدری رضی الله عنه انه شهد علی رسول الله صلی الله علیه وسلم انه نهی ان نستقبل القبلة بغائط او بول۔

(ابن ماجہ، باب النهی عن استقبال القبلة بالغائط والبول ، رقم الحدیث :۳۲۰)

ترجمہ:......حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے پیشاب، پاخانہ کرتے وقت قبلہ کی طرف رخ کرنے سے منع فرمایا ہے۔

پیشاب کے وقت جانب قبلہ منہ نہ کرنے اور کھڑے ہوکر پینے کی ممانعت

(۸)......عن جابر انه سمع : ابا سعید الخدری رضی الله عنه یقول :ان رسول الله صلی الله علیه وسلم نهانی ان اشرب قائما ' وان ابول مستقبل القبلة۔

(ابن ماجہ، باب النهی عن استقبال القبلة بالغائط والبول ، رقم الحدیث :۳۲۱)

ترجمہ:......حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ: رسول اللہ ﷺ نے مجھے کھڑے ہوکر (پانی) پینے سے اور قبلہ کی طرف رخ کر کے پیشاب کرنے سے منع فرمایا،

قبلہ کی طرف منہ کر کے پیشاب نہ کرنے کی حدیث پہلے کس نے سنی؟

(۹)......عبد الله بن الحارث رضی الله عنه یقول : انا اول من سمع النبی صلی الله علیه وسلم یقول : لا یبولن احدکم مستقبل القبلة ، وانا اول من حدث الناس بذلک۔(ابن ماجہ، باب النهی عن استقبال القبلة بالغائط والبول ، رقم الحدیث :۳۱۷)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے ہی سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: تم میں سے کوئی بھی قبلہ کی طرف منہ کر کے

پیشاب نہ کرے، اور میں نے ہی سب سے پہلے لوگوں کو یہ حدیث سنائی۔

جب کوئی بیت الخلاء جائے تو قبلہ کی طرف نہ رخ کرے اور نہ پشت

(۱۰)......عن سهل بن سعد رضی الله عنه قال : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : اذا ذهب احدُكم الخلاءَ ' فلا يستقبلِ القبلة ولا يَستَدبِرُها۔

(مجمع الزوائد ص۲۸۲ ج۱، باب استقبال القبلة عند الحاجة ، رقم الحديث :۱۰۱۱)

ترجمہ:......حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی بیت الخلاء جائے تو قبلہ کی طرف نہ رخ کرے اور نہ پشت۔

اللہ تعالیٰ کے قبلہ کا اکرام کرو، نہ اس کی طرف رخ کرو اور نہ پشت

(۱۱)......عن سلمة بن وهرام قال : سمعت طاوسا قال : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : اذا أتی احدکم البراز فليكرمنّ قبلة الله ' فلا يستقبلها ولا يستدبرها، الخ۔ (دارقطنی ص۵۵ ج۱، باب الاستنجاء ، رقم الحديث :۱۵۳)

ترجمہ:......حضرت سلمہ بن وہرام رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں نے حضرت طاؤس رحمہ اللہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی بیت الخلاء جائے تو اسے چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے قبلہ کا اکرام کرے، نہ اس کی طرف رخ کرے اور نہ پشت۔

اہل مکہ کے لئے آپ ﷺ کے تین پیغامات

(۱۲)......عن سهل بن حنيف رضی الله عنه : ان النبی صلی الله علیه وسلم قال: انت رسولٌ الٰی اهل مكة ' فقل : ان رسول الله صلی الله علیه وسلم ارسلنی يقرأ

علیکم السلام ' و یأمرکم بثلاث : لا تحلِفوا بغیر الله ' واذا تَخَلَّیُتم فلا تستقبلوا القبلة ولا تستدبروها ' ولا تستنجوا بعظمٍ ولا بِبَعُرَةٍ۔

(مجمع الزوائد ص۲۸۱ ج۱، باب استقبال القبلة عند الحاجة ، رقم الحدیث :۱۰۰۸)

ترجمہ:......حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے انہیں قاصد بنا کر بھیجا' تو فرمایا کہ:تم میرے قاصد بن کر مکہ والوں کی طرف جاؤ اوران سے کہو کہ: رسول اللہ ﷺ نے مجھے بھیجا ہے،اور آپ ﷺ تمہیں سلام کہتے ہیں،اور تین چیزوں کا حکم فرماتے ہیں: (۱): اللہ تعالی کے علاوہ کسی کی قسم نہ کھاؤ،(۲): جب تم بیت الخلاء جاؤ تو قبلہ کی طرف نہ منہ کرواور نہ پشت،(۳):ہڈی اور مینگنی سے استنجا نہ کرو۔[۱]

اپنی شرمگاہوں سے نہ قبلہ کی طرف منہ کرواور نہ پیٹھ

(۱۳)......عن ابی ایوب :لا تستقبلوا القبلة بفروجکم ولا تستدبروها۔

(کنز العمال ' النهی عن استقبال القبلة فی الخلاء ، رقم الحدیث :۲۶۴۷۱)

ترجمہ:......حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: اپنی شرمگاہوں سے نہ قبلہ کی طرف منہ کرواور نہ پیٹھ۔

استنجاء کے وقت قبلہ کی طرف رخ کرنے سے ہم روک دیئے گئے

(۱۴)......عن سلمان قال : نُهینا ان نستقبل القبلة لقضاء الحاجة ۔(شرح معانی الاثار ص۳۲ ج۴، باب استقبال القبلة بالفروج للغائط والبول ، رقم الحدیث :۶۴۴۵)

ترجمہ:......حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ: قضائے حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنے سے ہم روک دیئے گئے۔

---

[۱]......مسند احمد ص۴۸۷ ج۳۔زوائد المسند ، رقم الحدیث :۲۸۰۔

بیت الخلاء میں قبلہ کی طرف منہ اور پشت نہ کرنے کی فضیلت

(۱۵)......عن ابی هريرة رضی الله عنه قال : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : من لم يستقبِلِ القبلة و لم يستدبرُها فی الغائط ' كُتِبَتْ له حسنةٌ و مُحِی عنه سيِّئةٌ۔ [۱]

(مجمع الزوائد ص۲۸۲ ج۱، باب استقبال القبلة عند الحاجة ، رقم الحديث :۱۰۱۴)

ترجمہ:......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: جس نے بیت الخلاء میں نہ قبلہ کی طرف منہ کیا اور نہ پشت، تو اس کے لئے ایک نیکی لکھی جائے گی اور ایک گناہ مٹایا جائے گا۔

(۱۶)......عن الحسن مرسلا : من جلس يبول قبالة القبلة ' فذكر فتحرف عنها اجلالا لها لم يقم من مجلسه حتى يغفر له۔

(كنز العمال ' النهى عن استقبال القبلة فی الخلاء ، رقم الحديث :۲۶۴۷۴)

ترجمہ:......جو شخص پیشاب کے لئے قبلہ کی طرف منہ کر کے بیٹھ گیا، پھر اسی وقت اسے یاد آ گیا (کہ میرا رخ تو قبلہ کی طرف ہے) اور قبلہ کی عظمت کی خاطر دوسری طرف منہ موڑ لیتا ہے تو ' اپنی جگہ سے اٹھنے سے پہلے ہی اس کی مغفرت ہو جاتی ہے۔

صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم قبلہ کی طرف منہ کر کے پیشاب کرنے کو مکروہ سمجھتے

(۱۷)......عن ابراهيم قال : كانوا يكرهون ان يستقبلوا القبلة بغائط أو بول أو يستدبروها ' ولكن عن يمينها أو عن يسارها۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۱۵۸ ج۲، فی استقبال القبلة بالغائط والبول ، رقم الحديث :۱۶۱۵)

ترجمہ:......حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضرات (صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم

---

[۱]......رواه الطبرانی فی الاوسط ، ورجاله رجال صحيح ، رقم الحديث :۱۳۲۱۔

اورحضرات تابعین رحمہم اللہ) مکروہ سمجھتے تھے کہ: قبلہ کی طرف منہ کر کے کوئی پاخانہ کرے یا پیشاب کرے یا اس کی طرف پیٹھ کرے، لیکن دائیں بائیں ہوجائیں۔

صحابہ رضی اللہ عنہم دونوں قبلوں کی طرف منہ کر کے پیشاب کرنے کو مکروہ سمجھتے

(۱۸)......عن ابن سيرين قال : كانوا يكرهون أن يستقبلوا واحدةً من القبلتين بغائط أو بول۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۵۸ ج ۲، فی استقبال القبلة بالغائط والبول ، رقم الحديث :۱۶۱۶)

ترجمہ:......حضرت ابن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضرات (صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اورحضرات تابعین رحمہم اللہ) مکروہ سمجھتے تھے کہ: دونوں قبلوں میں سے کسی ایک قبلہ کی طرف بھی منہ کر کے پاخانہ یا پیشاب کریں۔

مجاہد رحمہ اللہ قبلوں کی طرف منہ کر کے پیشاب کرنے کو مکروہ سمجھتے تھے

(۱۹)......عن مجاهد قال : كان يكره ان تُستقبل القبلتان ببول۔

ترجمہ:......حضرت مجاہد رحمہ اللہ مکروہ سمجھتے تھے کہ: دونوں قبلوں کی طرف منہ کر کے کوئی پیشاب کریں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۵۷ ج ۲، فی استقبال القبلة بالغائط والبول ، رقم الحديث :۱۶۱۴)

حضرت عمر ابن عبد العزیز رحمہ اللہ نے استنجاء میں قبلہ کی طرف منہ نہیں کیا

(۲۰)......عن عمر ابن عبد العزيز قال : مااستقبلت القبلة بخلائی منذ كذا وكذا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۵۸ ج ۲، فی استقبال القبلة بالغائط والبول ، رقم الحديث :۱۶۱۸)

ترجمہ:......حضرت عمر ابن عبد العزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں نے اتنے اتنے زمانہ سے

بیت الخلاء میں قبلہ کی طرف منہ نہیں کیا۔

ہر مسلم پر قبلہ کی تعظیم ضروری ہے، اس لئے اس کی طرف استنجاء کے وقت منہ نہ کرے

(۲۱)......حق علی کل مسلم ان یُکرِمَ قبلةَ الله و ان لا یستقبلها بغائط او بول۔

(مراسیل طاؤس۔بحوالہ: توضیح السنن، ص۲۰۷ ج۱، باب آداب الخلاء)

ترجمہ:...... ہر مسلم پر حق ہے کہ اللہ تعالی کے قبلہ کی تعظیم کریں، اس لئے اس کی طرف پیشاب و پاخانہ کے وقت منہ نہ کریں۔

....

آپ ﷺ کے استقبال کعبہ کی ایک توجیہ، از: حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ

آپ ﷺ کے بارے میں احادیث میں آیا ہے کہ: آپ ﷺ نے بیت اللہ کی طرف منہ کر کے استنجاء فرمایا، حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب رحمہ اللہ اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

ایک احتمال تخصیص کا ہے: یہ بھی کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کو بیت اللہ پر شرف ہے، اس لئے آپ ﷺ کے ذمہ پر اس کی تعظیم ضروری نہیں۔(تقاریر حضرت شیخ الہند ص ۲۸)

''احتمال الخصوصیة به صلی الله علیه وسلم ' لانه اشرف درجة من بیت الله و بیت المقدس ' فلیس علیه تعظیم الکعبة''۔

یعنی اس میں آپ ﷺ کی خصوصیت کا احتمال ہے، اس لئے کہ آپ ﷺ کا درجہ بیت اللہ اور بیت المقدس سے بڑھ کر ہے، لہذا آپ ﷺ پر تعظیم کعبہ ضروری نہیں۔

(تنویر الابشار فی خصوصیات سید الابرار ص۱۱)

خاتمہ......قبلہ شعائرِ اسلام میں سے ہے

کعبہ شریف معظم ہے، اور استنجاء کے وقت قبلہ کی طرف استقبال و استدبار تعظیم کعبہ کے منافی ہے۔

(۱)......اللہ تعالی کا ارشاد ہے:﴿ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ﴾۔

ترجمہ:......اور جو شخص اللہ کے شعائر کی تعظیم کرے، تو یہ بات دلوں کے تقوی سے حاصل ہوتی ہے۔(پ:۱۷ر سورۂ حج، آیت نمبر:۳۲)

(۲)......اور اللہ تعالی کا ارشاد ہے:﴿ جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ ﴾۔

(پ:۷ر سورۂ مائدہ، آیت نمبر:۹۷)

ترجمہ:......اللہ نے کعبے جو کو بڑی حرمت والا گھر ہے لوگوں کے لئے قیام امن کا ذریعہ بنا دیا ہے۔

(۳)......اور اللہ تعالی کا ارشاد ہے:﴿ وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ﴾۔

(پ:۱۷ر سورۂ حج، آیت نمبر:۳۰)

ترجمہ:......اور جو شخص ان چیزوں کی تعظیم کرے گا جن کو اللہ نے حرمت دی ہے، تو اس کے حق میں یہ عمل اس کے پروردگار کے نزدیک بہت بہتر ہے۔

قبلہ بھی شعائر اسلام میں داخل ہے، اور شعائر کی تعظیم کا حکم قرآن کریم نے دیا ہے، اس لئے قبلہ کی تعظیم بھی اسلام کے شعائر میں ہونے کی وجہ سے ہے۔

قبلہ کی طرف تھوکنے اور ناک صاف کرنے پر وعید

ایک حدیث شریف میں ہے:

(۲۲)......عن زر بن حبيش ، عن حذيفة رضى الله عنه......: عن رسول الله صلى

الـلـه عـلـيـه وسـلـم قال : من تفل تجاه القبلة جاء يوم القيامة وتفله بين عينيه ، ومن اكل من هذه البقلة الخبيثة فلا يقربن مسجدنا ثلا ثا۔ [۱]

(سنن کبری بیہقی ص۱۰۸ج۳، باب ما جاء فی منع من أكل ثوما او بصلا او كراثا من ان يأتی المسجد ، رقم الحديث:۵۰۵۵)

ترجمہ:......حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت نقل فرماتے ہیں کہ: جو شخص قبلہ کی جانب تھوکتا ہے' تو وہ تھوک قیامت کے دن اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان ہوگا،اورجس نے اس گندی سبزی (کچے لہسن) میں سے کچھ کھایا ہو وہ ہماری اس مسجد کے قریب تین (دن) تک نہ آئے۔

(۲۳)......عن ابن عمر رضی الله عنهما قال : قال النبی صلی الله عليه وسلم : تبعث النخامة فی القبلة يوم القيامة وهی فی وجه صاحبها۔

(كنز العمال ، محظورات الصلاة ، البزاق تجاه القبلة و بين يديه والنخاعة ومسح الجبهة ، رقم الحديث:۱۹۹۴۶)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص ناک کی رطوبت قبلہ کی جانب ڈالے گا' تو وہ قیامت کے دن اس حال میں اٹھایا جائے گا کہ وہ رطوبت اس کے منہ پر ہوگی۔

قبلہ کی سمت بلغم دیکھ کر آپ ﷺ کا غصہ میں وعید ارشاد فرمانا

(۲۴)......عن ابی سعيد الخدری : ان النّبی صلی الله عليه وسلم كان يُحب

---

[۱]......كنز العمال ، محظورات الصلاة ، البزاق تجاه القبلة و بين يديه والنخاعة ومسح الجبهة ، رقم الحديث:۱۹۹۴۷۔

العَراجين ' ولا يزال فی يده منها ' فدخل المسجد فرأى نُخامةً فی قِبلة المسجد فحَكَّها ' ثم اقبل على الناس مُغضِبا ' فقال : اَيَسُرُّ احدُكم ان يُبصق فی وجهه ، الخ۔

(ابوداوٗدشریف، باب فی كراهية البزاق فی المسجد ، رقم الحديث:۴۸۰)

ترجمہ:......حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: نبی کریم ﷺ کھجور کی شاخوں کو پسند فرماتے تھے، اور آپ ﷺ کے ہاتھ میں ہمیشہ ایک کھجور کی شاخ رہتی تھی، ایک دن آپ ﷺ مسجد میں تشریف لائے تو قبلہ کی سمت بلغم دیکھا' تو اس کو کھرچ ڈالا اور غصہ میں لوگوں کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا: کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ اس کے منہ کی طرف تھوکا جائے۔

قبلہ کی طرف تھوکنے پر وعید کہ: اللہ تعالی اس کی طرف سے منہ پھیر لے

(۲۵)......عن عبادة بن الوليد بن عبادة ابن الصامت قال : اتينا جابر – يعنی ابن عبد الله – وهو فی مسجده فقال : اتانا رسول الله صلى الله عليه وسلم فی مسجدنا هذا وفی يده عُرجُونُ ابْنِ طابٍ ' فنظر فرأى فی قِبلة المسجد نُخَامةً ' فاقبل عليها فحَتَّها بالعُرجون ثم قال : ايّكم يُحب ان يُعرِضَ اللهُ عنه بوجهه ؟ الخ۔

(ابوداوٗدشریف، باب فی كراهية البزاق فی المسجد ، رقم الحديث:۴۸۵۔

مسلم، باب حديث جابر الطويل و قصة ابی اليسر ، كتاب الزهد ، رقم الحديث:۳۰۰۸)

ترجمہ:......حضرت عبادہ بن ولید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ہم حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے وہ اپنی مسجد میں تھے، انہوں نے کہا کہ: رسول اللہ ﷺ ہماری اس مسجد میں تشریف لائے اس حال میں کہ آپ ﷺ کے ہاتھ میں ایک طاب نامی کھجور کی ایک شاخ تھی، آپ ﷺ نے مسجد میں قبلہ کی طرف بلغم لگا ہوا دیکھا، آپ

ﷺ ادھر تشریف لے گئے اور اس کو کھجور کی شاخ سے کھرچ دیا، اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ: تم میں سے کون یہ بات پسند کرے گا کہ اللہ تعالی اس کی طرف سے منہ پھیر لے۔

قبلہ کی طرف تھوکنے پر آپ ﷺ کا امامت سے معزولی کا حکم

(۲۶)......عن ابی سهلة السائب– قال احمد : من اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم –ان رجلا امّ قوما فبصق فی القبلة ' و رسول الله صلی الله علیه وسلم ینظر ' فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم حین فرغ : لا یصلی لکم ، فاراد بعد ذلک ان یُصلِّیَ لهم ' فمنعوه واخبروه بقول رسول الله صلی الله علیه وسلم ' فذکر ذلک لرسول الله صلی الله علیه وسلم فقال صلی الله علیه وسلم : نعم ، و حسبتُ انه قال : انّک آذیت الله و رسوله صلی الله علیه وسلم۔

(ابوداؤدشریف، باب فی کراهیة البزاق فی المسجد ، رقم الحدیث:۴۸۰)

ترجمہ:......حضرت ابوسہلہ بن سائب رضی اللہ عنہ– احمد کہتے ہیں کہ: یہ اصحاب رسول اللہ ﷺ میں سے ہیں– سے روایت ہے کہ: ایک شخص نے ایک قوم کی امامت کی، اس نے قبلہ کی طرف تھوک دیا، رسول اللہ ﷺ اس کی طرف دیکھ رہے تھے، جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو آپ ﷺ نے ان مقتدیوں سے فرمایا کہ: آئندہ یہ تمہاری امامت نہ کرے۔اس کے بعد انہوں نے پھر امامت کا ارادہ کیا' تو لوگوں نے منع کر دیا اور رسول اللہ ﷺ کے فرمان عالی سے مطلع کیا، چنانچہ وہ آپ ﷺ کی خدمت میں آئے اور اس واقعہ کا ذکر کیا، آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں میں نے منع کیا تھا، بلکہ راوی فرماتے ہیں کہ: میرا گمان ہے کہ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ: ''تم نے اللہ اور اس کے رسول کو تکلیف

پہنچائی ہے''۔

اسی لئے فقہاء کرام نے بھی مکروہ لکھا ہے کہ کوئی قبلہ کی جانب تھوکے۔اور حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے تو مکروہ تحریمی لکھا ہے۔(امداد المفتین :ص: ۱۰۳۵،سوال نمبر:۹۴۳)

اورمشائخ کا طرزِ عمل دیکھئے کہ قبلہ کی طرف تھوکنے والے سے ملاقات کے بغیر واپس آگئے۔''رسالہ قشیریہ'':ص ۱۵/ میں حضرت بایزید بسطامی رحمہ اللہ کے متعلق لکھا ہے کہ:

آپ ایک بزرگ کی شہرت سن کر زیارت کے لئے گئے،وہ بزرگ اتفاق سے گھر سے مسجد آرہے تھے،ان کو قبلہ کی جانب تھوکتے ہوئے دیکھا'تو حضرت بایزید بسطامی رحمہ اللہ ملاقات کئے بغیر ہی واپس چلے آئے،اور فرمایا کہ:''جس کو رسول اللہ ﷺ کے آداب (قبلہ کی حرمت) کا پاس ولحاظ نہیں تو اس کی بزرگی کا کیا اعتبار''۔(فتاویٰ رحیمیہ :ص ۷ ج ۴)

یہاں ایک اشکال یہ ہوسکتا ہے کہ: حالت وضو میں جب کہ جانب قبلہ بیٹھا ہو'جیسا کہ مستحب ہے'تو قبلہ کی طرف تھوکنا بھی پڑے گا۔تو اس کا حل یہ لکھا ہے کہ: قبلہ کی طرف منہ ہو'مگر نیچے زمین کی طرف تھوکے تو اس میں کوئی کراہت نہیں۔(احسن الفتاویٰ :ص ۷۱ ج ۲)

نوٹ :......نماز میں قبلہ رو تھوکنے کی روایات کتب احادیث میں بکثرت آئی ہیں،ان میں بھی قبلہ کی طرف تھوکنے سے منع فرمایا گیا ہے۔

(دیکھئے! كنز العمال ، محظورات الصلاة ، البزاق تجاه القبلة و بين يديه والنخاعة ومسح الجبهة ، رقم الحديث: ۱۹۹۴۰ سے ۱۹۹۶۴)

استقبال واستدبار کے بارے میں علماء کے مسالک

استقبال واستدبار کے بارے میں چار قول مشہور ہیں:

(۱)......امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مطلقا مکروہ تحریمی ہے، اس میں نہ ہیئت کا فرق ہے خواہ استقبال ہو یا استدبار، نہ اماکن کا فرق ہے خواہ صحراء ہو یا بنیان۔ امام صاحب رحمہ اللہ کا مشہور قول یہی ہے، اور یہی ظاہر الروایت ہے، اور اسی پر فتوی ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ سے بھی ایک روایت یہی منقول ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ میں: حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت ابو ایوب انصاری، حضرت ابو ہریرہ، حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہم، حضرت عطاء، حضرت ابراہیم نخعی، حضرت طاؤس، حضرت ابو ثور، حضرت امام اوزاعی، حضرت سفیان ثوری، امام محمد، ابن حزم ظاہری اور ابن قیم رحمہم اللہ کا بھی یہی مسلک ہے۔

(۲)......داؤد ظاہری کے نزدیک مطلق اباحت ہے، بنیان میں صحراء میں، استقبال، استدبار سب جگہ مباح ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی ایک روایت یہی منقول ہے۔ حضرت عروہ بن زبیر، امام شعبی اور حضرت ربیعۃ الرائے رحمہم اللہ کا بھی یہی مسلک ہے۔

(۳)......امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ: استقبال واستدبار بنیان میں جائز اور صحراء میں ناجائز ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم اور امام اسحاق بن ابراہیم بن راہویہ رحمہم اللہ سے بھی یہی منقول ہے۔

(۴)......امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک استقبال مطلقا جائز ہے، اور استدبار مطلقا ناجائز ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے بھی ایک نادر روایت یہی منقول ہے۔

ان کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں، مگر مشہور یہی چار اقوال ہیں۔

قائلین جواز کے دلائل

جو حضرات پیشاب و پاخانہ کے وقت استقبال کے جواز کے قائل ہیں، ان کے دلائل یہ ہیں:

(۱)......عن جابر بن عبد الله رضی الله عنه قال : نهی نبی الله صلی الله علیه وسلم ان نستقبل القبلة ببول ، فرأیته قبل ان یقبض بعامٍ یستقبلها۔

(ابوداؤد، باب الرخصة فی ذلک ، رقم الحدیث:۱۲)

ترجمہ:......حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا کہ: ہم پیشاب کرتے وقت قبلہ کی طرف منہ کریں۔ (حدیث کے راوی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:) میں نے آپ ﷺ کو آپ کی وفات سے ایک سال پہلے قبلہ کی طرف منہ کئے ہوئے (استنجاء کرتے ہوئے) دیکھا۔

اس حدیث کے علماء نے کئی جوابات دیئے ہیں، مگر بعض جوابات اشکال سے خالی نہیں، اس لئے ان تمام جوابات کو نقل کرنے سے احتراز کیا گیا ہے، محقق جوابات یہ ہیں:

(۱)......اس حدیث میں عموم مراد نہیں ہے، بلکہ اس میں احتمال ہے کہ عذر کی بنا پر آپ ﷺ نے ایسا کیا ہو، اس کو کلیہ نہیں قرار دیا جا سکتا۔

(۲)...... یہ روایت قولی ہے، اور فعلی اور قولی روایتوں میں جب تعارض ہو تو قولی روایت کو ترجیح ہوا کرتی ہے۔ فعل میں عذر کا احتمال ہوتا ہے، بخلاف قول کے کہ وہ تشریع کے لئے ہوا کرتا ہے، امت کی تعلیم کے لئے ہوا کرتا ہے۔

(۳)......بعض علماء نے تطبیق کی صورت اختیار فرمائی ہے، نہی کو تنزیہہ پر محمول کیا جائے،

اب جواز اور رخصت کی روایات معارض نہیں ہوں گی۔آپ ﷺ کا اس نہی والی روایت کے خلاف عمل کرنا اباحت اور جواز پر محمول ہوگا۔

(۲)......عن خالد بن ابی الصلت ، عن عراک بن مالک ، عن عائشة رضی الله عنها قالت : ذکر عند رسول الله صلی الله علیه وسلم قوم یکرهون ان یستقبلوا بفروجهم القبلة ، فقال : اراهم قد فعلوها ؟ استقبلوا بمقعدتی القبلة۔

(ابن ماجہ، باب الرخصة فی ذلک فی الکنیف ، واباحته دون الصحاری ، رقم الحدیث:۳۲۴)

ترجمہ:......حضرت خالد بن صلت، حضرت عراک بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ کے سامنے ایک (ایسی) جماعت کا تذکرہ ہوا، جو اپنی شرمگاہوں کو قبلہ کی طرف (کرنا) ناپسند کرتے تھے،(آپ ﷺ نے ارشاد) فرمایا: میرا خیال ہے کہ واقعتاً وہ ایسا ہی کرتے ہیں، میرے بیٹھنے کی جگہ کا رخ قبلہ کی طرف کردو۔

اس روایت کے بھی کئی جوابات دیئے گئے ہیں، جیسے:

(۱)......اس حدیث میں ایک راوی خالد ہیں، جو مجہول راوی ہیں۔مگر یہ جواب قوی نہیں۔

(۲)......حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے سامنے یہ روایت نقل کی گئی تو اس حدیث کو سننے کے باوجود اس پر عمل نہیں فرمایا''مصنف عبدالرزاق'' میں اس کی صراحت موجود ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا مذہب علماء نے نقل کیا ہے کہ: پیشاب و پاخانہ تو گندی چیزیں ہیں، پاک چیزیں بھی بعض ایسی ہیں جو قبلہ کی طرف نہیں ہونی چاہئیں جیسے تھوک، ناک کی ریزش وغیرہ، ان کو بھی قبلہ کی طرف کرنا نہیں چاہئے۔حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کا اس حدیث کو سن کر عمل نہ کرنا دلالت کرتا ہے کہ اس حدیث میں کوئی علت

اور کوئی مانع موجود ہے۔

(۳)......اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ: آپ ﷺ کے سامنے کچھ لوگوں کا ذکر کیا گیا کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جو استقبال بالفروج کو ممنوع سمجھتے ہیں یعنی انہوں نے حرام کے درجے میں تصور کرلیا۔ یہ حد سے تجاوز ہے، ہر حکم کی شرعی حدود متعین ہیں، کراہت' کراہت کے درجے میں ہے، حرمت' حرمت کے درجے میں ہے، اب مکروہ کو حرام قرار دیا جائے یا حرام کو مکروہ قرار دیا جائے، یہ حدود سے تجاوز ہے، تو بعض لوگوں نے اس نہی کو حرام کا درجہ دے دیا، اس لئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: میرے مقعد کو قبلہ کی طرف پھیر دو۔ اس طرح آپ ﷺ نے حد سے تجاوز کرنے سے روکا۔

(۴)......ممانعت صرف استنجاء کے وقت کی تھی، بعض لوگوں نے ہر وقت قبلہ رخ استقبال کو ممنوع سمجھ لیا، آپ ﷺ کو بڑا تعجب ہوا کہ بعض حضرات کو کس طرح کی غلط فہمی ہوگئی کہ یہ ممانعت صرف استنجاء کے وقت تھی نہ عام حالات میں، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ: میرے بیٹھنے کی جگہ کو قبلہ کی طرف کردو۔

(۳)......عن ابن عمر رضی الله عنهما قال : رَقِيتُ على بيت اختی حفصة رضی الله عنها ' فرأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم قاعدا لحاجته ' مستقبل الشام ' مستدبر القبلة۔ (مسلم، باب الاستطابة ، رقم الحديث:۲٦٦)

ترجمہ:......حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: میں ایک دن اپنی بہن حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے مکان کی چھت پر چڑھا' تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو شام کی طرف منہ اور قبلہ کی طرف پشت کئے ہوئے قضائے حاجت کے لئے بیٹھے دیکھا۔

اس حدیث کے بھی چند جوابات دیئے گئے ہیں:

(۱)...... یہ حدیث عموم پر دلالت نہیں کرتی، ممکن ہے کہ آپ ﷺ کو کوئی عذر ہو۔
(۲)...... جب محرم اور مبیح میں تعارض ہو تو محرم کو ترجیح ہوتی ہے۔
(۳)...... جب دو طرح کی حدیثیں ہوں تو دیکھا جائے گا کہ کس میں علت کی طرف اشارہ ہے، نہی کی احادیث میں علت قبلہ کی تعظیم ہے، کیونکہ قبلہ شعائر اسلام ہے، دوسری روایات میں علت مذکور نہیں، اس لئے علت والی روایت کو ترجیح ہوگی۔
(۴)...... یہ بھی امر قابل غور ہے کہ: آپ ﷺ چھت پر تھے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اتفاق سے ایک دم چلے گئے، تو آپ ﷺ نے چہرہ مبارک اچانک پھیر لیا، اسی کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے قبلہ کی جانب تصور فرما کر روایت کر دیا۔ ایک ضعیف روایت میں اس کی صراحت بھی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے صرف آپ ﷺ کا سر مبارک دیکھا تھا۔ اور ظاہر ہے کہ یہ اچانکی نظر تھی اس پر کوئی شرعی حکم کی بنیاد نہیں رکھی جاسکتی۔
(۵)...... پھر ان کا یہ دیکھنا اچانکی نظر کے قبیل سے تھا، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے قصدا تو نہیں دیکھا تھا کہ آپ ﷺ کیسے تشریف فرما ہیں، اچانک نظر پڑ گئی اور فورا ہٹالی، اس لئے دوسری روایت کو ترجیح ہوگی۔ ابن دقیق العید رحمہ اللہ نے اس مقام پر بحث کرتے ہوئے اس بات کو لکھا ہے۔
(۶)...... ابو الطیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: قول شریعت ہوتا ہے اور فعل مبنی علی العادت بھی ہوتا ہے، اس لئے کسی مقام پر عادت اور قول میں تعارض ہو تو قول کو ترجیح ہوگی۔
(۷)...... بعض حضرات کے نزدیک یہ آپ ﷺ کی خصوصیت تھی، آپ ﷺ کے لئے استنجاء کے وقت قبلہ کی طرف رخ کرنا جائز تھا۔

(۸)......بعض حضرات نے کہا ہے کہ: نہی کی روایتیں زیادہ ہیں اور دوسری روایتیں کم ہیں، اس لئے کثرت کو ترجیح ہونی چاہئے۔

عقلی دلائل

احترام قبلہ صحراء میں بھی ضروری ہے اسی طرح بنیان میں بھی ضروری ہے

ہمارا مسلک قیاس کے بھی موافق ہے، اس لئے کہ قبلہ کی طرف استقبال واستدبار کی ممانعت کی وجہ صرف احترام قبلہ ہے، اور یہ احترام بنیان اور صحراء دونوں میں برابر ہے کہ جیسے صحراء میں احترام قبلہ ضروری ہے، اسی طرح بنیان میں بھی ضروری ہے۔

قبلہ رخ تھوکنے کی ممانعت ہے تو استنجاء تو اس سے زیادہ سخت ہے

جب قبلہ رخ تھوکنے پر وعید بیان فرمائی گئی تو استنجاء تو تھوکنے سے زیادہ شدید ہے، اس لئے کہ تھوک تو پاک ہے اور پیشاب و پاخانہ تو ناپاک ہیں۔ تھوکنے میں جس قدر قبلہ کی بے حرمتی ہے، اس سے بڑھ کر بے حرمتی استنجاء میں ہے، تو جب تھوکنا منع ہے تو استنجاء تو بدرجۂ اولی منع ہوگا۔

نماز میں قبلہ رخ کرنے میں کوئی چیز مانع نہیں تو استنجاء میں کیوں مانع؟

ایک قیاس یہ بھی ہے کہ: جب آدمی نماز پڑھتا ہے تو قبلہ کی جانب رخ کرتا ہے چاہے بنیان میں ہو چاہے صحراء میں، وہاں کوئی فرق نہیں، جب نماز میں مکانات اور سینکڑوں پہاڑ حائل موجود ہیں، پھر بھی قبلہ کی جہت ضروری ہے، تو نماز کا معاملہ زیادہ اشد ہے، کہ اشد عبادت میں حوائل قبلہ کے وجود کے لئے مانع نہیں تو پیشاب میں کس طرح مانع ہو جائیں گے؟۔ (خلاصہ: دروس مظفری ص ۲۱۹ ج ۱)

امام طحاوی رحمہ اللہ کا مسلک

امام طحاوی رحمہ اللہ نے ''کتاب الکراھۃ'' میں ایک باب قائم فرمایا ہے: ''باب استقبال القبلة بالفروج للغائط والبول ''اور اس میں دونوں طرح کی احادیث نقل کی ہیں، باب کے آخر میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

(۳)......فلما كان حكم هذه الآثار كذلک ' كان اولی بنا ان نصححها كلها ، فنجعل ما فيه النهی منها علی الصحاری ' وما فيه الاباحة علی البيوت ' حتی لا تضاد منها شیء ،

عن الشعبی انه ساله عن اختلاف هذين الحديثين ، فقال الشعبی : صدقا والله ، اما حديث ابی هريرة فعلی الصحاری ' ان الله و ملائكته يصلون ' فلا تستقبلوهم ' وان حشوشكم هذه ' لا قبلة فيها ، فعلی هذا المعنی يحمل هذه الآثار حتی لا يتضاد منها شیء ۔

(طحاوی ص۱۳۱ ج۴ ، باب استقبال القبلة بالفروج للغائط والبول ، رقم الحديث:۶۴۶۳)

ترجمہ:...... جب روایات کا حکم اس طرح ہے تو ہمارے لئے زیادہ بہتر یہ ہے کہ ہم ان تمام احادیث کی تصحیح کریں، پس ممانعت کی احادیث کو صحراؤں سے متعلق سمجھیں اور اباحت و جواز کی روایات کو گھروں (اور بنیان) کے متعلق قرار دیں، تاکہ ان میں سے کسی حدیث کا تضاد ثابت نہ ہو۔

حضرت شعبی رحمہ اللہ سے ان دونوں روایتوں کے اختلاف کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا: اللہ کی قسم دونوں طرح کی احادیث سچی ہیں، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت صحراؤں سے متعلق ہے، بیشک اللہ تعالی کے کچھ فرشتے نماز پڑھتے ہیں، ان کی طرف متوجہ

نہیں ہونا چاہئے ،اورتمہارے ان باغوں میں کوئی قبلہ نہیں ،تو ان روایات کواس معنی پر محمول کیا جائے گا،تا کہ ان میں تضاد ثابت نہ ہو۔

گویاامام طحاوی رحمہ اللہ بھی اسی مسلک کے حامی ہے کہ صحرا میں استقبال واستدبار جائز نہیں اور گھروں میں جائز ہے۔

بیت الخلاء میں داخل ہونے کی دعائیں

(۱)......اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ[۱]

(۲)......اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الرِّجْسِ النَّجِسِ ' اَلْخَبِیْثِ الْمُخْبِثِ ' اَلشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ[۲]

(۳)......یَا ذَا الْجَلَالِ[۳]

(۴)......بِسْمِ اللّٰہِ [۴]

---

[۱]......بخاری، باب ما یقول عند الخلاء ، کتاب الوضوء ، رقم الحدیث:۱۴۲۔

[۲]......ابن ماجہ، باب ما یقول [الرجل] اذا دخل الخلاء ، کتاب الطھارۃ ، رقم الحدیث:۲۹۹۔

[۳]......عمل الیوم واللیلۃ ص۲۹، باب ما یقول اذا دخل الخلاء ، رقم الحدیث:۱۹۔

[۴]......ابن ماجہ، باب ما یقول [الرجل] اذا دخل الخلاء ، کتاب الطھارۃ ، رقم الحدیث:۲۹۷۔

بیت الخلاء سے نکلنے کی دعائیں

(۱)......اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَذْھَبَ عَنِّی الْأَذٰی وَعَافَانِیْ۔۵

(۲)......اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْسَنَ اِلَیَّ فِیْ اَوَّلِہٖ وَ آخِرِہٖ۔۶

(۳)......اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَذَاقَنِیْ لَذَّتَہٗ ' وَاَبْقٰی فِیَّ قُوَّتَہٗ ' وَاَذْھَبَ عَنِّی اَذَاہُ۔۷

(۴)......غُفْرَانَکَ۔۸

(۵)......اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَذْھَبَ عَنِّی مَا یُؤْذِیْنِیْ ' وَاَمْسَکَ عَلَیَّ مَا یَنْفَعُنِیْ۔۹

۵......ابن ماجہ، باب ما یقول اذا خرج من الخلاء ، کتاب الطھارۃ ، رقم الحدیث:۳۰۱۔

۶......عمل الیوم واللیلۃ ص۳۲، باب ما یقول اذا دخل الخلاء ، رقم الحدیث:۲۴۔

۷......عمل الیوم واللیلۃ ص۳۲، باب ما یقول اذا دخل الخلاء ، رقم الحدیث:۲۵۔

۸......ابوداؤد، باب ما یقول الرجل اذا خرج من الخلاء ، کتاب الطھارۃ ، رقم الحدیث:۳۰۔

۹......مصنف ابن ابی شیبہ ص۲۲۵ ج۱، باب ما یقول اذا خرج من المخرج ، رقم الحدیث:۳۰۔

وضو کے چار مسائل

اور ان کے دلائل

اس مختصر رسالہ میں: وضو کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا سنت ہے یا فرض؟ مسواک وضو کی سنت ہے یا نماز کی؟ عمامہ پر مسح کرنا کیسا ہے؟ اور گردن کا مسح مستحب ہے؟ ان چار مسائل کو مع دلائل جمع کیا گیا ہے۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیتہ

عرض مرتب

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله و کفی ، و سلام علی عبادہ الذین اصطفی، اما بعد !

مسلک احناف پر دلائل کے سلسلہ کی یہ ایک اور کڑی ہے، اس میں وضو کے چار اہم مسائل پر احادیث وآثار جمع کئے گئے ہیں۔

(۱):......وضو کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا سنت ہے، فرض نہیں۔

(۲):......وضو کے ساتھ مسواک کرنا۔

(۳):......عمامہ پر مسح کرنا۔

(۴):......گردن کا مسح مستحب ہے۔

ان جیسے مشہور مسائل پر کلام کیا گیا ہے۔

سابق رسالوں کی طرح اس میں بھی حوالوں کا پورا اہتمام کیا گیا ہے، رسائل میں حتی الامکان اختصار کو ملحوظ رکھا گیا ہے، اس لئے احادیث وآثار کے علاوہ دوسری بحثوں سے اکثر پرہیز کیا گیا ہے۔

اللہ تعالی اس سلسلہ مبارکہ کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے، اور ذخیرۂ آخرت و ذریعۂ نجات بنائے، آمین۔

مرغوب احمد لاجپوری

(۱):......وضو کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا سنت ہے، فرض نہیں

(۱):......وضو کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا سنت ہے،فرض نہیں

(۱)......عن ابی هريرة رضی الله عنه قال : قال رسول اللّٰہ صلی الله عليه وسلم : يا ابا هريرة ! اذا توضات فقل:" بسم الله والحمد لله " فانّ حَفَظَتَک لا تبرح تكتب لک الحسنات حتی تحدث من ذلک الوضوء۔

(طبرانی صغیرص۳۷ج۱، رقم الحدیث:۱۹۶۔مجمع الزوائدص۳۰۳ج۱، باب التسمية عند الوضوء رقم الحدیث :۱۱۱۲)

ترجمہ:......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابو ہریرہ! جب تو وضو کرنے لگے تو کہہ:"بسم الله والحمد لله "بلاشبہ تیرے محافظ فرشتے تیرے لئے مسلسل نیکیاں لکھتے رہیں گے حتی کہ تو اس وضو سے بے وضو ہو جائے۔

(۲)......عن البراء رضی الله عنه (مرفوعا) : ما من عبد يقول حين يتوضا :" بسم الله " ثم يقول بكل عضو :" اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريک له ' واشهد ان محمدا عبده ورسوله " ثم يقول حيں يفرغ : " اللهم اجعلنی من التوابين واجعلنی من المتطهرين " الا فتحت له ثمانية ابواب الجنة ' يدخل من ايّها شاء ' فان قام من فوره ذلک فصلّی ركعتين يقرأ فيهما ويعلم ما يقول انتقل من صلاته كيوم ولدته امه ' ثم يقال له :استأنف العمل ۔

(كنز العمال، آداب الوضوء ، التسمية والاذكار ، رقم الحديث :۲۶۰۸۹)

ترجمہ:......حضرت براء رضی اللہ عنہ سے مرفوعا مروی ہے کہ: جو شخص وضو کرتے وقت کہے: "بسم الله " پھر ہر عضو کو دھوتے وقت کہے:"اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريک له' واشهد انّ محمدا عبده ورسوله " پھر وضو سے فارغ ہو کر کہے:"اللهم اجعلنی من

التوابین واجعلنی من المتطھرین ‘‘ تو اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جائیں گے کہ جس سے چاہے داخل ہو جائے، پھر اگر وضو سے فارغ ہوتے ہی فورا دو رکعتیں اس طرح پڑھے کہ ان میں قراءت کرے اور جو کچھ کہہ رہا ہے اس کا اسے علم بھی ہو تو وہ اپنی نماز سے ایسے منتقل ہوتا ہے جیسے وہ اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اس کو جنا تھا، پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ اب نئے سرے سے عمل کر۔

(۳)......عن رفاعة بن رافع رضی الله عنه بمعناه قال : فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم : انّها لا تتم صلاة احدکم حتی یسبغ الوضوء کما امره الله تعالیٰ‘ فیغسل وجهه و یدیه الی المرفقین ‘ و یمسح برأسه و رجلیه الی الکعبین ، الخ۔[1]

(ابوداؤد، باب صلاة من لا یقیم صلبه فی الرکوع والسجود ، رقم الحدیث :۸۵۷)

ترجمہ:......حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی کی نماز اس وقت تک پوری نہیں ہوتی جب تک کہ وہ اچھی طرح وضو نہ کرے جیسا کہ اللہ تعالی نے وضو کا حکم دیا ہے، پس اپنے چہرہ کو دھوئے اور دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت دھوئے ،اور اپنے سر کا مسح کرے اور دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت دھوئے۔

تشریح:......اس روایت میں آپ ﷺ نے بسم اللہ کی تعلیم نہیں دی، معلوم ہوا کہ وضو کے شروع میں بسم اللہ فرض نہیں۔

(۴)......عن عبد الله بن مسعود رضی الله عنه قال : سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول : اذا تطهر احدکم فلیذکر اسم الله علیه ‘ فانه یطهر جسده کله ‘ فان لم یذکر احدکم اسم الله علی طهوره لم یطهر الا ما مر علیه الماء ، الخ ۔

(بیہقی ص۷۳ج۱، باب التسمیة علی الوضوء ، کتاب الطهارة ، رقم الحدیث :۱۹۸)

ترجمہ:......حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے رسول اللہ

ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: جب تم میں سے کوئی وضو کرے تو اسے چاہئے کہ اللہ کا نام لے (بسم اللہ پڑھ لے) اس طرح سارا جسم پاک ہوگا، اور اگر کسی نے دوران وضو اللہ کا نام نہ لیا تو جس عضو پر پانی جائے گا وہی پاک ہوگا۔

(۵)......عن ابن عمر رضی الله عنه قال : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : من توضأ فذكر اسم الله على وضوئه كان طهورا لجسده ، قال : ومن توضأ ولم يذكر اسم الله على وضوئه كان طهورا لاعضائه۔

(دار قطنی ص۷۵ ج۱، باب التسمية على الوضوء ، كتاب الطهارة ، رقم الحديث :۲۳۰)

ترجمہ:......حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے وضو کیا اور وضو کرتے وقت اللہ تعالی کا نام لیا تو یہ اس کے (سارے) بدن کے لئے طہارت ہوگا، فرمایا: جس نے وضو کیا اور وضو کرتے ہوئے اللہ کا نام نہ لیا تو یہ صرف اس کے اعضاء وضو کے لئے طہارت ہوگا۔

(۶)......عن ابی هريرة رضی الله عنه قال : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : من توضأ وذكر اسم الله تطهر جسده كله ' ومن توضأ ولم يذكر اسم الله لم يتطهر الا موضع الوضوء۔

(دار قطنی ص۷۵ ج۱، باب التسمية على الوضوء ، كتاب الطهارة ، رقم الحديث :۲۲۹)

ترجمہ:......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے وضو کیا اور اللہ کا نام لیا تو اس کا بدن پاک ہوگا، اور جس نے وضو کیا اور اللہ کا نام نہ لیا تو صرف اس کے وضو کی جگہ پاک ہوگی۔

(۷)......عن ابی بكر رضی الله عنه قال : اذا توضاء العبد فذكر اسم الله حين

یأخذ فی وضوئه طهر جسده کلّه ‘ واذاتوضأ ولم یذکر اسم الله لم یطهر منه الا ما اصابه الماء ۔(مصنف ابن ابی شیبہ ص۲۳۱ ج۱، فی التسمیة فی الوضوء ، رقم الحدیث :۱۷)

ترجمہ:......حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: جب بندہ وضو کرے اور وضو کے شروع میں اللہ کا نام لے لے (بسم اللہ پڑھ لے، تو اس وضو سے) اس کا سارا جسم پاک ہوجائے گا، اور اگر کسی نے دوران وضو اللہ کا نام نہ لیا تو جس عضو پر پانی جائے گا وہی پاک ہوگا۔

(۸)......عن الحسن قال : یسمی اذا توضأ فان لم یفعل اجزاه۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۲۳۱ ج۱، فی التسمیة فی الوضوء ،کتاب الطهارة ، رقم الحدیث :۱۴)

ترجمہ:......حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: جب (کوئی) وضو کرے تو بسم اللہ پڑھے، اور اگر نہ پڑھی تو بھی وضو ہو جائے گا۔

(۹)......عن الحسن قال : من ذکر الله عند الوضوء طهر جسده کله ‘ فان لم یذکر اسم الله لم یطهر منه الا ما اصاب الماء۔

(کنز العمال ، آداب الوضوء، التسمیة والاذکار ، رقم الحدیث :۲۶۰۶۷)

ترجمہ:......حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: جب (کوئی) وضو کرے تو بسم اللہ پڑھے، اور اگر نہ پڑھی تو بھی وضو ہو جائے گا۔

وضو کے وقت بسم اللہ مسنون ہے‘ فرض وواجب نہیں، اس کی دلیل

جمہور کے نزدیک وضو کے وقت بسم اللہ مستحب یا مسنون ہے، فرض وواجب نہیں، اس کی ایک بڑی دلیل یہ بھی ہے کہ: تسمیہ عند الوضوء کے بارے میں کوئی صحیح روایت ثابت نہیں ہے، جس روایت سے فرض کے قائل دلیل پکڑتے ہیں وہ بھی ضعیف ہے۔ امام

ترمذی رحمہ اللہ نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا قول نقل فرمایا ہے کہ:

’’وقال احمد : لا اعلم فی ھذا الباب حدیثا له اسناد جید‘‘۔

(ترمذی، باب : فی التسمیة عند الوضوء)

یعنی میں تسمیہ عندالوضوء کے سلسلہ میں کوئی حدیث ایسی نہیں جانتا جس کی سند جیداور اچھی ہو۔

اسی لئے امام بخاری رحمہ اللہ نے ’’کتاب الوضوء ‘‘میں باب قائم کیا ہے:’’باب التسمیة علی کل حال ، وعند الوِقاع ‘‘چونکہ کوئی حدیث امام بخاری کے شرائط کے مطابق نہیں، امام بخاری رحمہ اللہ ترجمۃ الباب میں ضعیف حدیث لاتے ہیں، مگر ہلکی ضعیف لاتے ہیں، بہت زیادہ ضعیف تعلیقا بھی نہیں لاتے، اس لئے امام بخاری رحمہ اللہ نے اور انداز سے اس کے استحباب پر باب قائم کیا۔ کہ ہر حال میں بسم اللہ پڑھنا اور بیوی کے ساتھ مقاربت اور جماع کے وقت بھی بسم اللہ پڑھنا چاہئے۔

تسمیہ عندالوضوء کے متعلق چند مفید باتیں

(۱)......دو لفظ ہیں: ایک تسمیہ، دوسرا: بسملہ۔ تسمیہ کے معنی ہے: اللہ کا نام لینا، اور بسملہ کے معنی ہے: ’’بسم اللہ الرحمن الرحیم ‘‘پڑھنا۔ عام طور پر محدثین نے ترجمۃ الباب تسمیہ کے لفظ ہی سے منعقد کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ وضو کے وقت اللہ تعالی کا کوئی بھی ذکر ہونا چاہئے۔

(۲)......ہمارے نزدیک وضو کے شروع میں تسمیہ پڑھنا سنت یا مستحب ہے، فرض و واجب نہیں۔ جو حضرات تسمیہ کی فرضیت کے قائل ہیں، ان کی دلیل یہ حدیث ہے:’’لا وضوء لمن لم یذکر اسم اللہ تعالی ‘‘اور لانفی کے لئے آتا ہے، تو مطلب یہ ہوا کہ اللہ کا

نام نہیں لیا تو وضو نہیں ہوگا۔

ہمارے نزدیک کامل کی نفی ہے، نفی کو حقیقت پر محمول کرنا صحیح نہیں۔ اور اس کی کئی وجہیں ہیں:

(۱)......آیت وضو میں اللہ تعالی نے وضو کے فرائض کو بیان فرمادیا ہے، اس میں تسمیہ کا ذکر نہیں۔

(ب)...... یہ روایت بعض دوسری روایتوں کے معارض ہے، جن میں صراحت ہے کہ بسم اللہ سے وضو کیا تو پورے جسم کی طہارت ہوگی ، اور اگر بغیر بسم اللہ کے وضو کیا تو صرف اعضائے وضو کی طہارت حاصل ہوگی۔

(ج)......حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ حضرت ابن عمرؓ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ: اگر اللہ کا نام نہیں لیا تو بھی اعضائے وضو میں طہارت متحقق ہو جاتی ہے۔

(د)......امام بیہقی رحمہ اللہ نے ایک باب قائم کیا ہے: ''لا یتم صلوۃ احدکم حتی یسبغ الوضوء کما امرکم ''یعنی جیسے اللہ تعالی نے حکم دیا ہے ایسا وضو نہیں کروگے اس وقت تک تمہاری نماز تام نہیں ہوگی، یہاں بھی'' کما امرکم اللہ '' کا لفظ ہے، اور قرآن میں تسمیہ کا ذکر نہیں۔

(ھ)......صفت وضو کی روایت نقل کرنے والے بائیس یا تیئیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کے وضو کی صفت بیان فرمائی ہے، اور کسی میں بھی تسمیہ کا ذکر نہیں، اگر تسمیہ فرض ہوتا تو ضرور بیان کرتے۔

(۳)......علامہ عینی رحمہ اللہ نے شرح طحاوی میں لکھا ہے کہ: دو صورتیں ہیں: یا تو وضو کو عبادت تصور کرو، یا طہارت مانو، اگر طہارت مانتے ہو تو کسی طہارت کے لئے کہیں بھی

شریعت نے یہ نہیں کہا کہ: بسم اللہ پڑھ کر طہارت حاصل کرو، جب تمام طہارات بغیر تسمیہ کے حاصل ہو جاتی ہیں تو وضو بغیر تسمیہ کے کیوں نہیں ہوگا؟

مکان کی طہارت نماز کے لئے ضروری ہے، مگر مکان کی طہارت کے لئے کسی نے نہیں کہا کہ یہ بسم اللہ پڑھنے پر موقوف ہے۔ غسل طہارت کبری ہے، لیکن کہیں نہیں فرمایا گیا کہ: وہ بغیر بسم اللہ کے حاصل نہیں ہوگا۔ برتن ناپاک ہوتے ہیں اور دوسری چیزیں ناپاک ہوجاتی ہیں، ان سب کی طہارت کے لئے کیا بسم اللہ ضروری ہے؟

اور اگر عبادت قرار دیتے ہو تو کون سی عبادت ہے جس کے شروع میں بسم اللہ فرض ہے، کیا نماز کی صحت تسمیہ پر موقوف ہے؟ زکوۃ عبادت ہے، کیا اس کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا فرض ہے؟ حج عبادت ہے، اسی طرح اور دوسری عبادتیں ہیں، کیا ان کے شروع میں تسمیہ فرض ہے؟ اسی طرح وضو کے شروع میں بھی تسمیہ فرض نہیں۔

(۴)......ایک اور بات قابل غور ہے کہ: ایک ہے طہارت، اور ایک ہے وضو، طہارت یعنی پاکی، اور وضو کا لفظ ماخوذ ہے: وضائت سے، وضائت کے معنی آتے ہیں: حسن کے' نظافت کے' چمک کے، وضو کو وضو اس لئے کہتے ہیں کہ: اس کے ذریعہ سے اعضائے وضو کے اندر تحسین وخوبصورتی پیدا ہوتی ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''لا وضوء ' لمن یذکر اسم اللہ '' وضو نہیں ہوگا، یعنی حسن نہیں پیدا ہوگا، اور جس وضو میں تسمیہ پڑھ لی گئی تو اس میں حسن اور برکت پیدا ہوجائی گی۔ ہاں آپ ﷺ اگر یہ ارشاد فرماتے کہ: ''لا طھارۃ ' لمن لم یذکر اسم اللہ '' تو یقینی طور پر بسم اللہ کا پڑھنا واجب ہوجاتا۔

(دروس مظفری ص ۳۸۴ ج ۱)

(۲):.....وضو کے ساتھ مسواک کرنا

(۲):......وضو کے ساتھ مسواک کرنا

(۱)......قال ابو هريرة رضى الله عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم : لولا ان اشق على امتى' لامرتهم بالسّواک عند كلّ وضوء۔[۱]

(بخاری، باب سواک الرطب واليابس للصائم ، كتاب الصوم ، قبل رقم الحديث :۱۹۳۴)

---

[۱]......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس قسم کی روایتیں بہت سے طرق سے مختلف کتابوں میں مروی ہیں، مثلا:

(۱)......قال رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم : لولا ان اشق على امتى ' لامرتهم بالسّواک مع كل وضوء۔(طحاوی ص۱۵۰، باب الوضوء' هل يجب لكل صلوة ام لا ؟ كتاب الطهارة ، رقم الحديث :۳۹۱)

(۲)......قال رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم : لولا ان اشق على امتى ' لامرتهم بالسّواک مع كل وضوء۔

(صحیح ابن خزیمہ ص۷۳ ج۱، باب ذكر الدليل على ان الامر بالسواک امر فضيلة لا امر فريضة ، رقم الحديث :۱۴۰)

(۳)......قال رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم : لولا ان اشق على امتى ' لامرتهم بالسواک مع كل وضوء ، الخ ۔(كنز العمال ، وقت صلوة العشاء وما يتعلق بها ، رقم الحديث :۱۹۴۸۵)

(۴)......قال رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم : لولا ان اشق على امتى ' لامرتهم عند كل صلاة بوضوء ، و مع كل وضوء بسواک ۔(كنز العمال ، والسواک ، رقم الحديث :۲۶۱۹۲)

(۵)......قال رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم : لولا ان اشق على امتى ' لفرضت عليهم السواک مع الوضوء۔(كنز العمال ، والسواک ، رقم الحديث :۲۶۱۹۴)

(۶)......قال رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم : لولا ان اشقَّ على امتى ' لامرتهم بالسّواک عند كل وضوء۔(مصنف ابن ابی شیبہ ص۲۱۴ ج۲، باب ما ذكر فى السّواک ، رقم الحديث :۱۷۹۸)

(۷)......قال رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم : لولا ان اشقَّ على امتى ' لامرتهم بالسّواک مع الوضوء۔(مصنف عبدالرزاق ص۵۵۵ ج۱، باب وقت العشاء الآخرة ، رقم الحديث :۲۱۰۶)

(۸)......قال رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم : لولا ان اشقَّ على المؤمنين ' لامرتهم بالسّواک لكل وضوء۔(مصنف عبدالرزاق ص۵۵۶ ج۱، باب وقت العشاء الآخرة ، رقم الحديث :۲۱۰۷)

ترجمہ:......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے روایت نقل کی ہے کہ: آپ ﷺ نے فرمایا کہ: اگر مجھے اپنی امت کی دشواری کا خیال نہ ہوتا تو میں ان کو ہر وضو کے وقت مسواک کا حکم دیتا۔

(۲)......عن جعفر بن ابی طالب أو العباس بن عبد المطلب ' عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال : ما لی أراکم تدخلون علی قلحاً استاکوا ' فلولاان اشق علی امتی ' لامرتھم ان یستاکوا عند کل صلاۃ ، أو : عند کل صلوۃ أو عند کل وضوء۔

(مسند الامام الاعظم للحافظ ابی محمد الحارثی ص۹۱۴ج۲، رقم الحدیث :۱۶۹۱۔

مسند الامام الاعظم (مترجم) ص۱۰۸، باب الامر بالسواک)

ترجمہ:......حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: کچھ لوگ صحابہ میں سے نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے ،آپ ﷺ نے فرمایا: کیا وجہ ہے کہ میں تمہارے دانتوں کو زرد دیکھتا ہوں؟ مسواک کرو، اگر میں اپنی امت پر اس کو شاق نہ جانتا تو ان کو ہر نماز (کے وضو) کے وقت مسواک کے لئے (وجوبی) حکم دیتا۔(ایک روایت میں یوں ہے (کہ: آپ ﷺ نے فرمایا:) کیا وجہ ہے کہ میں تم کو دیکھتا ہوں کہ تم میرے پاس آتے ہو، اور تمہارے دانت زرد ہوتے ہیں، مسواک کیا کرو، اگر میں امت پر شاق نہ جانتا

(۹)......لولا ان اشق علی امتہ' لامرھم بالسّواک مع کلّ وضوء۔

(مؤطا امام مالک ص۱۵۰، باب ما جاء فی السواک ، کتاب الطھارۃ ، رقم الحدیث :۱۷۴)

(۱۰)......ان رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم قال : لولا ان اشق علی امتی ' لامرتھم بالسّواک مع کل وضوء۔(سنن کبری ص۵۷ج۱، باب الدلیل علی ان السواک سنۃ لیس بواجب ، رقم الحدیث :۱۴۶)

(۱۱)......قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم : لولا ان اشق علی امتی ' لفرضت علیھم السّواک مع الوضوء ، الخ۔

(سنن کبری بیہقی ص۵۸ج۱، باب الدلیل علی ان السواک سنۃ لیس بواجب ، رقم الحدیث :۱۴۸)

توان کو) ہر نماز یا ہر وضو کے وقت مسواک کے لئے (وجوبی) حکم دیتا۔

(۳)......عن عائشة رضی الله عنها ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال : لولا ان اشق علی امتی ' لامرتهم مع الوضوء بالسّواک ، (اسناده صحیح) ۔(ابن حبان ص۱۵۰، ذکر ارده المصطفی ﷺ امر بالمواظبة علی السواک ، رقم الحدیث :۱۰۶۹)

ترجمہ:......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر میرے لئے اپنی امت کو مشقت میں ڈالنے والی بات نہ ہوتی تو میں ہر وضو کے ساتھ مسواک کا حکم دیتا۔

(۴)......عن علی رضی الله عنه قال : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : لولا ان اشق علی امتی ' لامرتهم بالسّواک مع کل وضوء۔

(طبرانی فی الاوسط ص۱۵۰، اسناده صحیح ، رقم الحدیث :۱۲۳۸)

ترجمہ:......حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر میرے لئے اپنی امت کو مشقت میں ڈالنے والی بات نہ ہوتی تو میں انہیں ہر وضو کے ساتھ مسواک کا حکم دیتا۔(توضیح السنن ص۳۰۰ ج۱، رقم الحدیث:۱۲۱)

ہمارے نزدیک مسواک وضو کی سنت ہے، اور اس کی وجہیں

ہمارے نزدیک مسواک وضو کی سنت ہے، احادیث ذکر کی گئی ہیں۔اور ''عند کل صلوۃ'' کا مفہوم ''عند وضوء کل صلوۃ'' ہے، اور اس کی کئی وجہیں ہیں:

(۱)......سب سے بڑی وجہ سراج ہندی اور ملا علی قاری رحمہ اللہ نے لکھی ہے کہ: اگر نماز کے وقت مسواک کی جائے گی تو ممکن ہے کہ خون نکل آئے، جس سے وضو ہی ٹوٹ جائے گا

(۲)......احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مسواک کا تعلق طہارت سے ہے ''نسائی شریف''

کی روایت ہے:''السواک مطھرۃ للفم' مرضاۃ للرب''۔

حضرت علی رضی اللہ کا ارشاد ہے کہ:''ان افواھکم طرق للقرآن الا فطیبوھا بالسواک''یعنی یہ منہ تمہارے قرآن پڑھنے کا محل ہیں، انہیں مسواک سے صاف کرلو۔ ان احادیث میں لفظ''مطھرۃ''اور''طیب''بتارہا ہے کہ مسواک کا تعلق طہارت سے ہے،

(۳)......پھر ظاہر بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ مسواک کا تعلق وضو سے ہی ہو، کیوں؟ اس لئے کہ عین نماز کے وقت مسواک کرو تو یا تو خون کا خطرہ ہے، یا کم از کم گھن اور تقذر تو پیدا ہوگا ہی ،مسواک کر کے وہیں رکھ دی، ایسی صورت اختیار کرنا زیادہ پسندیدہ نہیں۔

(۴)......احادیث میں''مع کل وضوء''کی بھی تصریح ہے، اگر''عند کل صلوۃ''والی روایات کو''عند وضوء کل صلوۃ''پر محمول کرلیا جائے تو دونوں روایتیں عمل کے اندر داخل ہوجاتی ہیں۔اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت''لولا ان اشق علی امتی لامرتھم بالسواک مع الوضوء عند کل صلاۃ''صاف طور پر اسی تاویل کی طرف مشیر ہے۔

(۵)......قرآن کریم کی تلاوت کے لئے بھی مسواک مستحب ہے، تو کیا کوئی قرآن پاک کھولتا ہے پھر مسواک کرتا ہے، تلاوت کے لئے جب وضو کرتا ہے اسی وقت مسواک کی جاتی ہے، کوئی بھی اس کا قائل نہیں کہ قرآن کریم کھول کر مسواک کرنا مستحب ہے۔

نوٹ :......تاہم نماز کے وقت مسواک کی جائے تو کم از کم اتنی رعایت ضروری ہے کہ: مسواک نرم ہو، بہت آہستہ آہستہ دانتوں پر پھیری جائے ، شدت سے نہیں، ایسا نہ ہو کہ مسوڑھوں سے خون نکل جائے۔

اگر کوئی وضو کے وقت مسواک بھول جائے تو نماز کے وقت آہستہ سے کرلے تو نماز کی فضیلت جو مسواک کے ساتھ ہے حاصل ہوجائے گی انشاءاللہ۔(دروس مظفری ص ۳۵۳ ج ا)

(۳):......عمامہ پرمسح کرنا

(۳):......عمامہ پرمسح کرنا

(۱)......قال اللہ تعالی : ﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْآ اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُ وْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ﴾۔

(سورۂ مائدہ،آیت نمبر:٦)

ترجمہ:......اے ایمان والو! جب تم نماز کے لئے اٹھوتو اپنے چہرے،اور کہنیوں تک اپنے ہاتھ دھولو،اوراپنے سروں کا مسح کرو،اوراپنے پاؤں (بھی) ٹخنوں تک (دھولیا کرو)۔

(۱)......عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ قال : رأيت رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم : يتوضأ وعليه عمامة قطرية ، فادخل يده من تحت العمامة ، فمسح مقدم رأسه ولم ينقض العمامة۔

(ابوداؤد ص١٩ج١، باب المسح على العِمامة ، رقم الحديث:١٤٧۔ابن ماجہ، باب ما جاء فی المسح على العِمامة ، رقم الحديث:٥٦٤)

ترجمہ:......حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کو وضوفرماتے ہوئے دیکھا، آپ ﷺ کے سرمبارک پرقطری پگڑی تھی،آپ ﷺ نے پگڑی کے نیچے سے ہاتھ ڈال کرسر کے اگلے حصے پرمسح فرمایا،اور پگڑی کوکھولانہیں۔

(۲)......عن عطاء انّ رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم : يتوضأ فحسر العمامة عن رأسه و مسح مقدم رأسه –أو قال : ناصيته بالماء–۔

(کتاب الام ص٢٦ج١، باب ايجاب المسح بالرأس وان كان متعمّما ، رقم الحديث:٢٨٢)

ترجمہ:......حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے وضوکیا تو اپنی پگڑی کوسر سے اوپرکیا،اورسر کے اگلے حصے پرمسح فرمایا–یا(حضرت عطاء بن

ابی رباح رحمہ اللہ) نے فرمایا کہ: آپ ﷺ نے اپنی ناصیہ پر پانی سے مسح فرمایا کے۔ یعنی سر کے اگلے حصے پر مسح فرمایا۔ ۱

(۳)......عن عطاء : ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم : کان فی سفر فأخر العمامة و مسح ھکذا ، واشار شفیق الی مقدم رأسه الی وجهه۔

ترجمہ:......حضرت عطاء رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ ایک سفر پر تھے، آپ ﷺ نے عمامہ پیچھے ہٹایا اور یوں مسح کیا۔ حضرت شقیق رحمہ اللہ نے پیچھے سے چہرے کی طرف مسح کرنے کا اشارہ کیا۔ (کنز العمال ، فرائض الوضوء ، رقم الحدیث :۲۶۸۵۳)

(۴)......عن عطاء قال : القی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عمامته بین کتفیه بین مکة و المدینة و مسح برأسه واحدة ، وقال : بیده علی ھامته فمسحھا الی مقدم وجهه۔

(کنز العمال ، فرائض الوضوء ، رقم الحدیث :۲۶۸۵۴)

ترجمہ:......حضرت عطاء رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے اپنا عمامہ کاندھوں کے درمیان ڈالا ، جبکہ آپ ﷺ مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان تھے، آپ ﷺ نے صرف ایک بار مسح کیا۔ حضرت عطاء رحمہ اللہ نے ہاتھ کے اشارہ سے بتایا کہ: انہوں نے سر کے اگلے حصہ پر ہاتھ رکھا اور پھیرتے ہوئے آگے چہرے کی طرف لے آئے۔

۱......حضرت عطاء رحمہ اللہ سے اس قسم کی روایتیں بہت سے طرق سے مختلف کتابوں میں مروی ہیں، مثلاً:

(۱)......عن عطاء انّ رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم : توضأ فرفع العمامة فمسح مقدّم رأسه۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۳۱۶ ج۱، من کان لا یری المسح علیھا و یمسح علی رأسه ، رقم الحدیث :۲۳۸)

(۲)......عن عطاء قال : بلغنی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم : کان یتوضأ وعلیه العمامة یؤخّرھا عن رأسه ولا یحُلُّھا ' ثم مسح برأسه فاشار بکف واحد علی الیافوخ قط ' ثم یعید العمامة۔

(مصنف عبدالرزاق ص۱۸۹ ج۱، باب المسح علی الخفین والعمامة ، رقم الحدیث :۷۳۹)

(۵)......عن المغيرة بن شعبة رضى الله عنه : انّ النبى صلى الله عليه وسلم : توضأ فمسح بناصيته و مسح على العمامة۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۳۱۷ ج ا، من كان لا يرى المسح عليها و يمسح على راسه ، رقم الحديث:۲۴۱)

ترجمہ:......حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے وضو فرمایااور اپنی پیشانی اور عمامہ پر مسح کیا۔

(٦)......عن ابى لبيد قال : رايت عليا اتى الغيط على بغلة له ' وعليه ازار و رداء و عمامة و خُفان ' فرايته بال ثم توضا فحسر العمامة ' فاريت راسه مثل راحتى ' عليه مثل خط الاصابع من الشعر ' فمسح برأسه ' ثم مسح على خفيه۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۳۱۵ ج ا، من كان لا يرى المسح عليها و يمسح على راسه ، رقم الحديث :۲۳۳)

ترجمہ:......ابولبید کہتے ہیں کہ: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ اپنے خچر پر گنجان درختوں کی طرف آئے، اورآپ ازار' چادر' عمامہ اورموزے پہنے ہوئے تھے، پھر میں نے دیکھا کہ آپ نے پیشاب کیا، پھر وضو کیا اور عمامہ کو ہٹایا (تاکہ سر پر مسح کرے) اس وقت میں نے آپ کے سر کو میری ہتھیلی کی طرح دیکھا، اورآپ کے سر پر انگلیوں کے نشان کی طرح بال تھے،آپ نے اپنے سر کا مسح کیا پھر اپنے موزوں پر مسح کیا۔

(۷)......عن ابى عبيده قال : سألت جابرا عن المسح على العمامة ؟ فقال : اَمِسَّ الماءَ الشعر۔

ترجمہ:......ابوعبیدہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ: میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے

عمامہ پرمسح کے بارے میں سوال کیا؟ تو فرمایا: (عمامہ پرمسح جائزنہیں یہاں تک کہ) پانی بالوں کو چھونہ لے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۱۵ ج ۱، من کان لا یری المسح علیھا و یمسح علی راسه ،
رقم الحدیث :۲۳۲)

(۸)......عن ابن عمر رضی الله عنهما : انّه کان اذا مسح رأسه رفع القلنسوۃ و مسح مقدّم رأسه۔

(دارقطنی ص۱۱۲ ج۱، باب ماروی من قول النبی صلی الله علیه وسلم : الاذنان من الرأس،
رقم الحدیث:۳۷۱)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب سر پر مسح فرماتے تو ٹوپی سر سے ہٹا لیتے اور سر کے اگلے حصہ پر مسح فرماتے۔

(۹)......عن نافع عن ابن عمر: انه کان لا یمسح علی العمامة۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۱۵ ج ۱، من کان لا یری المسح علیھا و یمسح علی راسه ،
رقم الحدیث :۲۳۴)

ترجمہ:......حضرت نافع رحمہ اللہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت فرماتے ہیں کہ: آپ عمامہ پر مسح نہیں کرتے تھے۔

(۱۰)......عن مالک انه بلغه انّ جابر بن عبد الله الانصاری رضی الله عنه : سُئل عن المسح علی العِمامة ؟ فقال : لا حتی یُمسح الشعر بالماء۔

(مؤطاامام مالک ص۲۳ ج۱، باب ما جاء فی المسح بالرّأس والاذنین ، رقم الحدیث:۷۴)

ترجمہ:......حضرت امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: انہیں خبر پہنچی ہے کہ: حضرت جابر بن

عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے عمامہ پرمسح کرنے کے بارے میں دریافت کیا گیا؟ انہوں نے فرمایا: نہیں، بلکہ پانی سے بالوں کا مسح کرلے۔ ۱؎ (مؤطاامام مالک مترجم ص۱۳۴ ج۱)

(۱۱)......مالک عن هشام بن عروة انّ اباه عروة بن الزبير رضی الله عنهم : كان ينزع العمامة و يمسح رأسه بالماء۔

(مؤطاامام مالک ص۲۳ ج۱، باب ما جاء فی المسح بالرّأس والاذنين ، رقم الحديث:۷۵)

ترجمہ:......حضرت ہشام بن عروہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ: عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ عمامہ اتار کر پانی سے سر کا مسح کیا کرتے تھے۔(مؤطاامام مالک مترجم ص۱۳۴ ج۱)

(۱۲)...... عن نافع انه رأى صفية بنت ابی عبيد امراة عبد الله بن عمر : تنزع خمارها و تمسح علی رأسها بالماء ، و نافع يومئذ صغير۔

(مؤطاامام مالک ص۲۳ ج۱، باب ما جاء فی المسح بالرّأس والاذنين ، رقم الحديث:۷۶)

ترجمہ:......حضرت نافع رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: انہوں نے حضرت ابوعبید کی صاحبزادی اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی اہلیہ کو دیکھا کہ انہوں نے دوپٹہ سر سے ہٹا کر پانی سے سر پر مسح کیا۔ حضرت نافع رحمہ اللہ اس وقت بچے تھے۔ ۲؎

(۱۳)......قال يحی : و سئل مالک عن المسح علی العمامة والخمار ؟ فقال :

۱؎...... یہ روایت تھوڑے سے الفاظ کے فرق کے ساتھ ''مؤطاامام محمد'' میں بھی ہے۔

اخبرنا مالک قال : بلغنی عن جابر بن عبد الله رضی الله عنه : انه سُئل عن العمامة ؟ فقال : لا حتی يمس الشعر بالماء۔(مؤطاامام محمد ص۷۰، باب المسح على العمامة والخمار ، رقم الحديث:۵۲)

۲؎...... یہ روایت تھوڑے سے الفاظ کے فرق کے ساتھ ''مؤطاامام محمد'' میں بھی ہے۔

اخبرنا مالک حدثنا نافع قال : رأيت صفية ابنة ابی عبيد ' تتوضأ و تنزع خمارها ' ثم تمسح برأسها ، قال نافع : وانا يومئذ صغير۔

(مؤطاامام محمد ص۷۱، باب المسح على العمامة والخمار ، رقم الحديث:۵۳)

لاینبغی ان یمسح الرجل ولا المرأة علی العمامة ولا خمار ولیمسحها علی رؤوسها۔

(مؤطاامام مالک ص۲۳ ج۱، باب ما جاء فی المسح بالرّأس والاذنین ، رقم الحدیث:۷۷)

ترجمہ:......حضرت یحیٰ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ:امام مالک رحمہ اللہ سے پگڑی اوردوپٹہ پرمسح کے بارے میں سوال کیا گیا؟تو آپ نے فرمایا کہ: مرداورعورت کے لئے مناسب نہیں ہے کہ وہ پگڑی اوردوپٹے پرمسح کریں،انہیں چاہئے کہ سر پرمسح کریں۔

(۱۴)......عن مغیرة قال : اذا کانت علی ابراهیم عمامة أو قلنسوة رفعها ثم مسح علی یافوخه۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۳۱۵ ج۱، من کان لا یری المسح علیها و یمسح علی رأسه ، رقم الحدیث:۲۳۵)

ترجمہ:......حضرت مغیرہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: جب حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے سر پرعمامہ یاٹوپی ہوتی تواسے اٹھاتے پھرسر کےاوپر کے حصے پرمسح فرماتے۔

(۱۵)......عن ابی البختری قال : رأیت الشعبی توضا فحسر العمامة۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۳۱۵ ج۱، من کان لا یری المسح علیها و یمسح علی رأسه ، رقم الحدیث :۲۳۶)

ترجمہ:......حضرت ابوالبختری روایت کرتے ہیں کہ: میں نے حضرت شعبی رحمہ اللہ کودیکھا کہ وضوکررہے ہیں(اورسر کےمسح کے لئے)عمامہ کوہٹارہے ہیں۔

(۱۶)......عن هشام عن ابیه : انه کان ینزع العمامة و یمسح رأسه بالماء ۔(مصنف ابن ابی شیبہ ص۳۱۵ ج۱، من کان لا یری المسح علیها و یمسح علی رأسه ، رقم الحدیث :۲۳۷)

ترجمہ:……حضرت ہشام اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ: وہ عمامہ کو اتارتے اور اپنے سر کا پانی سے مسح کرتے۔

(۱۷)……عن هشام بن عروة عن ابيه : انه كان ينزع العمامة و يمسح براسه۔

(مصنف عبدالرزاق ص۱۹۰ج۱، باب المسح على الخفين والعمامة ، رقم الحديث :۷۴۴)

ترجمہ:……حضرت ہشام بن عروہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ: وہ عمامہ کو اتارتے اور اپنے سر کا مسح کرتے۔

(۱۸)……عن افلح قال : كان القاسم لا يمسح على العمامة ، يحسر عن رأسه فيمسح عليه۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۳۱۶ج۱، من كان لا يرى المسح عليها و يمسح على رأسه ، رقم الحديث :۲۳۹)

ترجمہ:……حضرت افلح فرماتے ہیں کہ: حضرت قاسم رحمہ اللہ عمامہ پر مسح نہیں کرتے تھے، اسے سر سے ہٹا دیتے اور سر پر مسح فرماتے۔

(۱۹)……عن ابن مجاهد عن ابيه : انه كان يكره ان يمسح على العمامة۔

(مصنف عبدالرزاق ص۱۹۰ج۱، باب المسح على الخفين والعمامة ، رقم الحديث :۷۴۳)

ترجمہ:……حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ: آپ عمامہ پر مسح کو مکروہ فرماتے تھے۔

(۲۰)……عن ا بن عباس قال : ان نسى المسح بالرأس اعاد الصلوة۔

(كنز العمال ، فرائض الوضوء ، رقم الحديث :۲۶۸۳۹)

ترجمہ:……حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: اگر کوئی سر کا مسح بھول جائے، تو وہ نماز کو لوٹائے۔

(۴):.....گردن کا مسح مستحب ہے

(۴):......گردن کا مسح مستحب ہے

(۱)......ثم مسح رأسه بيديه فاقبل بهما وادبر' بدأ بمقدم رأسه حتى ذهب بهما الى قفاه' ثم ردّهما الى المكان الذى بدأ منه' ثم غسل رجليه۔

(بخاری، باب مسح الراس كله ، رقم الحديث:۱۸۵)

ترجمہ:......(بخاری کی ایک قدرے طویل حدیث میں حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کا وضو دکھایا، اس میں ہے کہ:) پھر دونوں ہاتھوں سے سر کا مسح کیا، پس دونوں میں اقبال وادبار کیا (یعنی ہاتھوں کو آگے اور پیچھے لے گئے) سر کے اگلے حصہ سے مسح شروع کیا یہاں تک کہ گردن (گدی) تک لے گئے، پھر ان کو اس جگہ سے واپس لائے جہاں سے شروع کیا تھا، پھر دونوں پاؤں دھوئے۔[۱]

---

[۱]......حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے اس قسم کی روایتیں بہت سے طرق سے مختلف کتابوں میں مروی ہیں، مثلاً: ''مسلم'' میں ہے:

(۱)......فمسح برأسه' فاقبل بيديه وادبر' بدأ بمقدّم رأسه ثم ذهب بهما الى قفاه' ثم ردّهما حتى رجع الى المكان الذى بدأ منه' ثم غسل رجليه۔(باب آخر: فى صفة الوضوء ، رقم الحديث:۲۳۵)

(۲)......ثم مسح رأسه بيديه فاقبل بهما وادبر' بدأ بمقدّم رأسه ثم ذهب بهما الى قفاه' ثم ردّهما حتى رجع الى المكان الذى بدأ منه' ثم غسل رجليه۔

(ابوداؤد، باب صفة وضوء النبى صلى الله عليه وسلم ، رقم الحديث:۱۱۸)

(۳)......ثم مسح رأسه بيديه فاقبل بهما وادبر' بدأ بمقدّم رأسه ثم ذهب بهما الى قفاه' ثم ردّهما حتى رجع الى المكان الذى بدأ منه' ثم غسل رجليه۔

(ترمذی، باب ماجاء فى مسح الرأس انه يبدأ بمقدم الرأس الى مؤخره ، رقم الحديث:۳۲)

(۴)......ثم مسح رأسه بيديه فاقبل بهما وادبر' بدأ بمقدّم رأسه ثم ذهب بهما الى قفاه' ثم ردّهما حتى رجع الى المكان الذى بدأ منه' ثم غسل رجليه۔

(نسائی، باب حد الغسل ، رقم الحديث:۹۷۔باب صفة مسح الرأس، رقم الحديث:۹۸)

(۲)......عن المقدام بن معديكرب قال : رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم توضأ فلما مسح رأسه وضع كفيه على مقدّم رأسه فامرهما حتى بلغ القفا ' ثم ردّهما الى المكان الذى منه بدا۔

(ابوداؤد، باب صفة وضوء النبى صلى الله عليه وسلم ، رقم الحديث:۱۲۲)

ترجمہ:......حضرت مقداد بن معدیکرب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا، آپ ﷺ نے اپنے سر کا مسح (اس طرح) کیا کہ اپنی دونوں ہتھیلیوں کو سر کے اگلے حصہ پر رکھ کران کو پیچھے کی طرف لائے یہاں تک کہ گدی تک پہنچ گئے، پھر دونوں ہاتھوں کو واپس لائے جہاں سے مسح شروع فرمایا تھا۔

(۳)......حدثنا ليث عن طلحة عن ابيه عن جده : انه رأى رسول الله صلى الله عليه وسلم يمسح رأسه حتى بلغ القذال وما يليه من مقدم العنق بمرة۔

(مسند احمد ص ۴۸۱ ج ۳، حديث جد طلحة الايامى ، رقم الحديث:۱۵۹۵۱)

---

(۵)......ثم مسح رأسه بيديه فاقبل بهما وادبر ' بدأ بمقدّم رأسه ثم ذهب بهما الى قفاه ' ثم ردّهما حتى رجع الى المكان الذى بدأ منه ' ثم غسل رجليه۔

(ابن ماجہ، باب ماجاء فى مسح الرأس ، رقم الحديث:۴۳۴)

۱؎......حضرت لیث رحمہ اللہ سے اس قسم کی روایتیں بہت سے طرق سے مختلف کتابوں میں مروی ہیں، مثلاً:

(۱)......عن ليث عن طلحة بن مصرف عن ابيه عن جده قال : رأيت النبى صلى الله عليه وسلم يمسح رأسه مرة واحدة حتى بلغ القذال وهو اول القفا۔

(ابوداؤد، باب صفة وضوء النبى صلى الله عليه وسلم ، رقم الحديث:۱۳۲)

(۱)......عن ليث عن طلحة بن مصرف عن ابيه عن جده قال : رأيت النبى صلى الله عليه وسلم مسح مقدم رأسه حتى بلغ القذال (مؤخر الرأس) من مقدم عنقه۔

(طحاوى ص ۳۵ ج ۱، باب فرض مسح الرأس فى الوضوء ، رقم الحديث:۱۲۱)

ترجمہ:......حضرت لیث، حضرت طلحہ بن مصرف سے، وہ ان کے والد سے، وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ: انہوں نے نبی کریم ﷺ کو اپنے سر کا مسح کرتے ہوئے دیکھا کہ آپ ﷺ گدی اور اس سے ملے ہوئے گردن کے اگلے حصے تک پہنچ گئے۔[۱]

(۴)......عن وائل بن حجر رضی الله عنه : (فی حدیث طویل) فغسل وجهه ثلاثا، ثم خلل لحیته، ومسح باطن اذنیه، و ادخل خنصره فی داخل اذنه لیبلغ الماء، ثم مسح رقبته وباطن لحیته من فضل ماء الوجه ، الحدیث۔

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ص۳۲۰ ج۱، باب ما جاء فی الوضوء ، رقم الحدیث:۱۱۷۸)

ترجمہ:......حضرت وائل بن حجر رضی اللہ سے (ایک طویل حدیث میں) مروی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے (وضو فرماتے ہوئے) اپنے سر مبارک پر مسح کیا اور گردن کے ظاہری (حصہ پر مسح فرمایا)۔[۱]

---

(۲)......عن لیث انبأ طلحة عن ابیه عن جده قال : کان رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا مسح رأسه استقبل رأسه بیدیه حتی یاتی علی اذنیه و سافلته۔

(سنن کبری بیہقی ص۹۹ ج۱، باب امرار الماء علی القفا ، رقم الحدیث:۲۷۷)

(۳)......عن لیث عن طلحة عن ابیه عن جده : انه ابصر النبی صلی الله علیه وسلم حین توضأ مسح رأسه و اذنیه وامر یدیه علی قفاه۔

(سنن کبری بیہقی ص۹۹ ج۱، باب امرار الماء علی القفا ، رقم الحدیث:۲۷۸)

(۴)......حدثنی طلحة بن مصرف عن ابیه عن جده کعب بن عمر والیمامی : ان رسول الله صلی الله علیه وسلم توضأ ومضمض ثلاثا واستنشق ثلاثا، یأخذ لکل واحدة ماء جدیدا و غسل وجهه ثلاثا، فلما مسح رأسه قال : هکذا و اومأ بیده من مقدم رأسه حتی بلغ بهما الی اسفل عنقه من قبل قفاه۔(غایۃ المقصود ص۱۳۷ ج۱، باب فرض مسح الرأس فی الوضوء ، رقم الحدیث:۱۲۱)

[۱]......حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے اس قسم کی ایک روایت اور بھی آئی ہے:

(۱)......عن وائل بن حجر رضی الله عنه: ان رسول الله صلی الله علیه وسلم مسح رأسه .....

(۵)......کعب بن عمرو قال : رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم : توضأ و مسح باطن لحیته و قفاه۔

(نصب الرایۃ فی تخریج احادیث الهدایہ ص۶۹ ج۱، الاحادیث الواردة فی تخلیل اللحیة)

ترجمہ:......حضرت کعب بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے وضو فرمایا اور باطن ڈاڑھی پر اور گردن پر مسح کیا۔

(۶)......عن مجاهد ان ابن عمر رضی الله عنهما : انه کان اذا مسح رأسه مسح قفاه مع رأسه۔(سنن کبری بیہقی ص۱۰۰ ج۱، باب امرار الماء علی القفا ، رقم الحدیث:۲۷۹)

ترجمہ:......حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب اپنے سر کا مسح کرتے تو اپنے سر کے ساتھ گردن کا بھی مسح کرتے۔

(۷)......عن ابن عمر رضی الله عنهما ان النبی صلی الله علیه وسلم قال : من توضأ و مسح یدیه علی عنقه امن الغل یوم القیامة۔[۱]

(کنز العمال ، آداب متفرقة ، الوضوء ، رقم الحدیث:۲۶۱۴۲)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: جس نے وضو کیا اور دونوں ہاتھوں سے اپنی گردن پر مسح کیا تو وہ قیامت کے دن طوق

وظاهر رقبته ، الخ۔

(کشف الاستار عن زوائد البزار ص۱۴۰ ج۱، رقم الحدیث:۲۶۸۔نصب الرایۃ ص۵۴ ج۱، واما حدیث وائل)

[۱]......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اس قسم کی روایتیں اور بھی آئی ہیں، مثلا:

(۱)......عن ابن عمر رضی الله عنهما ان النبی صلی الله علیه وسلم قال : من توضأ و مسح بیدیه علی عنقه وُقِیَ الغُلَّ یوم القیامة۔(تلخیص الحبیر ص۹۳ ج۱)

(۲)......عن ابن عمر رضی الله عنهما ان النبی صلی الله علیه وسلم قال : من توضأ و مسح بیدیه علی عنقه وُقِیَ الغُلَّ یوم القیامة۔(مسند فردوس مع تسدید القوس ص۴۴ ج۴)

(پہنائے جانے سے) محفوظ ہوگا۔

(۸)......عن موسی بن طلحة رضی الله عنه قال : من مسح قفاه مع رأسه وُقِی الغُلَّ یوم القیامة ..... وظاهر رقبته ، الخ۔

(تلخیص ص۹۲ ج۱، باب سنن الوضوء ، رقم الحدیث:۹۷)

ترجمہ:......حضرت موسیٰ بن طلحہ رحمہ اللہ سے مروی ہے، انہوں نے فرمایا کہ: جو شخص اپنے سر کے ساتھ گردن کا مسح کرے وہ قیامت کے دن (جہنم کے) طوق سے بچالیا جائے گا۔

’’قفا‘‘ اور’’قذال‘‘ کے معنی

نوٹ:......احادیث میں دو لفظ آئے ہیں:(۱):قفا،(۲):قذال۔دونوں کا معنی ایک ہی ہے،یعنی سر کے پیچھے گردن کا حصہ جس کو ہم اردو میں ’’گدی‘‘ کہتے ہیں۔

’’منجد‘‘ میں ہے:’’القفا مؤخر العنق‘‘یعنی قفا گردن کے پچھلے حصے کو کہتے ہیں۔

’’القذال ‘‘ کے بارے میں لکھا ہے:’’ما بین الاذنین من مؤخر الرأس ‘‘یعنی: قذال کہتے ہیں:اس جگہ کو جو دونوں کانوں کے درمیان گردن کا پچھلا حصہ ہے۔

’’گدی‘‘ کے بارے میں ’’فیروز اللغات‘‘ میں ہے: سر کا پچھلا حصہ‘ گردن کا پچھلا حصہ۔(ارمغان حق ص۸۷ ج۳)

امام ابوداؤد رحمہ اللہ کا لفظ’’قفا‘‘ سے باب قائم کرنا

ایک حدیث شریف میں ہے کہ:

عن سهل رضی الله عنه قال : کان رجال یصلّون مع النبی صلی الله علیه وسلم عاقدی اُزرِهم علی اعناقهم کهیئة الصِّبیان ، وقال للنّساء : لا ترفَعن رُؤوسکُنَّ حتی یستویَ الرّجال جلوسا۔

ترجمہ:......حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: بہت سے لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بچوں کی طرح اپنی گردنوں پر تہبند باندھ کر نماز پڑھتے تھے، اور عورتوں کو حکم تھا کہ: اپنے سروں کو (سجدے سے) اس وقت تک نہ اٹھائیں جب تک کہ مرد پوری طرح بیٹھ نہ جائیں۔

(بخاری، باب اذا کان الثوب ضیقا ، رقم الحدیث :۳۶۲۔ باب الثیاب و شدِّھا ' و من ضمّ الیہ ، الخ رقم الحدیث:۸۱۴۔ باب اذا قیل للمصلی تقدم او انتظر فانتظر فلا بأس، رقم الحدیث: ۱۲۱۵)

تشریح:......سردیوں میں عورتیں بچوں کو رومال کے دونوں کنارے مونڈھوں کے اوپر سے مخالف جانب سے نکال کر پیچھے گردن پر باندھتی ہیں، صحابہ رضی اللہ عنہم بھی اس طرح چادریں گردن پر باندھ کر نماز پڑھتے تھے۔ اگر کپڑا ایک ہو اور تنگ ہو اور اس میں نماز پڑھنی ہو تو باندھ کر پڑھنی چاہئے تا کہ نہ کھلے' نہ کشف عورت ہو' نہ نماز فاسد ہو۔

(تحفۃ القاری ص ۱۸۸ ج ۲)

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے ''کتاب الصلوۃ'' میں اس حدیث پر باب قائم کیا ہے: ''باب الرجل یعقد الثوب فی قفاہ ثم یصلی'' (یعنی کپڑے کو گردن کے اردگرد باندھ کر نماز پڑھنا) اس باب کا عنوان دلالت کرتا ہے کہ امام ابوداؤد رحمہ اللہ بھی ''قفا'' کا معنی گردن ہی لے رہے ہیں، ظاہر ہے کہ کپڑا گردن پر بندھتا ہے، سر پر باندھنا مشکل ہے۔

ترهيب ويل للعقبين لمن ترك غسل الرِّجلين

وضو میں پاؤں کا دھونا

وضو میں پاؤں کے دھونے کا فرض ہونا قرآن کریم' احادیث متواترہ اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ اور احادیث میں تو قدم کے تھوڑے سے حصہ کے خشک رہنے پر سخت وعید آئی ہے، اور ناخن بھر کی جگہ کے خشک رہنے پر وضو کو لوٹانے کا حکم دیا گیا۔ پاؤں پر مسح کرنے کو بدعت تک کہا گیا۔ سخت سردی میں بھی پاؤں دھونے کا حکم دیا گیا، وغیرہ امور کو اس رسالہ میں بیان کیا گیا ہے۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیتہ

عرض مرتب

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله و كفى ، و سلام على عباده الذين اصطفى ، اما بعد !

جمہور امت کے نزدیک وضو میں پاؤں کا دھونا فرض ہے، اور قرآن کریم کی نص قطعی سے اس کا ثبوت ہے، اور آپ ﷺ کے بیشمار ارشادات سے اس مسلک کا حق ہونا معلوم ہوتا ہے۔ محدثین عظام نے ''کتاب الطہارۃ'' میں اس موضوع پر جو ابواب قائم فرمائے ہیں، ان ابواب سے بھی اس مسئلہ کی اہمیت کا اندازہ ہوسکتا ہے۔

(۱)......''باب غسل الرِّجلين'' بخاری شریف۔

(۲)......'' باب وجوب غسل الرجلين بكمالهما'' مسلم شریف۔

(۳)......''وجوب استيعاب جميع اجزاء محل الطهارة'' مسلم شریف۔

(۴)......''باب ايجاب غسل الرجلين'' نسائی شریف۔

(۵)......''باب غسل العراقيب'' ابن ماجہ۔

(۶)......'' باب فرض الرجلين فى وضوء الصلاة'' طحاوی شریف۔

(۷)......''باب التغليظ فى ترك غسل العقبين فى الوضوء ، والدليل على ان الفرض غسل القدمين' لا مسحهما ' الخ'' صحیح ابن خزیمہ۔

(۸)......''باب ذكر الدليل على ان الكعبين اللذين امر المتوضىء بغسل الرجلين اليهما ، الخ'' صحیح ابن خزیمہ۔

(۹)......''باب التغليظ فى ترك غسل بطون الاقدام فى الوضوء ، فيه ايضا دلالة على ان الماسح على ظهر القدمين غير مؤد للفرض' الخ'' صحیح ابن خزیمہ۔

(۱۰)......"باب ذکر الدلیل علی ان المسح علی القدمین غیر جائز ' الخ " صحیح ابن خزیمہ۔

(۱۱)......"باب ذکر البیان ان اللّٰہ عز وجل و علا امر بغسل القدمین فی قولہ : ﴿ وارجلکم الی الکعبین ﴾، (الآیہ) لا بمسحھما ' الخ " صحیح ابن خزیمہ۔

(۱۲)......"باب التغلیظ فی المسح علی الرجلین وترک غسلھما فی الوضوء، والدلیل علی ان الماسح للقدمین و التارک لغسلھما ' مستوجب للعقاب بالنّار' الخ " صحیح ابن خزیمہ۔

(۱۳)......"باب غسل انامل القدمین فی الوضوء ' وفیہ ما دل علی ان الفرض غسلھما لا مسحھما " صحیح ابن خزیمہ۔

(۱۴)......" باب غسل الرجلین " مصنف عبدالرزاق۔

(۱۵)......"باب الدلیل علی ان فرض الرجلین الغسل وان مسحھما لا یجزی " سنن کبری بیہقی۔

مگر کچھ لوگوں کا مسلک یہی ہے کہ: وضوء میں پاؤں کا دھونا فرض نہیں، نواب وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں:

"ولا یجوز الانکار علی امور مختلفة فیھا بین العلماء کغسل الرجل و مسحہ"

یعنی جن امور میں علماء کے درمیان اختلاف ہے، ان پر انکار جائز نہیں جیسا کہ (دوران وضو) پاؤں کا دھونا اور اس کا مسح کرنا۔ (ہدیۃ المہدی ص ۶۸ ج ۱)

مولوی ابراہیم لکھتے ہیں: " پاؤں دھونے کے بجائے مسح فرض ہے"۔

(فتاوی ابراہیمیہ ص ۲۱، بحوالہ فتح المبین ص ۴۵۲۔ حدیث اور اہل حدیث ص ۱۷۷)

اس مختصر رسالہ میں اسی موضوع پر قرآن کریم کی آیت مبارکہ اور چند احادیث اور حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار جمع کئے گئے ہیں۔

خاتمہ میں منکرین غسل کے دلائل اور ان کے جوابات پر مختصر کلام کیا گیا ہے، جو انشاء اللہ اس مسئلہ کو سمجھنے کے لئے مفید ہوگا۔

اللہ تعالی اس سلسلہ مبارکہ کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور ذخیرۂ آخرت و ذریعۂ نجات بنائے، آمین۔

مرغوب احمد لاجپوری

وضو کے فرائض قرآن کریم سے

(۱)......قال اللّٰہ تعالی : ﴿ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْآ اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْھَکُمْ وَاَیْدِیَکُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُ وْسِکُمْ وَاَرْجُلَکُمْ اِلَی الْکَعْبَیْنِ ﴾۔

(سورۂ مائدہ، آیت نمبر:٦)

ترجمہ:......اے ایمان والو! جب تم نماز کے لئے اٹھو تو اپنے چہرے، اور کہنیوں تک اپنے ہاتھ دھولو، اور اپنے سروں کا مسح کرو، اور اپنے پاؤں (بھی) ٹخنوں تک (دھولیا کرو)۔

آیت کریمہ اور پاؤں کا دھونا

(۲)......عن عکرمة عن ابن عباس: انه قرأها کذلک و قال : عاد الی الغسل۔

(طحاوی ص۴۹، باب فرض الرجلین فی وضوء الصلاة ، رقم الحدیث :۱۹٦)

ترجمہ:......حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اسی طرح پڑھا (یعنی ''اَرْجُلَکُم'' زبر کے ساتھ) اور فرمایا: یہ قرائت دھونے کی طرف لوٹتی ہے۔

(۳)......عن مجاهد قال : رجع القرآن الی الغسل، و قرأ﴿وارجلکم﴾ و نصبها۔

(طحاوی ص۴۹، باب فرض الرجلین فی وضوء الصلاة ، رقم الحدیث :۱۹۷)

ترجمہ:......حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: قرائت قرآن دھونے کی طرف لوٹتی ہے، اور آپ نے نصب کے ساتھ ''اَرْجُلَکُم'' پڑھا۔

(۴)......عن هشام بن عروة ' عن ابیه : انه کان یقرأ ﴿ فَاغْسِلُوْا وُجُوْھَکُمْ وَاَیْدِیَکُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُ وْسِکُمْ وَاَرْجُلَکُمْ ﴾ یقول : رجع الامر الی الغسل۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۳۰۴ ج۱، من کان یقول : اغسل قدمیک ، رقم الحدیث :۱۹۴)

ترجمہ:......حضرت ہشام بن عروۃ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ: آپ آیت:﴿ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُ وْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ ﴾ کی تلاوت کرتے اور فرماتے: حکم غسل کی طرف لوٹ گیا۔

(۵)......عن حماد عن ابراهيم قال : عاد الامر الى الغسل۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۳۰۴ ج۱، من كان يقول : اغسل قدميک ، رقم الحديث :۱۹۵)

ترجمہ:......حضرت حماد رحمہ اللہ حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ: (آیت سے مراد یہ ہے کہ:) حکم غسل کی طرف لوٹ گیا۔

(۶)......عن حماد مثله۔

(طحاوی ص۴۹، باب فرض الرجلين فى وضوء الصلاة ، رقم الحديث :۱۹۸)

ترجمہ:......حضرت حماد رحمہ اللہ سے بھی اسی کے مثل منقول ہے۔

(۷)......عن شهر بن حوشب مثله ۔

(طحاوی ص۴۹، باب فرض الرجلين فى وضوء الصلاة ، رقم الحديث :۲۰۰)

ترجمہ:......حضرت شہر بن حوشب رحمہ اللہ سے بھی اسی کے مثل منقول ہے۔

ایڑیوں کے لئے ہلاکت ہے آگ کی

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی روایتیں

(۱)......عن عبد الله بن عمرو رضی الله عنه قال : تخلّف رسول الله صلى الله عليه وسلم فی سفر سافرناه ' فادركنا وقد ارهقنا الصلاة صلاة العصر ' و نحن نتوضأ فجعلنا نمسح على ارجلنا ' فنادى باعلى صوته : ويل للاعقاب من النار، مرتين او ثلاثا۔(بخاری، باب من اعاد الحديث ثلا ثا ليفهم عنه ، كتاب العلم ، رقم الحديث :۹٦)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: نبی کریم ﷺ ایک سفر میں جو ہم نے آپ کے ساتھ کیا تھا' پیچھے رہ گئے، پھر آپ ﷺ ہمارے قریب پہنچے تو عصر کی نماز کا وقت ہوگیا تھا، اور ہم وضو کر رہے تھے، اور ہم اپنے پیروں پر پانی کا ہاتھ پھیرنے لگے، تو آپ ﷺ نے بلند آواز سے فرمایا: آگ کے عذاب سے ان ایڑیوں کے لئے خرابی ہے۔ یہ آپ ﷺ نے دو یا تین مرتبہ فرمایا۔[۱]

---

[۱]......حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے اس قسم کی روایتیں بہت سے طرق سے مختلف کتابوں میں مروی ہیں، مثلاً:

(۱)......تخلّف النّبی صلى الله عليه وسلم فی سفرة سافرناها ' فادركنا وقد ارهقتنا الصلاة ' و نحن نتوضأ ' فجعلنا نمسح على ارجلنا ' فنادى باعلى صوته : ويل للاعقاب من النار، مرتين او ثلاثا۔(بخاری، باب من رفع صوته بالعلم ،كتاب العلم ، رقم الحديث :٦۰)

(۲)......تخلّف النّبی صلى الله عليه وسلم عنا فی سفرة ' فادركنا وقد ارهقنا العصر' فجعلنا نتوضأ 'و نمسح على ارجلنا ' فنادى باعلى صوته : ويل للاعقاب من النار، مرتين او ثلا ثا۔

(بخاری، باب غسل الرجلين [ولا يمسح على القدمين] كتاب الوضوء ، رقم الحديث :۱٦۳)

(۳)......تخلّف عنا النبی صلى الله عليه وسلم فی سفر سافرناه ' فادركنا وقد حضرت صلاة

العصر ' فجعلنا نمسح على ارجلنا ' فنادى : ويل للاعقاب من النار۔

(مسلم، باب وجوب غسل الرجلين بكمالهما ، كتاب الطهارة ، رقم الحديث :٢٤١)

(۴)......رجعنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم من مكة الى المدينة ' حتى اذا كنّا بماءٍ بالطّريق تعجّل قوم عند العصر فتوضأوا وهم عجال ' فانتهينا اليهم واعقابهم تلوح لم يمسّها الماء ' فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم : ويل للاعقاب من النّار ' اَسبِغوا الوضوء۔

(مسلم، باب وجوب غسل الرجلين بكمالهما ، كتاب الطهارة ، رقم الحديث :٢٤١)

(۵)......ان رسول الله صلى الله عليه وسلم رأى قوما واعقابهم تلوح ' فقال : ويل للاعقاب من النّار ' اَسبِغوا الوضوء۔(ابوداؤد، باب فى اسباغ الوضوء ، كتاب الطهارة ، رقم الحديث :۹۷)

(٦)......رأى رسول الله صلى الله عليه وسلم قوما يتوضئون ' فرأى اعقابهم تلوح ' فقال : ويل للاعقاب من النّار' اَسبِغوا الوضوء۔(نسائی، باب ايجاب غسل الرجلين ، كتاب الطهارة ، رقم الحديث :۱۱۱)

(۷)......رأى رسول الله صلى الله عليه وسلم قوما يتوضئون ' واعقابهم تلوح ' فقال : ويل للاعقاب من النّار ' اَسبِغوا الوضوء۔(ابن ماجہ، باب غسل العراقيب ، كتاب الطهارة ، رقم الحديث :۴۵۰)

(۸)......قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : ويل للاعقاب من النّار۔

(طحاوی ص۴۸ ج۱، باب فرض الرجلين فى وضوء الصلاة ، كتاب الطهارة ، رقم الحديث :۱۸۸)

(۹)......انّ النبى الله صلى الله عليه وسلم رأى قوما توضئووا وكأنهم تركوا من ارجلهم شئيا فقال : ويل للاعقاب من النّار ' اَسبِغوا الوضوء۔

(طحاوی ص۴۸ ج۱، باب فرض الرجلين فى وضوء الصلاة ، كتاب الطهارة ، رقم الحديث :۱۸۹)

(۱۰)......سافرنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم من مكة الى المدينة ' فاتى على ماء بين مكة والمدينة فحضرت العصر فتقدم أناس فانتهينا اليهم وقد توضئووا و اعقابهم تلوح لم يمسّها ماء' فقال النبى صلى الله عليه وسلم : ويل للاعقاب من النّار ' اسبغوا الوضوء۔

(طحاوی ص۴۸ ج۱، باب فرض الرجلين فى وضوء الصلاة ، كتاب الطهارة ، رقم الحديث :۱۹۰)

(۱۱)......تخلّف عنا رسول الله صلى الله عليه وسلم فى سفرة سافرناها ' فادركنا وقد ارهقتنا صلاة العصر ' ونحن نتوضأ ' و نمسح على ارجلنا ' فنادى بلال (ويل للاعقاب من النار) مرتين أو ثلاثا۔(طحاوی ص۴۸ ج۱، باب فرض الرجلين فى وضوء الصلاة ، كتاب الطهارة ، رقم الحديث :۱۹۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایتیں

(۲)......عن ابی هريرة رضی الله عنه : ان النبی صلی الله عليه وسلم رأی رجلا لم يغسل عَقِبه ، فقال : ويل للاعقاب من النار۔

(مسلم ص۱۲۵ ج۱، باب وجوب غسل الرجلين بكمالهما ، كتاب الطهارة ، رقم الحديث :۲۴۱)

ترجمہ:......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے دیکھا کہ ایک شخص نے (دوران وضو) اپنی ایڑی نہیں دھوئی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ایڑیوں کے لئے ہلاکت ہے آگ کی۔ ؎

---

(۱۲)......رأی رسول الله صلی الله عليه وسلم قوما توضئووا ، واعقابهم تلوح ، فقال : ويل للاعقاب من النّار ، اَسبِغوا الوضوء۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۳۲۶ ج۱، من كان يأمر باسباغ الوضوء ، كتاب الطهارة ، رقم الحديث :۲۷۰)

(۱۳)......رجعنا مع رسول الله صلی الله عليه وسلم من مكة الی المدينة ، حتی اذا كنّا بماء بالطريق ، تعجل قوم عند العصر فتوضأوا ، وهم عجال ، فانتهينا اليهم اعقابهم بيض تلوح لم يمسّها الماء ، فقال رسول الله صلی الله عليه وسلم : ويل للاعقاب من النّار ، اسبغوا الوضوء۔

(صحیح ابن خزیمہ ص۸۴ ج۱، باب التغليظ فی ترک غسل العقبين فی الوضوء ، والدليل علی ان الفرض غسل القدمين ، لا مسحهما ، الخ ، رقم الحديث :۱۶۱)

؎......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس قسم کی روایتیں بہت سے طرق سے مختلف کتابوں میں مروی ہیں، مثلا:

(۱)......عن ابی هريرة رضی الله عنه : انه رأی قوما يتوضئون من المِطهرة ، فقال اسبغوا الوضوء فانی سمعت ابا القاسم صلی الله عليه وسلم يقول : ويل للعواقيب من النّار۔

(مسلم، باب وجوب غسل الرجلين بكمالهما ، كتاب الطهارة ، رقم الحديث :۲۴۱)

(۲)......قال رسول الله صلی الله عليه وسلم : ويل للاعقاب من النّار۔

(مسلم، باب وجوب غسل الرجلين بكمالهما ، كتاب الطهارة ، رقم الحديث :۲۴۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایتیں

(۳)......عن سالم مولی شداد قال : دخلت علی عائشة رضی الله عنها زوج النبی صلی الله علیه وسلم یوم توفی سعد ابن ابی وقاص ، فدخل عبد الرحمن ابن ابی بکر فتوضأ عندها ، فقالت : یا عبد الرحمن ! اسبغ الوضوء ‘ فانی سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول : ویل للاعقاب من النار ـ

(مسلم ص۱۲۵ج۱، باب وجوب غسل الرجلین بکمالهما ، کتاب الطهارة ، رقم الحدیث :۲۴۱)

---

(۳)......قال : ابو القاسم رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول : ویل للعقب من النّار ـ

(نسائی، باب ایجاب غسل الرجلین ، کتاب الطهارة ، رقم الحدیث :۱۱۰)

(۴)......عن النبی صلی الله علیه وسلم قال : ویل للاعقاب من النّار ـ

(ابن ماجہ، باب غسل العراقیب ، کتاب الطهارة ، رقم الحدیث :۴۵۳)

(۵)......انه رای قوما یتوضئون من المِطُهرة فقال : اسبغوا الوضوء ‘ فانّی سمعت ابا القاسم صلی الله علیه وسلم یقول : ویل للعراقیب من النار ـ

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۳۲۷ج۱، من کان یأمر باسباغ الوضوء ، کتاب الطهارة ، رقم الحدیث :۲۷۱)

(۶)......عن محمد بن زیاد قال : رأیت ابا هریرة مرّ بقوم یتوضئون من المِطُهرة فقال : احسنوا الوضوء یرحمکم الله ‘ ألم تسمعوا ما قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : ویل للاعقاب من النار ـ (مصنف عبدالرزاق ص۲۱ج۱، باب غسل الرجلین ، کتاب الطهارة ، رقم الحدیث :۶۲)

(۷)......ان النبی صلی الله علیه وسلم قال : ویل للاعقاب من النار ـ

(مصنف عبدالرزاق ص۲۱ج۱، باب غسل الرجلین ، کتاب الطهارة ، رقم الحدیث :۶۳)

(۸)......انه رای قوما یتوضئون من المِطُهرة فقال : اسبغوا الوضوء ‘ فانّی سمعت ابا القاسم صلی الله علیه وسلم یقول : ویل للعراقیب من النار ـ

(صحیح ابن خزیمہ ص۸۴ج۱، باب التغلیظ فی ترک غسل العقبین فی الوضوء ، والدلیل علی ان الفرض غسل القدمین لا مسحهما ‘ الخ ، رقم الحدیث :۱۶۲)

ترجمہ:......حضرت سالم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں آپ ﷺ کی زوجۂ محترمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا جس دن حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی، اتنے میں وہاں حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما آئے، اورانہوں نے وضو کیا، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے فرمایا: اے عبدالرحمٰن! اچھی طرح مکمل وضو کرو، اس لئے کہ میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: (خشک) ایڑیوں کے لئے جہنم کا عذاب ہے۔ [۱]

حضرت حارث بن جزء زبیدی رضی اللہ عنہ کی روایتیں

(۴)......عن عبد الله بن الحارث بن جزء الزبيدى رضى الله عنه : انه سمع النبى صلى الله عليه وسلم : ويل للاعقاب و بطون الاقدام من النار۔

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء الزبیدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: نبی کریم

---

[۱]......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس قسم کی روایتیں بہت سے طرق سے مختلف کتابوں میں مروی ہیں، مثلا:

(۱)......عن سالم مولى المهرى قال : سمعت عائشة رضى الله عنها تنادى عبد الرحمن : اسبغ الوضوء ، فانى سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول : ويل للاعقاب من النّار۔

(طحاوی ص۴۷ ج۱، باب فرض الرجلين فى وضوء الصلاة ، كتاب الطهارة ، رقم الحديث :۱۷۹)

(۲)......عن ابى سلمة قال : رأت عائشة عبد الرحمن وهو يتوضأ ' فقالت : اسبغ الوضوء ' فانّى سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول : ويل للعراقيب من النار۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۳۲۶ ج۱، من كان يأمر باسباغ الوضوء ، كتاب الطهارة ، رقم الحديث :۲۶۸)

(۳)......توضأ عبد الرحمن بن ابى بكر عند عائشة فقالت له : اسبغ الوضوء ' فانّى سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول : ويل للاعقاب من النار۔

(مصنف عبدالرزاق ص۲۳ ج۱، باب غسل الرجلين ، كتاب الطهارة ، رقم الحديث :۶۹)

ﷺ کوفرماتے ہوئے سنا کہ: پاؤں کی ایڑیوں اور تلووں کے لئے جہنم کی آگ سے خرابی ہے۔ ۱

(صحیح ابن خزیمہ ص۸۴ ج۱، باب التغلیظ فی ترک غسل بطون الاقدام فی الوضوء ' فیه ایضا دلالة علی ان الماسح علی ظهر القدمین غیر ' مؤد للفرض ' الخ ، رقم الحدیث :۱۶۳)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایتیں

(۵)......عن جابر بن عبد الله رضی الله عنه قال : رأی النبی صلی الله علیه وسلم فی قدم رجل لمعة لم یغسلها ' فقال : ویل للاعقاب من النار۔ ۲

(طحاوی ص۴۷ ج۱، باب فرض الرجلین فی وضوء الصلاة ،کتاب الطهارة ، رقم الحدیث :۱۷۷)

ترجمہ:......حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کے پاؤں میں کچھ حصہ خشک دیکھا کہ اس نے دھویا نہیں تھا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ایڑیوں کے لئے آگ سے خرابی ہے۔

۱......حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے اس قسم کی ایک روایت ''طحاوی شریف'' میں آئی ہے:

(۱)......عن عبد الله بن الحارث بن جزء الزبیدی رضی الله عنه : انه سمع النبی صلی الله علیه وسلم یقول : ویل للاعقاب و بطون الاقدام من النار۔

(طحاوی ص۴۷ ج۱، باب فرض الرجلین فی وضوء الصلاة ، کتاب الطهارة ، رقم الحدیث :۱۸۶)

۲......حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے اس قسم کی روایتیں بہت سے طرق سے مختلف کتابوں میں مروی ہیں، مثلا:

(۱)......عن جابر بن عبد الله رضی الله عنه قال : رأی النبی صلی الله علیه وسلم فی قدم رجل لمعة لم یغسلها ' فقال : ویل للاعقاب من النار۔

(طحاوی ص۴۷ ج۱، باب فرض الرجلین فی وضوء الصلاة ، کتاب الطهارة ، رقم الحدیث :۱۷۷)

(۲)......عن جابر بن عبد الله رضی الله عنه قال : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : ویل

پاؤں میں ناخن بھر کی جگہ خشک رہنے پر وضو کے لوٹانے کا حکم

(٦)......عن عمر ابن الخطاب رضی الله عنه : انّ رجلا توضّأ فترک موضع ظفر علی قدمه فابصره النبی صلی الله علیه وسلم ، فقال : ارجع فاحسن وضوء ک، فرجع ثم صلّی۔

(مسلم، وجوب استیعاب جمیع اجزاء محل الطهارة ، کتاب الطهارة ، رقم الحدیث :٢٤١)

ترجمہ:......حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: ایک شخص نے وضو کیا اور اپنے پاؤں میں ناخن بھر کی جگہ خشک چھوڑ دی، نبی اکرم ﷺ نے اسے دیکھا تو ارشاد فرمایا: لوٹ جاؤ، اچھی طرح وضو کرو، وہ گئے (اور صحیح طریقہ سے وضو کیا) پھر نماز پڑھی۔[١]

للاعقاب من النار ' اسبغوا الوضوء۔

(طحاوی ص٤٧ج١، باب فرض الرجلین فی وضوء الصلاة ، کتاب الطهارة ، رقم الحدیث :١٧٨)

(٣)......عن جابر بن عبد الله رضی الله عنه قال : سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول ویل للعراقیب من النّار۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص٣٢٧ج١، من کان یأمر باسباغ الوضوء ، کتاب الطهارة ، رقم الحدیث :٢٧٢)

[١]......حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس قسم کی روایتیں بہت سے طرق سے مختلف کتابوں میں مروی ہیں، مثلا:

(١)......عن عمر بن الخطاب رضی الله عنه قال : رأی رسول الله صلی الله علیه وسلم رجلا توضأ فترک موضع الظفر علی قدمه ، فامره ان یعید الوضوء والصلاة ، قال : فرجع۔

(ابن ماجہ ص٨٤ج١، باب من توضأ فترک موضعا لم یصبه الماء ' الخ ، رقم الحدیث :٦٦٦)

(٢)......عن عمر قال : رأیت رجلا توضأ للصلاة ' فترک موضع ظفر علی ظهر قدمه ، فابصره النبی صلی الله علیه وسلم فقال : ارجع فاحسن وضوء ک ، فرجع فتوضا ثم صلی۔

(کنز العمال ، فرائض الوضوء ، رقم الحدیث :٢٦٨١١)

(٣)......عن جابر قال : رأی عمر بن الخطاب فی قدم رجل مثل موضع الفلس لم یصبه الماء ،

(۷)......عن انس بن مالک رضی الله عنه : ان رجلا جاء الی رسول الله صلی الله علیه وسلم وقد توضأ ' وترک علی قدمه مثل موضع الظفر ، فقال له رسول الله صلی الله علیه وسلم : ارجع فاحسن وضوء ک ۔[۱]

(ابوداؤد، باب : فی تفریق الوضوء ، کتاب الطهارة ، رقم الحدیث :۱۷۳)

ترجمہ:......حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں آئے اور انہوں نے وضو کیا اور اپنے پاؤں میں ناخن بھر کی جگہ خشک چھوڑ دی، نبی اکرم ﷺ نے ان سے ارشاد فرمایا: لوٹ جاؤ، اچھی طرح وضو کرو۔

(۸)......عن ابی بکر قال : کنت عند النبی صلی الله علیه وسلم جالسا ' فجاء

فامره ای یعید الوضوء ویعید الصلوة ۔ (کنز العمال ، فرائض الوضوء ، رقم الحدیث :۲۶۸۱۴)

(۴)......عن ابی قلابة : انّ عمر بن الخطاب رأی رجلا توضأ ویظهر قدمه لمعة لم یصبه الماء ، فقال له : اعد الوضوء و الصلاة ۔ (کنز العمال ، فرائض الوضوء ، رقم الحدیث :۲۶۸۱۸)

(۵)......عن ابی قلابة : انّ عمر بن الخطاب رأی رجل یصلی وقد ترک من رجله موضع ظفر ، فامره ان یعید الوضوء و الصلوة ۔ (کنز العمال ، فرائض الوضوء ، رقم الحدیث :۲۶۸۱۴)

[۱]......حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اس قسم کی روایتیں بہت سے طرق سے مختلف کتابوں میں مروی ہیں؛ مثلاً:

(۱)......عن انس رضی الله عنه : ان رجلا اتی النبی صلی الله علیه وسلم وقد توضأ ' وترک موضع الظفر لم یصبه الماء ' فقال له النبی صلی الله علیه وسلم : ارجع فاحسن وضوء ک ۔

(ابن ماجہ ص۸۴ ج۱، باب من توضأ فترک موضعا لم یصبه الماء ' الخ ، رقم الحدیث :۶۶۵)

(۲)......عن انس بن مالک رضی الله عنه قال : جاء رجل الی النبی صلی الله علیه وسلم و قد توضأ ' وترک علی ظهر قدمه مثل موضع الظفر ، فقال له النبی صلی الله علیه وسلم : ارجع فاحسن وضوء ک ۔

(صحیح ابن خزیمہ ص۸۴ ج۱، باب ذکر الدلیل علی ان المسح علی القدمین غیر جائز ، الخ ، رقم الحدیث :۱۶۴)

رجل وقد توضأ وبقی علی ظهر قدمه مثل ظفر ابهامه لم یمسه الماء ، فقال له النبی صلی الله علیه وسلم : ارجع ' فاتم وضوئک ، ففعل۔

(کنز العمال ، فرائض الوضوء ، رقم الحدیث :۲۶۸۱۰)

ترجمہ:......حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: میں نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، اتنے میں ایک شخص آئے ، انہوں نے وضوء کیا ہوا تھا، البتہ ان کے پاؤں پر انگوٹھے کے ناخن کے برابر جگہ خشک رہ گئی تھی، (خشک جگہ دیکھ کر) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: واپس جاؤ اور پورا وضو کرو، تو انہوں نے ایسا کیا، (یعنی جا کر دوبارہ وضو کیا)۔

آپ ﷺ کا پاؤں مبارک کو چھوٹی انگلی سے رگڑنا

(۹)......عن المستورد بن شداد قال : رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا توضأ یدلُک اصابع رجلیه بخنصره۔(ابوداؤد، باب غسل الرجلین ، رقم الحدیث :۱۴۸)

ترجمہ:......حضرت مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ وضو فرماتے تو اپنے پاؤں مبارک کو چھوٹی انگلی سے رگڑتے تھے۔[۱]

---

[۱]......حضرت مستورد رضی اللہ عنہ سے اس قسم کی روایتیں بہت سے طرق سے مختلف کتابوں میں مروی ہیں' مثلا:

(۱)......عن المستورد بن شداد الفهری قال : رأیت النبی صلی الله علیه و سلم اذا توضأ دلک اصابع رجلیه بخنصره۔(ترمذی، باب ما جاء فی تخلیل الاصابع ، کتاب الطهارة ، رقم الحدیث :۴۰)

(۲)......عن المستورد بن شداد قال : رأیت رسول الله صلی الله علیه و سلم توضأ فخلل اصابع رجلیه بخنصره۔(ابن ماجہ، باب تخلیل الاصابع ، کتاب الطهارة ، رقم الحدیث :۴۴۶)

(۳)......عبد الله بن زید یقول : سمعت المستورد بن شداد القرشی یقول : رأیت رسول الله

تشریح:......امام طحاوی رحمہ اللہ اس حدیث کو نقل کر کے تحریر فرماتے ہیں کہ: یہ صرف دھونے میں ہوتا ہے، کیونکہ مسح میں اس طرح نہیں ہوتا۔

(طحاوی ص۴۴، باب فرض الرجلین فی وضوء الصلاۃ، تحت رقم الحدیث :۱۶۳)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ پیروں کو بڑے اہتمام سے دھوتے تھے

(۱۰)......عن ابراهيم قال : سألت الاسود : أكان عمر يغسل قدميه ؟ قال : نعم ، كان يغسلهما غسلا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۳۰۲ ج۱، من كان يقول : اغسل قدميك ، رقم الحديث :۱۸۶)

ترجمہ:......حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں نے حضرت اسود رحمہ اللہ سے پوچھا: کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ پیروں کو دھوتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں، وہ پیروں کو بڑے اہتمام سے دھوتے تھے۔

پاؤں کے باطنی حصہ کو نہ دھونے پر فرمایا: آگ کے لئے کیوں چھوڑ دیا

(۱۱)......ان عمر بن الخطاب رأى رجلا غسل ظاهر قدميه و ترك باطنهما ، فقال : لِم تركتَهما للنّار؟۔

ترجمہ:......حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا جس نے اپنے پاؤں کے ظاہری حصہ کو دھویا اور باطنی حصہ کو چھوڑ دیا، تو فرمایا: تم نے ان دونوں پاؤں کو آگ کے لئے کیوں چھوڑ دیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۳۰۳ ج۱، من كان يقول : اغسل قدميك ، رقم الحديث :۱۸۸)

صلی الله عليه و سلم يدلُك بخنصره ما بين اصابع رجليه۔

(طحاوی ص۴۳ ج۱، باب فرض الرجلين فی وضوء الصلاة ، كتاب الطهارة ، رقم الحديث :۱۶۳)

پاؤں پر مسح کرنا تو بدعت ہے

(۱۲)......عن عبد الملک، عن عطاء قال : قلت له : ادرکتَ احدا منهم یمسح علی القدمین ؟ قال : محدث۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۳۰۶ ج۱، من کان یقول : اغسل قدمیک ، رقم الحدیث :۲۰۱)

ترجمہ:......عبدالملک حضرت عطاء رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ: میں نے ان سے کہا کہ: کیا آپ نے ان میں (صحابہ رضی اللہ عنہم میں) سے کسی کو پایا (یعنی دیکھا) کہ وہ پاؤں پر مسح کرتے ہوں؟ فرمایا: (یہ تو یعنی پاؤں پر مسح کرنا) بدعت ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: پاؤں کو ٹخنوں تک دھوؤو

(۱۳)......عن علی قال : اغسل القدمین الی الکعبین ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۳۰۳ ج۱، من کان یقول : اغسل قدمیک ، رقم الحدیث :۱۸۹)

ترجمہ:......حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: پاؤں کو ٹخنوں تک دھوؤو۔

مسلمانوں میں پاؤں کو دھونے کی سنت جاری ہے

(۱۴)......عن الجحاف عن الحکم قال : سمعته یقول : مضت السُّنّة من رسول الله صلی الله علیه وسلم والمسلمین ' یعنی : بغسل القدمین۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۳۰۳ ج۱، من کان یقول : اغسل قدمیک ، رقم الحدیث :۱۹۱)

ترجمہ:......حضرت جحاف رحمہ اللہ راوی ہیں کہ: میں نے حضرت حکم رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ: آپ ﷺ اور مسلمانوں میں یہ سنت جاری ہے، یعنی پاؤں کے دھونے کی۔

حضرات صحابہ میں سے کوئی بھی اپنے پاؤں پر مسح نہیں کرتے تھے

(۱۵)......عن عبد الملک قال : قلت لعطاء أبلغک عن احد من اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم انه مسح القدمین ؟ قال : لا۔

(طحاوی ص۴۹، باب فرض الرجلین فی وضوء الصلاۃ ، رقم الحدیث :۲۱۱)

ترجمہ:......عبد الملک سے روایت ہے کہ: میں نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے پوچھا: کیا رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے کوئی اپنے پاؤں پر مسح کرتے تھے ایسی خبر آپ کو پہنچی؟ تو فرمایا: نہیں۔

پاؤں کو ٹخنوں تک دھو کر فرمایا: تمہیں نبی ﷺ کے وضو کا طریقہ بتلاؤں

(۱۶)......عن ابی حیّۃ قال : رأیت علیا توضأ فغسل قدمیه الی الکعبین ، وقال : اردتُ ان أریکم طهور نبیکم صلی الله علیه وسلم۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۳۰۳ ج۱، من کان یقول : اغسل قدمیک ، رقم الحدیث:۱۹۲)

ترجمہ:......حضرت ابو حیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ: آپ نے وضو کیا اور اپنے دونوں پیروں کو ٹخنوں تک دھویا، اور فرمایا: میں نے یہ ارادہ کیا (اور چاہا) کہ تمہیں تمہارے نبی ﷺ کے وضو کا طریقہ بتلاؤں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اپنے پاؤں کے باطنی حصہ کو دھوؤ

(۱۷)......عن محمد بن محمود قال : رأی رسول الله صلی الله علیه وسلم رجلا اعمی یتوضأ ' فغسل وجهه و یدیه ' فجعل النبی صلی الله علیه وسلم یقول : باطن قدمیه ، فجعل یغسل باطن قدمیه۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۳۰۵ ج۱، من کان یقول : اغسل قدمیک ، رقم الحدیث :۲۰۰)

ترجمہ:......حضرت محمد بن محمود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے ایک نابینا شخص کو دیکھا کہ وضو کر رہا ہے، اس نے اپنا چہرہ اور دونوں ہاتھ دھوئے، (اور غالبا پاؤں کے اوپر کے حصے کو دھویا اور نچلے حصہ کو نہیں دھویا، تو) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: (اپنے پاؤں کے) باطنی حصہ کو دھوؤ، تو اس نے پاؤں کے نچلے حصہ کو دھویا۔

سخت سردی کے باوجود حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پاؤں دھونے کا حکم دیا

(۱۸)......عن مجاهد : انّ عمر بن الخطاب رأى ابا الدرداء مبقع الرجلين ، فقال : يا ابا الدرداء ! ما لک ؟ فقال : القر يا امير المؤمنين ، فبعث اليه بخميصة ، و قال : اجد الآن الطهور۔ (كنز العمال ، فرائض الوضوء ، رقم الحديث :۲۶۸۱۵)

ترجمہ:......حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ ان کے پاؤں پر خشک جگہ ہے، آپ نے پوچھا: اے ابو الدرداء! تمہیں کیا ہوا؟ (پاؤں میں یہ جگہ خشک کیوں ہے؟) انہوں نے جواب دیا: کہ امیر المؤمنین! شدید سردی ہے، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کے پاس کمبل بھیجا (کہ سردی کا علاج تو یہ ہے، مگر وضو نہیں ہوا، اس لئے) فرمایا: اب نئے سرے سے وضو کرو۔

(۱۹)......عن عبد الله بن عمير الليثى : ان عمر بن الخطاب رأى رجلا ويظهر قدمه لمعة لم يصبها الماء ، فقال له عمر : أبهذا الوضوء تحضر الصلوة ؟ فقال : يا امير المؤمنين ! البرد شديد وما معى ما يدفئنى فرق له بعد ما هم به ، فقال : اغسل ما تركت من قدميک واعد الصلوة ، وامر له بخميصة۔

(كنز العمال ، فرائض الوضوء ، رقم الحديث :۲۶۸۱۶)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عمیر لیثی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس کے پاؤں پر خشک جگہ رہ گئی تھی، جہاں پانی نہیں پہنچا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: کیا اس وضو کے ساتھ تم نماز میں حاضر ہوئے؟ انہوں نے عرض کیا کہ: اے امیر المؤمنین! اور سردی شدید ہے، میرے پاس کوئی چیز نہیں جس سے میں گرمی حاصل کروں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں ڈانٹنے کا ارادہ کیا، لیکن فوراً ہی اس پر رحم آ گیا اور فرمایا: پاؤں پر جو جگہ چھوڑ دی تھی اسے دھو اور نماز لوٹاؤ، پھر آپ نے ان کے لئے کمبل کا حکم دیا۔

نظر طحاوی، یعنی پاؤں کے دھونے پر دلیل عقلی

امام طحاوی رحمہ اللہ نے ایک دلیل عقلی نقل فرمائی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ: احادیث میں یہ مضمون آیا ہے کہ وضو میں جو چہرہ دھوتا ہے تو اس کے چہرہ کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، جو ہاتھ دھوتا ہے تو اس کے ہاتھوں کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، جو پاؤں دھوتا ہے اس کے پاؤں کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، ان احادیث میں پاؤں کے لئے دھونے کا لفظ آیا ہے، اسی طرح سر پر مسح کرتا ہے تو سر کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، اور سر پر مسح کا ثواب ملتا ہے، لیکن اگر کوئی شخص سر کو دھولے تو اس کو نہ ثواب ملے گا اور نہ اس کے سر کے گناہ معاف ہوں گے، (ہاں وضو ہو جائے گا) اسی طرح کوئی پاؤں کو دھونے کے بجائے مسح کرلے تو نہ اس کو ثواب ملے گا اور نہ اس کے پاؤں کے گناہ معاف ہوں گے، تو پاؤں پر مسح کرنے سے ثواب کا نہ ملنا دلیل ہے کہ پاؤں کا وظیفہ دھونا ہے مسح نہیں۔

فریق مخالف کی ایک عقلی دلیل اور اس کا جواب

فریق مخالف یعنی پاؤں پر مسح کے قائلین کی طرف سے ایک دلیل عقلی یہ پیش کی جاتی

ہے کہ: نظر کا تقاضا یہی ہے کہ پاؤں کا مسح ہو، غسل نہ ہو، اس لئے کہ سر کو پاؤں کے ساتھ بھرپور مشابہت ہے، وہ اس طرح کہ پانی کی موجودگی میں پانی سے وضو کرنا ضروری ہے، مگر پانی نہ ہو تو تیمّم اس کا بدل ہے، اور تیمّم میں دو عضو پر مسح کیا جاتا ہے: چہرہ اور ہاتھ، اور دو عضو پر مسح نہیں ہے، اس سے معلوم ہوا کہ سر اور پاؤں میں مشابہت ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ: آپ کا یہ اصول ہی صحیح نہیں، اس لئے کہ پانی کی موجودگی میں بعض اشیاء کا دھونا فرض ہے، پھر پانی کے نہ ہونے کی صورت میں یہ فرض کسی دوسرے فرض کی طرف ساقط نہیں ہوتا، جیسے جنبی پر پانی کی موجودگی میں پورے بدن کو دھونا ضروری ہے، مگر پانی نہ ہو تو تیمّم میں صرف چہرہ اور ہاتھوں کا مسح لازم ہے، تو چہرہ اور ہاتھوں کے علاوہ باقی سارے جسم سے بدل کی فرضیت ختم ہو جاتی ہے، لیکن پانی کی موجودگی میں کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ چہرہ اور ہاتھ کے علاوہ پورے جسم پر مسح کیا جائے، یہ دلیل ہے کہ سر اور پاؤں میں مشابہت کی وجہ سے پاؤں کے مسح کو اختیار کرنا صحیح نہیں۔

خاتمہ

وضو میں پاؤں دھونے اور مسح کے بارے میں مذاہب

وضو میں پاؤں کے دھونے کے بارے میں اختلاف ہے، اور چار اقوال ہیں:

(۱)......ائمہ اربعہ اور جمہور اہل سنت والجماعت کے نزدیک وضو میں پاؤں کا دھونا فرض ہے۔

(۲)......شیعہ میں ایک فرقہ امامیہ کہلاتا ہے، ان کے نزدیک پاؤں کا مسح فرض ہے۔

(۳)......حسن بصری، محمد بن جریر طبری رحمہما اللہ اور ابو علی جبائی کے نزدیک دونوں میں اختیار ہے، چاہے پاؤں دھولے یا ان پر مسح کرلے۔

(۴)......اہل ظاہر کے یہاں غسل اور مسح دونوں فرض ہیں۔

مسح کے قائلین کے دلائل، اور ان کے جوابات

جوازِ مسح کے قائلین کا استدلال قرآن مجید کی آیت:

(۱)......﴿ وَامۡسَحُوۡا بِرُءُوۡسِكُمۡ وَاَرۡجُلِكُمۡ اِلَى الۡكَعۡبَيۡنِ ﴾۔ (سورۂ مائدہ، آیت نمبر:٦) میں قرأت جر سے ہے۔

جمہور کی طرف سے جوابات:

(۱)......" ویل للاعقاب من النار " کی وعید۔

(۲)......ایک حدیث میں، پاؤں کے باطنی حصہ کے نہ دھونے پر فرمایا: " آگ کے لئے اس کو کیوں چھوڑ دیا " دیکھئے! حدیث نمبر:۱۱۔

(۳)......ایک حدیث میں فرمایا: " پاؤں پر مسح کرنا تو بدعت ہے "۔ دیکھئے! حدیث نمبر

:۲۴۔

(۴)......رسول اللہ ﷺ کے وضو کو روایت کرنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم پاؤں دھونے کو نقل کرتے ہیں، کہیں بھی کم از کم بیان جواز کے لئے پاؤں پر مسح منقول نہیں۔

(۵)......امام طحاوی اور ابن حزم رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ: پاؤں پر مسح کا حکم ابتدائے اسلام میں تھا، بعد میں منسوخ ہوگیا، لہذا اب پاؤں کا مسح جائز نہیں۔

نوٹ:......علامہ عینی رحمہ اللہ نے امام طحاوی رحمہ اللہ کی ''نسخ'' کی رائے پر کلام فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ: اس رائے پر نظر ہے، بلکہ یہاں شروع ہی سے غسل مراد ہے۔

علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: یہاں ''مسح'' سے ''غسل'' مراد ہونے کا ایک قرینہ یہ بھی ہے کہ: اگر پہلے پیروں پر مسح کرنا ہی فرض ہوتا اور غسل فرض نہ ہوتا تو '' ویل للاعقاب من النار '' فرما کر وعید کا ذکر کیوں فرماتے؟ بغیر وعید کے صرف یہ ارشاد فرمادیتے کہ آئندہ غسل کیا کرو، اس سے معلوم ہوا کہ شروع ہی سے غسل رجلین ہی مشروع ہے، لہذا یہاں ''مسح'' سے غسل ہی مراد لیا جائے گا۔ (عمدۃ القاری ص۱۰۹ ج۲)

(۶)......حضرت مولانا انور شاہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

قرآن کریم کی تقریر کو سمجھنے کا سب سے زیادہ قابل اعتماد راستہ آنحضرت ﷺ کا عمل اور صحابہ وتابعین (رضی اللہ عنہم ورحمہم اللہ) کا تعامل ہے، اور جب ہم تعامل کو دیکھتے ہیں تو کوئی ایک روایت بھی ایسی نہیں ملتی جس سے پاؤں پر مسح ثابت ہوتا ہو، یہ اس بات کی کھلی علامت ہے کہ قرآن کریم میں پاؤں کے دھونے کا حکم دیا گیا ہے نہ کہ مسح کا۔

اب یہاں سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ اس موقعہ پر ایسے واضح الفاظ کیوں استعمال نہیں فرمائے گئے جو بغیر کسی مخالف احتمال کے دھونے پر دلالت کریں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ: قرآن کریم کا اسلوب یہ ہے کہ وہ بسا اوقات کچھ باتوں کو مخاطبین کے فہم اور سمجھ پر اعتماد کر کے چھوڑ دیتا ہے، اب یہاں صورت یہ ہے کہ یہ آیت سورۂ مائدہ کی ہے جو مدنی سورت ہے، اور اس وقت نازل ہوئی جبکہ آنحضرت ﷺ کی بعثت کو کم از کم اٹھارہ سال ہو چکے تھے، حالانکہ وضو پر عمل ابتداء بعثت ہی سے چلا آ رہا تھا، لہذا اس آیت نے کوئی نیا حکم نہیں دیا، بلکہ سابقہ تعامل کی توثیق فرمائی، چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اٹھارہ سال سے وضو کرتے آ رہے تھے، اور اس کا طریقہ معروف ومشہور تھا، جس میں یہ بات بھی شامل تھی کہ پاؤں دھوئے جائیں گے، لہذا اس آیت میں ایک ایک جزئیہ کی تفصیل بیان کرنا ضروری نہ تھا، چونکہ اس کا امکان ہی نہ تھا کہ وہ اس آیت سے دھونے کے علاوہ کوئی اور حکم مستنبط کریں گے، اس لئے بعض ان نکات اور مصالح کی وجہ سے اللہ تعالی نے ''ارجل'' کو مسح کے سیاق میں ذکر کر کے عبارت ایسی رکھی جس میں بظاہر پاؤں کے دھونے اور مسح دونوں معنی کی گنجائش ہے، اور امت کا تعامل اس پر شاہد ہے کہ انہوں نے واقعۃً دھونے کے سوا اس کا کوئی اور مفہوم نہیں سمجھا۔ وہ نکات اور مصالح یہ ہیں:

(ا)...... یہ ظاہر کرنے کے لئے ''ارجل'' کا وظیفہ بھی بعض صورتوں میں مسح ہوتا ہے، جیسا کہ موزے پہنے ہوئی حالت میں اور وضو پر وضو کی صورت میں، اگر یہ قرائت جر نہ ہوتی تو آیت سے ہر حال میں دھونا ثابت ہوتا اور مسح علی الخفین کی روایات اس سے معارض ہو جاتیں، اس قرائت کے ذریعہ یہ تعارض رفع کر دیا گیا ہے۔

(ب)......اس بات کی طرف اشارہ کرنے کے لئے کہ سر کا مسح اور پاؤں کا دھونا بعض احکام میں مشترک اور یکساں ہیں، مثلاً: تیمّم میں دونوں ساقط ہو جاتے ہیں۔

(ج)...... ''ارجل'' کو ''رؤوس'' کے بعد ذکر کر کے مسنون ترتیب کی طرف بھی اشارہ

کر دیا گیا ہے، کہ وضوء میں مسنون ترتیب یہ ہے کہ پاؤں کو سر کے بعد دھویا جائے، جبکہ بر عکس ترتیب میں یہ فائدہ حاصل نہ ہوسکتا تھا۔

(د)......سر کا مسح اور پاؤں کا دھونا دونوں میں یہ مناسبت ہے کہ یہ دونوں شارع کی تشریع سے معلوم ہوئے، جبکہ منہ اور ہاتھ کا دھونا مشروعیت وضو سے پہلے بھی اہل عرب کے یہاں معمول بہ تھے، اس لحاظ سے بھی ان دونوں کا ایک ساتھ ذکر کرنا مناسب تھا۔

قرائت جر کے جوابات

قرائت جر کے جوابات:

(۲)......قرائت جر کا جو مطلب فریق ثانی نے لیا ہے کہ اس سے مراد مسح ہے تو اس میں کئی محالات شرعیہ لازم آتے ہیں، اس لئے آیت کا وہ معنی نہیں ہوسکتا، وہ محالات یہ ہیں:

(ا)......قرآن پاک کی ایک ہی آیت کی دو قرائتوں میں تعارض ہوگا، جبکہ قرآن کریم کی دو آیتوں میں تعارض محال ہے، ایک ہی آیت کی دو قرائتوں میں تعارض تو بدرجۂ اولی محال ہے، قرائت زبر سے دھونا ثابت ہو اور قرائت زیر سے مسح۔

(ب)......احادیث متواترہ اور قرآن کریم میں تعارض لازم آئے گا، یہ بھی محال ہے۔ احادیث متواترہ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے جب بھی حدث کو زائل کرنے کے لئے وضو فرمایا تو پاؤں کو دھویا، ننگے پاؤں پر ایک مرتبہ بھی مسح نہیں کیا، اگر مسح جائز ہوتا تو بیان جواز کے لئے کم از کم ایک مرتبہ ہی مسح فرما لیتے۔

(ج)......اجماع امت اور آیت میں تعارض ہوگا، اور اجماع امت آیت کے خلاف نہیں ہوسکتا، یہ بھی محال ہے۔

(د)......"ویل للاعقاب من النار" والی احادیث صحیحہ اور اس آیت میں تعارض ہوگا،

آیت سے ثابت ہوگا کہ مسح بھی کافی ہے، اور حدیث میں ہے کہ: تھوڑی جگہ بھی خشک رہ جائے تو عذاب ہوگا۔

قرائت جر کی توجیہات

اہل سنت والجماعت کی طرف سے جر والی قرائت کی کئی توجیہات کی گئی ہیں، مثلا:

(ا)......جر والی قرائت میں ’’ ارجلکم ‘‘ کا عطف ’’ وجوھکم ‘‘ پر پڑ رہا ہے، اس لئے وہ پاؤں دھونے کے حکم پر ہی دال ہے، اور بظاہر منصوب پر عطف کی وجہ سے اس پر نصب ہونا چاہئے، لیکن اس کے پاس والا لفظ ’’ رؤسکم ‘‘ مجرور ہے، اس کے پڑوس کی رعایت کرتے ہوئے ’’ ارجلکم ‘‘ پر بھی جر آ گئی۔ نحوی اصطلاح میں اس کو جر للجوار کہا جاتا ہے۔

(ب)......’’ ارجلکم ‘‘ مجرور کا عطف ’’ رؤسکم ‘‘ پر ہی ہے، مطلب یہ ہے کہ رؤس کا بھی مسح کرو اور ارجل کا بھی۔

مسح کے دو معنی ہیں: ایک تر ہاتھ کا کسی چیز پر پھیرنا۔ اور دوسرا معنی ہے: غسل خفیف یعنی ہلکا سا کسی چیز کو دھونا، یہاں ’’ امسحوا ‘‘ سے بطور عموم مجاز کے عام معنی مراد ہے جو تر ہاتھ پھیرنے اور غسل خفیف دونوں کو شامل ہے۔ ’’ امسحوا ‘‘ کا تعلق ’’ رؤسکم ‘‘ کے ساتھ بھی ہے، یہاں مراد تر ہاتھ کا سر پر پھیرنا ہے اور اسی ’’امسحوا ‘‘ کا تعلق ’’ارجلکم ‘‘ کے ساتھ بھی ہے، یہاں مسح سے مراد غسل خفیف ہے، اس سے بھی یہ حکم نکلا کہ پاؤں کو ہلکا سا دھولو، مسح کا حکم نہ نکلا۔ مسح بمعنی ’’اغسل ‘‘ کلام عرب میں آتا ہے، کہا جاتا ہے: ’’مسح الارض المطر ‘‘ یعنی بارش نے زمین کو دھوڈالا۔

فائدہ:......قرائت جر سے لوگوں کے ذہنوں سے ایک بوجھ ہٹانا مقصود ہے، جزیرۃ العرب میں پانی بہت کم تھا، اور دور نبوی میں لوگ عام طور پر ننگے پاؤں چلتے تھے، جس سے پیر

گندے ہوجاتے تھے، پھر جب اسلام نے نماز اور وضو کا حکم دیا اور وضو بھی روزانہ پانچ مرتبہ تو ہر مرتبہ ایک لوٹا پانی چاہئے تا کہ میلے پیر صاف ہوں، اور ایک گھر میں دس نفر ہوں تو سوچئے کتنا پانی درکار ہوگا؟ اتنا پانی وہ کہاں سے لائیں گے؟ ذہنوں سے اس بوجھ کو ہٹانے کے لئے ارجل کا تعلق بجائے غسل کے مسح کے ساتھ جوڑ دیا، اور مسح سے غسل خفیف مراد لیا، یعنی وضو میں پیروں کو دھو کر صاف کرنا ضروری نہیں، بلکہ پیروں کا بھیگ جانا اور دو چار قطرے ٹپک جانا وضو کے لئے کافی ہے، برخلاف چہرہ اور ہاتھ کے کہ وہ عام طور پر گندے نہیں ہوتے، اس لئے تھوڑے پانی سے بھی ان میں غسل بالغ ہوجاتا ہے، جیسے فتح مکہ کے موقع پر جب اہل مکہ مسلمان ہوئے تھے، نبی ﷺ نے ایک مرتبہ فجر میں لوگوں کے سامنے وضو کیا، چہرے اور ہاتھوں کو ایک ایک مرتبہ دھویا، سر اور خفین پر مسح کیا، پھر اس وضو سے فجر سے عشا تک پانچ نمازیں پڑھائیں، جب کہ یہ معمول نبوی نہیں تھا، اور ایسا آپ ﷺ نے اس لئے کیا تھا تا کہ لوگ جان لیں کہ وضو میں کچھ زیادہ پانی درکار نہیں، اسی طرح جر کی قرائت کے ذریعہ لوگوں کے ذہنوں سے بوجھ ہٹانا مقصود تھا۔

(ج)...... پاؤں کے دھونے کی دو حالتیں ہیں: ایک تخفف یعنی موزہ پہننے کی حالت، دوسری عدم تخفف یعنی موزہ نہ پہننے کی حالت، قرائت نصب میں حالت عدم تخفف کا حکم بتلانا مقصود ہے، یعنی جب موزہ نہ پہنا ہو اور ننگے پاؤں ہو تو دھونا ضروری ہے، قرائت جر سے حالت تخفف کا حکم بتلانا مقصود ہے یعنی جب پاؤں میں موزے پہنے ہوں تو رؤس (سر) کی طرح مسح کر لینا کافی ہے، یہ دو قرائتیں جدا جدا حالتوں پر محمول ہیں، اس لئے تعارض نہیں۔

مسح کے جواز کے قائلین کی دوسری دلیل اور اس کا جواب:

(۲)......طبرانی نے حضرت عباد بن تمیم عن ابیہ کے طریق سے روایت نقل کی ہے کہ:

''قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : توضأ و مسح علی لحیتہ و رِجلیہ''

یعنی میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ: آپ ﷺ نے وضوفرمایا اور اپنی ڈاڑھی اور پاؤں مبارک پر مسح کیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ: اس روایت میں تخفف کی حالت کا بیان ہے، یعنی آپ ﷺ اس وقت موزے پہنے ہوئے تھے، اس لئے مسح فرمایا۔

یا متواتر احادیث اور اجماع کی مخالفت کی بنا پر اس حدیث میں تاویل ضروری ہے، اور تاویل یہ ہے کہ: یہاں لفظ مسح ہلکا دھونے اور رگڑنے کے معنی پر محمول ہے، جس کی دلیل یہ کہ لحیہ کے لئے بھی مسح کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، حالانکہ وہ اعضاء مغسولہ میں سے ہے۔

مسح کے جواز کے قائلین کی تیسری دلیل اور اس کا جواب:

(۳)......''سنن دار قطنی'' (ص۹۶ ج۱، باب وجوب غسل القدمین والعقبین) میں مسئی فی الصلوۃ کی حدیث کے بعض طرق میں یہ الفاظ بھی وارد ہوئے ہیں:

'' فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : انہا لا تتم صلوۃ احدکم حتی یسبغ الوضوء کما امرہ اللہ فیغسل وجہہ و یدیہ الی المرفقین ویمسح برأسہ ورِجلیہ الی الکعبین ، الخ ''۔

اس کا جواب یہ ہے کہ: آنحضرت ﷺ نے اس حدیث میں آیت قرآنی کی ترتیب پر وضو کا طریقہ بتلایا ہے، اور اس کے سیاق کی پیروی فرمائی ہے، لہذا یہاں بھی وہی توجیہات کی جائیں گی جو آیت میں کی گئی ہیں۔

(۴)......حضرت علی، حضرت انس اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کا عمل بعض روایات

میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے پاؤں پر مسح کیا۔

اس کا جواب بعض حضرات نے یہ دیا ہے کہ: ان کا یہ عمل وضوء علی الوضوء کی صورت پر محمول ہے، بدلیل الاجماع المتواتر۔

اور دوسرا جواب حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ''فتح الباری'' میں یہ دیا ہے کہ: ان سب حضرات سے اس مسلک سے رجوع کرنا بھی ثابت ہے، لہذا ان کے کسی سابقہ عمل سے استدلال درست نہیں، بطور تائید حافظ رحمہ اللہ نے سعید بن منصور کے حوالہ سے عبدالرحمٰن بن ابی لیلی رحمہ اللہ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے: ''اجمع اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم على غسل القدمين۔

تنبیہ: (۱)...... تعجب ہے کہ جواز مسح کے قائلین، مسح علی الخفین جو روایات متواترہ سے ثابت ہے، اس کا تو انکار کرتے ہیں اور پاؤں کے مسح کے قائل ہیں۔

تنبیہ: (۲)...... حضرت علی، حضرت ابن عباس اور حضرت انس رضی اللہ عنہم سے پاؤں کے مسح کے جواز کا قول منقول ہے، لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ان تمام سے رجوع ثابت ہے، چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلی رحمہ اللہ نے تمام صحابہ کا پاؤں کے دھونے پر اجماع نقل کیا ہے۔ (فتح الباری ص ۲۲۶ ج۱)

حدیث نبوی: ’’ویل للاعقاب من النار‘‘ کی بہترین تشریح

’’ویل‘‘ ایسا مصدر ہے جس کا کوئی فعل استعمال نہیں ہے

’’ویل‘‘ ایسا مصدر ہے جس کا کوئی فعل استعمال نہیں ہے، مصادر کے عام طور پر افعال بھی ہوتے ہیں، ’’نصرٌ‘‘ مصدر ہے تو ’’نصَرَ‘‘، ’’ضربٌ‘‘ مصدر ہے تو ’’ضرَبَ‘‘ فعل استعمال ہوتا ہے، لیکن بعض مصادر کلام عرب میں ایسے ہیں جن کے افعال نہیں ہوتے، ایسے ہی ’’ویل‘‘ بھی ایک مصدر ہے جس کے لئے کوئی فعل نہیں ہے۔

’’ویل‘‘ کے معانی اور اس کے قریب الفاظ

’’ویل‘‘ کا ایک معنی ہے: حزن، ایک معنی ہے: ہلاک، خسران و بربادی، ایک معنی ہے عذاب و مشقت۔ عذاب سے جو مشقت پیدا ہوتی ہے اس مشقت کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ بعض اہل لغت نے کہا ہے کہ: جب کسی کو تکلیف پہنچتی ہے تو ایسے موقع پر مصیبت زدہ اس کلمہ کو استعمال کرتا ہے۔ بعض نے کہا: جہنم میں پیپ اور خون کا ایک پہاڑ ہے۔ ویل کے معنی میں اختلاف ہے، مختلف معانی بیان کئے گئے ہیں، مگر اظہر قول اس مقام پر یہ ہے کہ: جہنم میں ایک وادی ہے۔ ایک حدیث میں بھی ہے: ’’ویل واد جھنم‘‘۔

’’ویل‘‘ کے قریب لفظ ’’ویح‘‘ بھی عربی میں مستعمل ہے، لیکن دونوں میں فرق یہ ہے کہ: ’’ویل‘‘ اس شخص کے لئے بولا جاتا ہے جو عذاب کا مستحق ہو، اور ’’ویح‘‘ اس شخص کے لئے جو عذاب کا مستحق نہ ہو۔ نیز ’’ویل‘‘ اس شخص کے لئے جو ہلاکت میں پڑ چکا ہو، اور ’’ویح‘‘ اس کے لئے بولا جاتا ہے جو ہلاکت کے قریب ہو۔ خلیل کا قول ہے کہ: ’’ویل، ویح، ویک‘‘ سب ایک ہی معنی میں مستعمل ہوتے ہیں۔

ابن جماعہ فرماتے ہیں کہ: ’’ویل‘‘ کا کلمہ جہاں کہیں بھی استعمال کیا گیا ہے، وہ وعید کے موقع پر استعمال کیا گیا ہے، ویسے استعمال نہیں کیا گیا۔

’’ویل‘‘ مبتدا ہے، اور مبتدا معرفہ ہونا چاہئے، یہاں نکرہ کیوں؟

ایک اشکال اس مقام پر یہ ہے کہ: ’’ویل‘‘ ترکیب میں مبتدا ہے، اور مبتدا معرفہ ہونا چاہئے، یہاں نکرہ کو مبتدا بنا دیا گیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ: یہ دعا کا موقع ہے، اس وجہ سے اس نکرہ سے تخصیص پیدا ہوگئی، اور نکرۂ مخصصہ مبتدا ہو سکتا ہے۔

ہر شخص کی دو ہی ایڑیاں ہوتی ہیں پھر اعقاب جمع کا صیغہ کیوں؟

دوسرا اشکال یہ ہے کہ: ’’ویل للاعقاب‘‘ اعقاب جمع کا صیغہ کیوں استعمال فرمایا؟ ہر شخص کی دو ہی ایڑیاں ہوتی ہیں، قاعدہ کے اعتبار سے یوں فرماتے: ’’ویل للعقبین من النار‘‘ اس کے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں:

(۱)......قبائل عرب میں بعض قبیلے تثنیہ کے لئے جمع کا صیغہ استعمال کرتے تھے۔ جیسے: قرآن کریم میں ہے: ﴿فان كان له اخوة﴾ یہاں مراد ہے: ’’اخوین‘‘ بولا گیا جمع اور مراد ہے تثنیہ۔

(۲)......بعض اوقات واحد کی جگہ جمع کا صیغہ بولتے ہیں، جیسے: ﴿ان الذين ينادونك من وراء الحجرات﴾۔ یہاں جمع کا صیغہ ہے اور مراد واحد ہے، ایک شخص پکارنے والا تھا‘ جماعت نہیں تھی۔[۱]

[۱]......حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ! بے شک میرا تعریف کرنا مزین کرتا ہے اور میرا برائی کرنا عیب دار کرتا ہے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

(۳)...... یہاں عقب اور ماحول العقب مراد ہے، تو اب جمع کا صیغہ بولنا جائز ہے۔

یہ عذاب صرف اعقاب ہی کو ہوگا ؟ ظاہر حدیث سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اسی پر عذاب ہوگا، لیکن محققین کی تحقیق یہ ہے کہ اصحاب اعقاب مراد ہیں، جب ایڑیاں خشک رہیں گی تو وضو ہی صحیح نہیں ہوگا، تو اس صاحب عقب کو عذاب دیا جائے گا۔ اور دلیل اس کی دوسری حدیث ہے: ''ویل للاعقاب و بطون الاقدام من النار''۔

اور تقدیر عبارت یہ ہے: ''ویل لاصحاب الاعقاب مقصرین فی غسلها'' ان تمام لوگوں کے لئے عذاب ہوگا جو اعقاب کے دھونے میں تقصیر کرتے ہیں، یا عقب بول کر تمام اعضاء مراد لئے گئے، اس میں بھی کوئی اشکال نہیں، کسی بھی عضو کے اندر اگر خشکی باقی رہ گئی تو بس اس کا یہی حکم ہے کہ اس کے صاحب کو عذاب ہوگا۔ عقب کی تخصیص اس لئے کی کہ عام طور پر ایڑیاں ہی خشک رہ جاتی ہیں۔

''اعقاب'' عقب کی جمع ہے، جس کے معنی ہیں ایڑی، بعض حضرات نے فرمایا کہ: یہاں مضاف محذوف ہے، یعنی'' لذوی الاعقاب'' اور بعض نے کہا اس تقدیر کی ضرورت نہیں ہے، حدیث کا منشاء یہ ہے کہ اس گناہ کا عذاب خود اعقاب پر ہوگا۔

اعقاب کی تخصیص کی وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ: ان کو پانی سے تر ہونا چاہئے تھا، لیکن وہ تر نہیں ہوئیں، تو چونکہ فریضۂ الٰہیہ اسی میں متروک ہوا، لہذا وہی حصہ معذب ہوگا۔

''من النار'' کا تعلق ویل سے ہے، اصل میں یوں تھا: ''وللاعقاب ویل من النار''۔

یہ صرف اللہ تعالیٰ کی شان ہے۔

(ترمذی، ابواب تفسیر القرآن [باب و] من سورة الحجرات ، رقم الحديث:۳۲۶۷)

نوٹ :...... اس طرح کی روایت ''جامع البیان'' رقم الحدیث:۲۴۵۳۴۔ اور'' مسند احمد'' (ص ۳۸۸ ج ۳) میں بھی آئی ہے۔

یا تقدیر عبارت یہ ہوگی: ''ویل للمقصرین فی غسل الاعقاب من النار ''یعنی جولوگ ایڑیاں دھونے میں کوتاہی کرتے ہیں ان کے لئے دوزخ کی وعید ہے۔

اصحاب اعقاب مراد ہیں، چونکہ آدمی اپنی ایڑی پر ہی کھڑا ہوتا ہے، تو جب کسی کے پاؤں جہنم میں ہوں گے تو خود بھی جہنم میں ہوگا۔

امام ترمذی رحمہ اللہ اس حدیث کو نقل کرکے فرماتے ہیں:

''وفقه هذا الحديث : انه لا يجوز المسح على القدمين اذا لم يكن عليهما خُفّان أو جوربان''۔(ترمذی، باب ما جاء : ويل للاعقاب من النار ، رقم الحديث:۴۱)

یعنی اس حدیث سے یہ مسئلہ مستنبط ہوتا ہے کہ: پیروں پر مسح جائز نہیں جبکہ چمڑے کے موزے یا کسی دوسرے مادے کے موزے نہ پہن رکھے ہوں۔

نوٹ:......خاتمہ کے لئے درج ذیل کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے:

(۱)......''سنن ترمذی''۔(ابواب التفسير)

(۲)......''شرح معانی الآثار''۔(باب فرض الرجلين فی وضوء الصلوة ، كتاب الطهارة)

(۳)......کشف الباری (ص۷۹، کتاب العلم جلد سوم)۔

(۴)......تحفۃ القاری (۴۸۴ج۱)۔

(۵)......تحفۃ الالمعی (ص۲۷۱ج۱)۔

(۶)......دروس مظفری (ص۲۷۴ج۱)۔

(۷)......درس ترمذی (ص۲۵۰ج۱)۔

(۸)......نفحات التنقيح (۱۳۹ج۱)۔

(۹)......اشرف التوضیح شرح اردو مشکوۃ المصابیح (۳۶۹ج۱)۔

مسح علی الخفین

اس مختصر رسالہ میں مسح علی الخفین یعنی چمڑے کے موزوں پر مسح کی شرطیں، اس کے فرائض، سنن ومستحبات، مسح کی مدت، مسح کا مسنون طریقہ اور اس کے متفرق مسائل، ایک مفید مقدمہ و خاتمہ اور ۱۸؍احادیث، عام موزوں پر مسح کا ناجائز ہونا، فقہاء کی شرطوں کا مأخذ وغیرہ امور جمع کئے گئے ہیں۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیۃ

مقدمہ......مسح کے معنی، مسح علی الخفین اس امت کی خصوصیت ہے، مسح علی الخفین کی مشروعیت، وغیرہ چند مفید امور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ و کفی ، وسلام علی عبادہ الذین اصطفی، اما بعد!

مسح کے معنی ہیں:...... بھیگا ہوا ہاتھ سر پر یا پیر کے موزوں پر پھیرنا۔ خفین‘ خف‘ کا تثنیہ ہے، جمع: خفاف و اخفاف‘ آتی ہے، معنی ہے: چرمی موزہ۔

مسح علی الخفین (یعنی چمڑے کے موزوں پر مسح کرنا) اس امت کی خصوصیت ہے: جیسا کہ آپ ﷺ کی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے: ’’صلّوا فی خفافکم ‘ فان الیھود لا یصلّون فی خفافھم ‘‘ اپنے موزوں میں نماز پڑھو، اس لئے کہ یہود اپنے موزوں میں نماز نہیں پڑھتے۔

’’روضۃ المحتاجین ‘‘ میں لکھا ہے کہ: مسح علی الخفین کی مشروعیت: ۹ھ غزوۂ تبوک میں ہوئی۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اجماع میں جن لوگوں کا قول معتبر ہوسکتا ہے ان سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مسح علی الخفین مطلقاً جائز ہے، خواہ سفر ہو یا حضر، کسی ضرورت کی وجہ سے ہو یا بلاضرورت۔ اس میں مرد وعورت سب برابر ہیں، البتہ شیعہ اور خوارج نے اس کا انکار کیا ہے، لیکن ان کا اختلاف قابل شمار نہیں، اور امام مالک رحمہ اللہ کا بھی مشہور مذہب وہی ہے جو جمہور کا ہے۔ نیز وہ فرماتے ہیں کہ: مسح علی الخفین بے شمار صحابہ رضی اللہ عنہم سے منقول ہے۔ حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مجھ کو ستر صحابہ رضی اللہ عنہم نے بیان کیا کہ آپ ﷺ موزوں پر مسح فرمایا کرتے تھے۔

امام ابوحنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ سے اہل سنت والجماعت کی علامت کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: ''ان تفضل الشیخین' وتحب الختنین ' وتمسح علی الخفین ''، شیخین حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو باقی صحابہ رضی اللہ عنہم پر فضیلت دینا' آپ ﷺ کے دونوں داماد حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سے محبت کرنا، اور خفین پر مسح کرنا۔

اسی طرح امام صاحب رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ: میں اس وقت تک مسح علی الخفین کا قائل نہیں ہوا جب تک کہ اس سلسلہ میں دلائل مجھ پر روز روشن کی طرح واضح نہ ہوگئے۔

امام کرخی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ: جو شخص خفین پر مسح کا قائل نہ ہو اس پر کفر کا اندیشہ ہے، اس لئے کہ مسح کے جواز کی روایات شہرت اور تواتر کے درجہ تک پہنچی ہوئی ہیں، جن کا انکار موجب کفر ہے۔

علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں نہیں جانتا کہ علمائے سلف میں سے کسی نے مسح علی الخفین سے انکار کیا ہو۔

مشروعیت مسح کی وجہ

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے مشروعیت مسح کی وجہ یہ لکھی ہے کہ: وضو کا دار و مدار ان اعضاء کے دھونے پر ہے جو عام طور پر کھلے رہتے ہیں، اور جن کی طرف میل کچیل سبقت کرتا ہے، اور جب موزے پہن لئے جاتے ہیں تو پھر پاؤں ان میں چھپ جاتے ہیں اور وہ اعضائے باطنہ میں داخل ہو جاتے ہیں، اور عربوں میں خفین کا پہننا ایک عام عادت تھی، ہر نماز کے وقت وضو کرنے کے لئے ان کو نکالنے میں پریشانی تھی، لہذا خفین پہننے کی صورت میں نکالنا اور پاؤں دھونا ساقط ہو گیا۔

مسح' موزوں کے اوپر کیوں؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ: اگر دین میں عقل کو دخل ہوتا تو موزے کے نچلے حصے کو اوپر کے حصہ پر مسح میں ترجیح دی جاتی، مگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ اپنے موزے کے اوپر کے حصہ پر مسح فرماتے تھے۔

(ابوداؤد، باب کیف المسح ، کتاب الطھارة ، رقم الحدیث:۱۶۲)

''اسرار شریعت'' میں ہے: اگر مسح موزہ کے نیچے کی جانب مشروع ہوتا تو بڑا حرج تھا، کیونکہ نیچے کی جانب مسح کرنے میں زمین پر چلتے وقت موزوں کے گرد وغبار سے آلودہ ہونے کا گمان غالب ہے۔(۸۰ج۱)

چمڑے کے موزوں پر مسح کے متعلق چند احادیث

(۱)......حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ: آپ ﷺ چمڑے کے موزوں پر مسح فرماتے تھے۔

(بخاری ص۳۳، باب فی المسح علی الخفین ، کتاب الوضوء ، رقم الحدیث:۲۰۲)

(۲)......حضرت عمر بن ضمیری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: آپ ﷺ کو چمڑے کے موزوں پر مسح فرماتے ہوئے میں نے دیکھا۔

(بخاری ص۳۳، باب فی المسح علی الخفین ، کتاب الوضوء ، رقم الحدیث:۲۰۴)

(۳)......حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ایک رات میں آپ ﷺ کے ساتھ تھا، آپ ﷺ اترے' قضائے حاجت سے فارغ ہوئے' واپس آئے تو میں نے پانی آپ پر انڈیلا جو میرے پاس برتن میں تھا، آپ ﷺ نے وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا۔(مسلم ص۱۳۳ج۱، باب المسح علی الخفین ، کتاب الطھارة ، رقم الحدیث:۲۷۴)

(۴)......حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ: میں آپ ﷺ کے ساتھ سفر میں تھا، میں جھکا کہ آپ ﷺ کا موزہ کھول دوں (تا کہ آپ وضو فرمائیں) آپ ﷺ نے فرمایا: چھوڑ دو میں نے پاکی (وضو کے بعد) ان کو پہنا تھا، اور آپ ﷺ نے مسح کیا۔

(مجمع الزوائد ص۳۵۴ ج۱، باب المسح علی الخفین ، کتاب الطهارة ، رقم الحدیث:۱۳۴۹۔

بخاری ص۳۳، باب فی المسح علی الخفین ، کتاب الوضوء ، رقم الحدیث:۳۰۲)

(۵)......حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: آپ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم موزوں پر اس وقت مسح کریں جب موزوں کو طہارت (وضو) کی حالت میں پہنیں۔

(ابن خزیمہ ص۹۷ ج۱، باب الدلیل علی ان لابس احد الخفین قبل غسل کلا الرجلین ، الخ ،

کتاب الوضوء ، رقم الحدیث:۱۹۳)

(۶)......حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: آپ ﷺ نے حکم دیا کہ: ہم لوگ سفر میں موزہ پر مسح کیا کریں۔ (مسند احمد ص۱۱۸ ج۱، کشف النقاب ص۳۵۳)

(۷)......حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: آپ ﷺ ایک شخص کے پاس سے گزرے جو وضو کر رہے تھے اور موزوں کو دھو رہے تھے، آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: اس طرح (مسح) ہے، آپ ﷺ نے انگلیوں کو قدم پر رکھ کر پنڈلیوں کی طرف کھینچا۔

(ابن ماجہ ص۴۱، باب فی المسح علی الخفین ، کتاب الوضوء ، رقم الحدیث:۳۰۲)

(۸)......حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ: آپ نے موزوں کے اوپر ایک مرتبہ مسح کیا۔ (مطالب عالیہ ص۳۴)

(۹)......حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے

ساتھ رہتے تھے، آپ ﷺ نے ہم لوگوں کو حکم دیا کہ ہم سفر میں تین دن تک موزوں کو نہ کھولیں، ہاں مگر غسل جنابت میں۔

(ابن خزیمہ ص۹۹ ج۱، باب ذکر الدلیل علی ان الرخصة فی المسح علی الخفین انما هی من الحدث الذی یوجب الوضوء دون الجنابة التی توجب الغسل ، کتاب الوضوء ، رقم الحدیث:۱۹۶)

(۱۰)......حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ایسے دو موزے پہنے تھے جن کے نیچے تو چمڑا لگا تھا اور اس کے اوپر خز -ریشم- تھا، انہوں نے ان پر مسح کیا۔

(سنن کبری ص۲۸۵ ج۲، باب ما ورد فی المسح علی الجوربین والنّعلین ، کتاب الطهارة ، رقم الحدیث:۱۳۷۱)

(۱۱)......حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: آپ ﷺ نے جرموق پر مسح کیا۔

نوٹ:......جرموق: میم کے پیش کے ساتھ ہے۔ جو موزوں کے اوپر کیچڑ وغیرہ کی حفاظت کے لئے پہنا جاتا ہے۔

(۱۲)......آپ ﷺ وضو فرماتے اور موقین پر مسح فرماتے۔

(ابن ابی شیبہ ص۲۴۶ ج۱، فی المسح علی الخفین ، کتاب الطهارة ، رقم الحدیث:۱۸۸۰)

(۱۳)......حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: میں نے آپ ﷺ کو موقین پر مسح فرماتے دیکھا۔

نوٹ:......موق: یہ بھی جرموق کی طرح چمڑے کا خول ہوتا ہے جو موزوں کی حفاظت اور گردوغبار سے بچانے یا جلد نہ پھٹنے کے لئے موزوں کے اوپر پہنا جاتا ہے۔

(۱۴)......آپ ﷺ نے ایک مرتبہ موزے منگوائے، ایک پہنا دوسرا پہننے کے لئے ارادہ

ہی کیا تھا کہ اسے ایک کوّا اٹھالے گیا، اس نے اوپر سے جو پھینکا تو اس سے ایک سانپ گرا اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: جو اللہ تعالی اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو وہ موزوں کو بغیر جھاڑے نہ پہنے۔

(مجمع الزوائد ص ۱۷۷ ج ۵، باب النهى عن لبس الخف قبل ان ينفضها ، كتاب الللباس ، رقم الحديث: ۸٦۳۵)

(۱۵)......حضرت ابو اسامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: آپ ﷺ نے فرمایا: جو اللہ تعالی اور آخرت پر یقین رکھتا ہو وہ موزوں کو پہننے سے پہلے جھاڑ لے۔

(مجمع الزوائد ص ۳۵۴ ج ۱، باب المسح على الخفين ، كتاب الطهارة ، رقم الحديث: ۱۳۴۹)

آپ ﷺ کے موزے سیاہ رنگ کے چمڑے کے تھے

(۱٦)...... بریدہ کی روایت ان کے والد سے ہے کہ: نجاشی (بادشاہ) نے آپ ﷺ کو دو سیاہ موزے (ہدیۃً) دیئے تھے جو سادے تھے، آپ نے ان کو پہنا اور وضو (کے درمیان مسح) فرماتے تھے۔

(ابوداؤد، باب المسح على الخفين ، كتاب الطهارة ، رقم الحديث: ۱۵۵۔ ترمذی، باب ما جاء فى الخف الاسود ، ابواب الادب ، رقم الحديث: ۲۸۲۰۔ ابن ماجہ۔ باب ما جاء المسح على الخفين ، كتاب الطهارة ، رقم الحديث: ۲۸۲۰)

(۱۷)......عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ: ہم لوگ آپ ﷺ کے پاس تھے آپ ﷺ کے پاؤں مبارک میں دو سیاہ موزے تھے، ہم ان کو دیکھ کر بہت تعجب کرنے لگے تو آپ ﷺ نے فرمایا: عنقریب موزے بکثرت ہو جائیں گے۔

(مطالب عالیہ ص ۳۵ ج ۱، اتحاف ص ۵۰۸)

(۱۸)......حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: تم پر سیاہ موزے لازم ہیں، ایسے موزے پہنو ان پر مسح بہتر ہے۔(کشف النقاب ص ۳۹۱)

نوٹ:...... یہ ساری روایات ''شمائل کبریٰ'' ص ۵۶۵ جلد ۶ / سے ماخوذ ہیں۔ اور حوالے راقم کی محنت کا نتیجہ ہے۔

خف کا مفہوم

چمڑے کے موزے کو عربی میں ''خف'' کہتے ہیں، اور جو چمڑے کے علاوہ کسی اور مادے کے ہوں ان کو ''جورب'' کہتے ہیں، یہ فارسی لفظ ہے، اس کی اصل گورپا (پاؤں کی قبر) ہے۔

عربی زبان میں ''خف'' کا لفظ چمڑے ہی کے موزوں کے لئے آتا ہے، اسی لئے امام ابوحنیفہ امام مالک اور امام شافعی رحمہم اللہ کے نزدیک چمڑے کے موزوں پر ہی مسح ہوسکتا ہے۔ صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک گاڑھے کپڑوں کے موزوں پر بھی مسح کیا جاسکتا ہے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے مرض وفات میں صاحبین رحمہما اللہ کی اس رائے کی طرف رجوع فرمالیا تھا، اور خود بھی ایسے موزوں پر مسح کیا تھا۔ یہی رائے امام احمد رحمہ اللہ کی ہے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: خود آپ ﷺ نے (گاڑھے) کپڑے کے موزوں (جوربین) پر مسح فرمایا ہے۔

(ترمذی ص ۹۴ ج ۱، باب فی المسح علی الجوربین و النعلین ، رقم الحدیث:۹۹)

موجودہ زمانہ میں فوم کے موزے اس حکم میں داخل ہیں، مگر نائلون کے موزوں پر مسح جائز نہیں، اور اس پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے، افسوس کہ موجودہ زمانہ میں بعض لوگ سہولت کو مدنظر رکھ کر عام جرابوں پر مسح کرتے ہیں اور حدیث کے عموم سے استدلال کرتے ہیں،

کاش یہ اس پر غور کرتے کہ ’’خفین‘‘ کا لفظ عربی زبان ولغت میں کس قسم کے موزوں کے لئے بولا جاتا ہے؟۔

مسح اور دھونے میں افضل کیا ہے؟

موزوں پر مسح کرنا رخصت یعنی آسانی ہے اور پاؤں کو دھونا عزیمت یعنی اولی ہے۔
’’ہدایہ‘‘ میں ہے کہ: جو شخص موزوں پر مسح کرنے پر اعتقاد نہ رکھے وہ بدعتی ہے، لیکن جو شخص اس مسئلہ پر اعتقاد تو رکھتا ہے مگر عزیمت یعنی اولی پر عمل کرنے کی وجہ سے موزوں پر مسح نہیں کرتا تو اسے ثواب سے نوازا جاتا ہے۔

’’مواہب لدنیہ‘‘ میں منقول ہے کہ علماء کے یہاں اس بارہ میں اختلاف ہے کہ آیا موزوں پر مسح کرنا افضل ہے یا ان کو اتار کر پاؤں کو دھونا افضل ہے، چنانچہ بعض حضرات کی رائے تو یہ ہے کہ موزوں پر مسح کرنا ہی افضل ہے، کیونکہ اس سے اہل بدعت یعنی روافض و خوارج کا رد ہوتا ہے جو اس مسئلہ میں طعن و تشنیع کرتے ہیں۔ حضرت امام احمد رحمہ اللہ کا مختار مسلک یہی ہے، اور امام نووی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ: ہمارے علماء یعنی حضرات شوافع کا مسلک یہ ہے کہ پاؤں کو دھونا افضل ہے، کیونکہ اصل یہی ہے، لیکن اس کے ساتھ شرط یہ ہے کہ موزوں پر مسح کرنے کو بالکل چھوڑا نہ جائے۔

صاحب سفر السعادۃ فرماتے ہیں کہ: آپ ﷺ کو دونوں میں کوئی تکلف نہیں تھا، یعنی اگر آپ ﷺ موزہ پہنے ہوئے ہوتے تھے تو پاؤں دھونے کے لئے انہیں اتارتے نہیں تھے اور اگر موزہ پہنے ہوئے نہیں ہوتے تو مسح کرنے کے لئے انہیں پہنتے نہیں تھے، اس بارہ میں علماء کے یہاں اختلاف ہے، مگر بہتر اور صحیح یہی طریقہ ہے کہ ہر شخص کو چاہئے کہ وہ اس مسئلہ میں سنت کے موافق و مطابق ہی عمل کرے، یعنی آپ ﷺ کا جو عمل ذکر کیا گیا ہے

اسی طرح بے تکلفی کے ساتھ اس پر عمل کریں۔

موزوں کے اقسام اور ان کا حکم

موزوں کی کل چھ قسمیں ہیں:

(۱)......ثخین مجلد......وہ گاڑھا موزہ جس پر چمڑا چڑھایا گیا ہو......اس پر بالاتفاق مسح جائز ہے۔

(۲)......ثخین منعل ......وہ گاڑھا موزہ جس کے صرف نیچے چمڑا چڑھایا گیا ہو......اس پر بھی بالاتفاق مسح جائز ہے۔

(۳)......ثخین سادہ......وہ گاڑھا موزہ جس کے اوپر اور نیچے چمڑا تو نہ ہو، مگر اس میں مسح کی شرائط پائی جاتی ہوں......اس پر بھی بالاتفاق مسح جائز ہے۔

(۴)......رقیق مجلد......وہ باریک موزہ جس پر چمڑا چڑھایا گیا ہو......اس پر بالاتفاق مسح جائز ہے۔

(۵)......رقیق منعل ......وہ باریک موزہ جس کے صرف نیچے چمڑا چڑھایا گیا ہو......اس میں اختلاف ہے، بعض جواز کے اور بعض عدم جواز کے قائل ہیں۔

(۶)......رقیق سادہ......وہ باریک موزہ جس پر چمڑا نہ چڑھایا گیا ہو......اس پر بالاتفاق مسح ناجائز ہے۔

اس رسالہ میں موزوں پر مسح کے مسائل اور آخر میں خاتمہ کے عنوان سے ایک مفید بحث لکھی گئی ہے، اللہ تعالیٰ اس حقیر کاوش کو شرف قبولیت عطا فرمائے، آمین۔ مرغوب احمد

موزوں پر مسح کرنے کی دس شرطیں ہیں

(۱)......موزے ٹخنوں تک پورے پاؤں کو چھپالیں۔

(۲)......موزے ایسے ہوں جو قدم کی ہیئت پر بنے ہوئے اور پاؤں سے ملے ہوئے ہوں،

(۳)......اتنے مضبوط ہوں جنہیں پہن کر جوتوں کے بغیر ایک فرسخ پیدل چلا جا سکتا ہو۔

نوٹ: میل کی تحقیق:......تین میل شرعی، جس کی مسافت: ۵/کلومیٹر، ۴۸۶/میٹر، ۴۰/سینٹی میٹر ہوتی ہے۔(مستفاد: ایضاح المسائل ص۷۰)

میل شرعی علی الراجح ۴/ہزار ذراع ہے، ۸/ہزار قدم۔(احسن الفتاوی ص۶۱ ج۲)

(۴)...... پاؤں پر بغیر باندھے رک سکیں۔

(۵)......اتنے دبیز ہوں کہ پانی کو پاؤں تک نہ پہنچنے دیں۔

(۶)......ان میں سے کسی موزہ میں اتنی پھٹن نہ ہو جو مسح سے مانع ہو۔

(۷)...... پوری طہارت پر پہنا ہو۔

(۸)......وہ طہارت تیمّم سے حاصل نہ کی گئی ہو۔

(۹)......مسح کرنے والا جنبی نہ ہو۔

(۱۰)......اگر کسی کا پاؤں کٹا ہوا اور وہ مسح کرنا چاہے تو یہ شرط ہے کہ کم از کم ہاتھ کی تین انگلیوں کے برابر اس کے قدم کا اوپر کا حصہ باقی ہو۔

مسح میں دو فرض ہیں:

(۱)......موزوں کے اوپر کی جانب مسح کرے۔

(۲)...... ہر پاؤں پر ہاتھ کی تین انگلیوں کے برابر مسح کرے، ہاتھ کی تین چھوٹی انگلیوں کے برابر مسح فرض ہے۔ یہ دونوں فرض عملی ہیں۔

مسح کے سنن اور مستحبات

(۱)......ہاتھ سے مسح کرنا، کسی اور چیز سے نہ کرنا۔

(۲)......مسح کرتے وقت ہاتھ کی انگلیوں کا کشادہ رکھنا۔

(۳)......انگلیوں کو موزہ پر رکھ کر اس طرح کھینچنا کہ موزوں پر لکیر بن جائے۔

(۴)......مسح پاؤں کی انگلیوں کی طرف سے شروع کرنا، نہ کہ پنڈلیوں کی طرف سے۔

(۵)......مسح پنڈلی تک کرنا، اس سے کم نہیں۔

(۶)......ایک ہی ساتھ دونوں موزوں کا مسح کرنا۔

(۷)......داہنے ہاتھ سے داہنے موزے کا مسح کرنا اور بائیں ہاتھ سے بائیں موزے کا۔

(۸)......ہاتھ کی ہتھیلیوں کی جانب سے مسح کرنا، نہ کہ پشت کی جانب سے۔

مسح کے احکام

مسئلہ......اگر کسی کے پاس وضو کے لئے صرف اتنا پانی ہو کہ اس سے پاؤں کے سوا اور سب اعضاء دھل سکتے ہیں تو اس کو موزوں پر مسح کرنا واجب ہے۔

مسئلہ......اگر کسی کو خوف ہو کہ پاؤں دھونے سے وقت جاتا رہے گا تو اس پر مسح واجب ہے۔

مسئلہ......اگر کسی کو خوف ہو کہ پاؤں دھونے سے عرفات میں نہ ٹھہر سکے گا تو اس پر بھی مسح واجب ہے۔

مسئلہ......کسی موقع پر مسح نہ کرنے سے رافضی یا خارجی ہونے کا لوگوں کو گمان ہو وہاں بھی مسح کرنا واجب ہے۔

مسئلہ...... جہاں کہیں مسح نہ کرنے سے کوئی واجب ترک (چھوٹتا) ہو تو وہاں مسح کرنا واجب ہے۔

مسئلہ......سوائے ان مقامات کے جہاں مسح کرنا واجب ہے' موزوں کو اتار کر پاؤں کا دھونا

بنسبت مسح کرنے کے بہتر ہے۔

مسئلہ......بغیر موزے اتارے ہوئے پاؤں کا دھونا گناہ ہے۔

کن موزوں پر مسح کرنا جائز ہے اور کن پر نہیں؟

مسئلہ......اگر موزہ اتنا چھوٹا ہو کہ ٹخنے موزے کے اندر چھپے ہوئے نہ ہوں تو اس پر مسح درست نہیں۔

مسئلہ......ٹخنوں سے اوپر چھپنا شرط نہیں، یہاں تک کہ اگر ایسا موزہ پہنا کہ جس میں پنڈلی نہیں تو اگر ٹخنے چھپ جاتے ہیں تو اس پر مسح جائز ہے۔

مسئلہ......اگر موزہ پاؤں سے بڑا ہو تو موزہ پر ایسی جگہ مسح کرنے کا اعتبار نہیں جو پاؤں سے خالی ہے، یعنی فرض ادا نہیں ہوگا۔ (موزہ پورے پاؤں کی سائز کا ہو)

مسئلہ......موزہ ایسا ہو کہ اس کو پہن کر مسلسل تین میل چل سکے۔

مسئلہ......مجلد موزے پر مسح بالاتفاق جائز ہے۔

نوٹ:......مجلد جراب وہ ہے کہ: جس کے اوپر اور نیچے چمڑا لگا ہو۔

مسئلہ......منعل موزے (ثخین اور موٹے' گاڑھے موزے کو منعل کیا گیا ہو تو اس) پر مسح بالاتفاق جائز ہے۔

نوٹ:......منعل جراب وہ ہے کہ: جس کے فقط تلے میں مردانہ جوتے کی شکل پر چمڑا ہو۔

مسئلہ......جراب ثخین (یعنی گاڑھی، موٹی) پر مسح جائز ہے۔

نوٹ:......جراب ثخین وہ ہے کہ: مجلد اور منعل نہ ہو صرف سوت یا بالوں وغیرہ کی بنی ہوئی ہو، لیکن پنڈلی پر بغیر باندھے ٹھہری رہے اور مسلسل تین میل چل سکے اور جو اس کے نیچے ہو وہ نظر نہ آتا ہو اور پانی اس میں سے نہ چھنے، اسی پر فتوی ہے۔

مسئلہ……اگر ٹخنوں تک ثخین جراب پہنی اور اس میں سے اس کے ٹخنے یا قدم فقط ایک دو انگلیوں کی مقدار نظر آتے ہیں تو اس پر مسح جائز ہے۔

مسئلہ…… چمڑہ چڑھانے کی ایک صورت منعل اور مجلد کے علاوہ اور بھی ہے، یعنی ''مبطن'' جس کی صورت یہ ہے کہ: جراب کے اندر کی جانب چمڑا لگا لیا جائے۔اس کا حکم بھی مجلد اور منعل کی طرح ہے، اگر چمڑا پورے قدم پر مستوعب (یعنی پورا قدم ٹخنہ تک چھپا ہوا ہو) تو مجلد کے حکم میں ہے ورنہ منعل کے حکم ہے۔

مسئلہ…… پلاسٹک (اس قدر ثخین اور موٹی ہو جس میں مسح کی شرائط پوری ہوتی ہو) کو جراب کے ساتھ سی لیا جائے تو اس پر مسح کرنا جائز ہے۔

مسئلہ…… جرموق (میم کے پیش کے ساتھ ہے۔ جو موزوں کے اوپر کیچڑ وغیرہ کی حفاظت کے لئے پہنا جاتا ہے) ایسے پتلے ہوں کہ ان کے نیچے مسح کی تری پہنچتی ہو تو اس جرموق پر مسح جائز ہے۔

مسئلہ…… جرموق کو حدث کے بعد موزوں پر مسح کرنے سے پہلے یا موزوں پر مسح کرنے کے بعد پہنا ہے تو اس پر مسح جائز نہیں، کیونکہ جرموق کو اس نے طہارت کی حالت میں نہیں پہنا بلکہ موزوں پر مسح کرنا لازمی ہوگا کیونکہ ان کو طہارت کے بعد پہنا ہے۔

مسئلہ…… جرموق کو حدث سے پہلے پہنا تو اس پر مسح کرنا جائز ہے۔

مسئلہ…… اگر جرموق چوڑا ہے اور اس کے اندر ہاتھ ڈال کر موزہ پر مسح کر لیا تو مسح جائز نہیں، جبکہ اوپر والے میں شرائط پائے جاتے ہوں، اس لئے کہ حدث کا محل جرموق خارج ہے نہ کہ خف (موزہ) داخل۔

مسئلہ…… اگر دونوں پاؤں میں موزے پہنے اور ایک موزہ پر جرموق بھی پہنا تو اس موزہ پر

مسح کرے جس پر جرموق نہیں پہنا اور دوسرے کے جرموق پر مسح کرے۔

مسئلہ......اگر کوئی شخص چمڑے کے دو موزے ایک ساتھ ایک کے اوپر ایک پہن لے تو اوپر والے موزے کا اعتبار ہوگا، لہذا اگر اوپر والے موزہ پر مسح کرلیا ہے اور اس کے بعد اس کو اتار دیا تو مسح ختم ہو جائے گا، نیچے والے پر دوبارہ مسح کرنا لازم ہوگا۔

مسئلہ......اگر کسی شخص نے خفین کے اوپر سوتی یا اونی موزے چڑھا رکھے ہیں تو دیکھا جائے گا کہ وہ باریک ہیں یا موٹے؟ اگر اتنے باریک ہیں کہ ان پر مسح کرنے سے تراوٹ چمڑے کے موزوں تک پہنچ جائے تو ان کے اوپر سے مسح کرنا کافی ہے، اور اگر اس قدر موٹے ہوں کہ اوپر کے مسح کا اثر نیچے خفین تک نہ پہنچے (جیسا کہ عام موزوں میں ہوتا ہے تو) تو ان موزوں پر مسح درست نہ ہوگا۔

مسئلہ......اگر باریک سوتی یا اونی موزے تہ بتہ (ایک کے اوپر دوسرا تیسرا وغیرہ) تو ان پر مسح جائز نہیں۔

مسئلہ......آج کل عام استعمال ہونے والے نائیلون اور سوتی اور اونی موزوں پر مسح جائز نہیں، اس لئے کہ ان میں جواز کی شرائط نہیں پائی جاتیں۔

مسئلہ......لوہے، لکڑی، شیشے یا ہاتھی دانت کے موزے بنائے تو ان پر مسح جائز نہیں، اس لئے کہ ان کو پہن کر آدمی بے تکلف عادت کے موافق چل پھر نہیں سکتا۔

مسئلہ......جوتے اس قدر لمبے ہوں کہ ٹخنے چھپ جائیں تو اس پر مسح کرنا جائز ہے۔ البتہ چونکہ یہ جوتے کے طور پر استعمال ہوتے ہیں، اور ان میں نماز پڑھنا بے ادبی ہے، اور ان کے ناپاک ہونے کا بھی احتمال رہتا ہے، اس لئے بلا ضرورت ان سے نماز نہیں پڑھنی چاہئے۔

مسئلہ......اگر چمڑے کے موزوں کے نیچے کوئی اور موزے سوتی یا اونی پہن رکھے ہوں تو اس وقت بھی خفین پر مسح کرنا جائز ہے۔

مسئلہ......اگر موزہ کو (پہنے ہوئے) دھولیا جائے اور مسح کی نیت نہ تھی، مثلاً صفائی وغیرہ پیش نظر تھی یا کوئی بھی نیت نہ تھی، تب بھی مسح ہو جائے گا، اگر چہ موزہ کا (پہنے ہوئے) دھونا مکروہ ہے۔

مسئلہ...... چوری یا غصب کئے ہوئے موزوں پر مسح کرنا جائز ہے۔ مگر ایسا کرنا حرام ہے اس لئے اس کا گناہ ہوگا، مگر مسح جائز ہے۔

مسئلہ......موزے پاک چمڑے ہی سے بنائے جائیں، ناپاک چمڑے کا استعمال جائز نہیں۔

مسئلہ......جس موزہ پر مسح جائز ہے اگر وہ اتنا گھس جائے اور استعمال ہو جائے کہ بغیر جوتا پہنے ہوئے چلنے سے پھٹ جانے کا اندیشہ ہو تو اس پر مسح جائز نہیں رہتا۔

پھٹے ہوئے موزوں کے مسائل

مسئلہ......مسح کے جائز ہونے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ موزہ زیادہ پھٹا ہوا نہ ہو، اس کو فقہاء ''خرق کبیر'' سے تعبیر کرتے ہیں۔

مسئلہ......زیادہ پھٹا ہوا ہونے کی مقدار پاؤں کی تین چھوٹی انگلیاں ہیں، خواہ سوراخ موزہ کے نیچے ہو یا اوپر یا ایڑی کی طرف۔

مسئلہ......اگر سوراخ ٹخنے سے اوپر پنڈلی میں ہے تو مسح جائز ہے، کیونکہ یہ مسح کی حد سے باہر ہے۔

مسئلہ......تین چھوٹی انگلیوں کی مقدار پاؤں کھل گیا یا چلنے میں کھل جاتا ہے تو اس پر مسح جائز

نہیں،اس سے کم پھٹا ہوا ہو تو مسح جائز ہے۔
مسئلہ......تین چھوٹی انگلیوں کی مقدار کا اعتبار اس وقت ہے جبکہ انگلیوں کے سوا کسی اور جگہ سے کھل جائے۔
مسئلہ......اگر انگلیاں ہی کھل جائیں تو معتبر یہ ہے کہ انہیں تین انگلیوں کے کھلنے کا اعتبار ہوگا
مسئلہ......اگر انگوٹھا اور اس کے پاس والی انگلی کھل گئی تو مسح جائز ہے، حالانکہ یہ دونوں مل کر تین چھوٹی انگلیوں کے برابر ہے۔
مسئلہ......اگر انگوٹھا اور اس کے برابر کی دونوں انگلیاں کھل گئیں تو اب مسح جائز نہیں۔
مسئلہ......ایک موزہ کے مختلف سوارخ جمع کئے جائیں گے، دونوں کے جمع نہیں کئے جائیں گے۔
مسئلہ......اگر ایک ہی موزہ کئی جگہ سے تھوڑا تھوڑا پھٹا ہوا ہو اور اسے جمع کر کے تین انگلیوں کے برابر ہو جائے تو مسح کرنا جائز نہیں، اور کم ہو تو جائز ہے۔
مسئلہ......ایک موزہ میں ایک انگلی کی مقدار اور دوسرے موزہ میں دو انگلیوں کی مقدار پھٹا ہوا ہو تو مسح ان دونوں پر جائز ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ مسح پھٹے ہوئے حصہ پر واقع نہ ہو، بلکہ درست حصہ پر ہو۔
مسئلہ......سوراخ کم از کم اتنا بڑا ہو کہ جس میں ٹاٹ وغیرہ سینے کی سوئی جا سکے، اور جو سوراخ اس سے کم ہو تو اس کا اعتبار نہیں، وہ معاف ہے۔
مسئلہ......اگر موزہ کی سلائی کھل گئی ،لیکن اس سے پاؤں دکھائی نہیں دیتا تو مسح درست ہے۔
مسئلہ......اگر چلتے وقت تین انگلیوں کے برابر دکھائی دیتا ہے تو مسح درست نہیں۔

ان صورتوں میں مسح جائز ہے

مسئلہ......کسی کے ایک پاؤں پر زخم ہو اور وہ نہ اس کے دھونے پر قادر ہو نہ اس کے مسح پر تو اس کو مسح معاف ہے، اور صرف دوسرے پاؤں کے موزہ پر مسح کر کے نماز پڑھنا جائز ہے۔

مسئلہ......کسی کا ایک پاؤں ٹخنہ سے اوپر تک کٹ گیا ہو یا کاٹ دیا گیا ہو تو اس کو مسح معاف ہے، اور صرف دوسرے پاؤں کے موزہ پر مسح کر کے نماز پڑھنا جائز ہے۔

مسئلہ......کسی کا ایک ہی پاؤں پیدائشی ہے تو اسی ایک پاؤں پر مسح کرے۔

مسئلہ......کسی شخص کو اپنے موزے نکالنے میں یہ خوف ہو کہ سردی کی وجہ سے اس کے پاؤں رہ جائیں گے اور شل ہو جائیں گے تو موزہ پٹی کے حکم میں ہو جائے گا، ایسے شخص کو موزہ پر مسح جائز ہے، اگرچہ وقت نکل جائے۔ اس صورت میں اوپر نیچے' دائیں بائیں اور ایڑیوں پر یعنی پورے یا اکثر موزے کا مسح کرے، جیسے ان لکڑیوں پر مسح جائز ہو جاتا ہے جو ٹوٹی ہڈی پر باندھی جاتی ہیں۔

مسئلہ......اگر موزہ چوڑا ہے جب پاؤں اٹھاتا ہے تو ایڑی موزہ سے نکل جاتی ہے، اور جب پاؤں رکھتا ہے تو پھر اپنی جگہ پر آجاتی ہے تو اس پر مسح جائز ہے۔

مسئلہ......جس کے پاؤں ٹیڑھے ہو جائیں اور وہ پنجوں کے بل چلتا ہو اور ایڑی اپنی جگہ سے اٹھ گئی ہو تو اس کو بھی موزوں پر مسح جائز ہے، جب تک اس کا پاؤں پنڈلی کی طرف کو نہ نکل جائے۔

مسح کی مدت کے مسائل

مسئلہ......مقیم کے لئے مدت ایک دن رات ہے۔

مسئلہ......مسافر کے لئے تین دن تین راتیں ہیں۔

مسئلہ......سفر عبادت وطاعت کا ہو یا گناہ کا، تین دن تک مسح کا وقت ہے۔

مسئلہ......وقت کی ابتدا حدث سے ہوگی موزہ پہننے یا وضو کرنے سے نہیں، جیسے ظہر کے وقت وضو کر کے موزے پہنے اور مغرب کے وقت حدث ہوا تو دوسرے دن مغرب کے وقت تک مسح کا وقت ہے۔

مسئلہ......مقیم کبھی چھ نمازوں میں مسح کرتا ہے اور کبھی چار میں، مثلاً منگل کے دن ظہر کے اول وقت میں وضو کر کے موزے پہنے، مگر ظہر نہ پڑھ سکا اور ظہر کے آخری وقت میں حدث ہوا تو وضو کر کے مسح کیا اور ظہر ادا کی، پھر بدھ کے دن ظہر کی نماز اول وقت میں پڑھی، اس طرح چھ نمازیں ہو جائیں گی۔ چار کی مثال یہ ہے: ایک شخص نے صبح صادق ہونے سے پہلے وضو کر کے موزہ پہنا پھر طلوع فجر کے بعد نماز پڑھی اور جب التحیات پڑھ چکا تو وضو ٹوٹ گیا، اس شخص کے لئے اگلے روز فجر کی نماز مسح کر کے پڑھنا ممکن نہیں، اس لئے کہ مسح کا وقت پورا ہو چکا۔

مسئلہ......مقیم نے مسح کی مدت یعنی ایک دن رات پورا ہونے سے پہلے سفر کیا تو سفر کی مدت یعنی تین دن تین رات تک مسح کرتا رہے۔

مسئلہ......اگر مقیم نے ایک دن پورا ہونے کے بعد سفر کیا تو موزے اتار کر پاؤں دھولے اور پھر موزے پہنے اب نئے سرے سے مسح کی مدت شروع ہوگی۔

مسئلہ......اگر مسافر موزوں پر مسح کرنا شروع کرے اور ایک دن رات سے پہلے گھر آ جائے یا اقامت کی نیت کر لے تو اقامت کے مسح کی مدت تک مسح کر سکتا ہے۔

مسئلہ......اور اگر ایک دن رات کے بعد گھر آیا' یا اقامت کی نیت کر لی تو اس کی مسح کی رخصت ختم ہوگئی وہ پاؤں کو دھوئے اور نئے سرے سے مسح کی مدت شروع ہوگی۔

مسئلہ......اگر وضو کی حالت میں موزہ اتار دیا' یا وضو ہونے کی حالت میں مسح کی مدت پوری ہوگئی تو ان دونوں صورتوں میں صرف پاؤں دھو کر موزے پہن لینا کافی ہے (اور پورا وضو کرنا ضروری نہیں، ہاں) پورا وضو کر لینا مستحب ہے۔

مسئلہ......اگر کوئی شخص ایسے برف والے علاقہ میں ہے کہ وہاں اگر موزے نکالے جائیں تو سردی کی وجہ سے پاؤں بالکل بیکار ہو جانے کا غالب گمان سے قوی اندیشہ ہو جائے تو ایسے وقت باوجود مدت ختم ہو جانے کے برابر اس پر مسح کرتے رہنا جائز ہے، کیونکہ اس صورت میں یہ موزہ بحکم جبیرہ ہو جاتا ہے۔ (کذا فی الدر المختار و اقرہ الشامی)

مسح کرنے کا مسنون طریقہ اور اس کے مسائل

مسئلہ......مسح کرنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کو تر کرکے (بھگو کر) اپنے دائیں ہاتھ کی انگلیاں داہنے موزہ کے اگلے حصہ پر رکھے اور بائیں ہاتھ کی انگلیاں بائیں موزہ کے اگلے حصہ پر رکھے۔ انگلیاں پوری پوری رکھیں صرف سرے نہ رکھے، اور انگلیوں کو کھولے ہوئے اوپر کی طرف کھینچے۔

مسئلہ...... اس کے خلاف مسح کیا مثلاً پنڈلی سے انگلیوں تک نیچے کی جانب تو مسح ہو گیا مگر سنت کے خلاف ہے، اور مکروہ و بدعت ہے۔

مسئلہ......اسی طرح موزوں پر عرض (چوڑائی) میں مسح کرے تو مسح ہو گیا مگر سنت کے خلاف اور مکروہ و بدعت ہے۔

مسئلہ......اگر ہتھیلی کو رکھ کر یا صرف انگلیوں کو رکھ کر کھینچے تو یہ دونوں صورتیں اعلیٰ ہیں۔

مسئلہ......احسن یہ ہے کہ سارے ہاتھ سے مسح کرے۔

مسئلہ......مستحب یہ ہے کہ ہتھیلی کے اندر کی جانب سے مسح کرے۔

مسئلہ......اگر ہتھیلی یا انگلیوں کی پشت کی جانب سے مسح کرے تو جائز ہے مگر مکروہ ہے۔
مسئلہ......مسح تین انگلیوں سے کرے، یہی صحیح ہے۔
مسئلہ......ایک موزہ پر صرف ایک انگلی کو ایک ہی جگہ تین مرتبہ کھینچ دیا جائے تو مسح صحیح نہ ہوگا'
مسئلہ......مسح تین انگلیوں سے کرے، یہی صحیح ہے۔
مسئلہ......اگر ایک ہی انگلی سے تین دفعہ تین الگ الگ جگہ مسح کرے اور ہر دفعہ نیا پانی لے تو جائز ہے اور نیا پانی نہ لے تو جائز نہیں۔
مسئلہ......ایک انگلی کو ایک بار بھگو کر تین انگلیوں کی مقدار مسح کیا تو جائز نہیں۔
مسئلہ......انگوٹھے اور اس کے پاس کی (یعنی شہادت کی) انگلی سے مسح کرے اور دونوں کھلی ہوئی ہوں تو جائز ہے، اس لئے کہ ان کے درمیان ایک انگلی کی جگہ ہے۔
مسئلہ......تین انگلیاں رکھ دیں اور ان کو کھینچا نہیں تو مسح جائز ہے، مگر سنت کے خلاف ہے۔
مسئلہ......انگلیوں کے سرے سے موزہ پر مسح کرے اور انگلیوں کی جڑوں کو موزہ سے جدا رکھے یعنی انگلیوں کو کھڑا رکھے تو اگر پانی ٹپکتا ہو اور اس سے موزہ تین انگلیوں کی مقدار تر ہو جائے تو جائز ہے، ورنہ جائز نہیں۔
مسئلہ......مسح کرنا بھول گیا اور مسح کی جگہ پانی تین انگلیوں کے مقدار پڑا ہو تو کافی ہے (یعنی مسح ہو گیا)۔
مسئلہ......ایسی گھاس پر چلا جو بارش کے پانی سے بھیگی ہوئی تھی تو کافی ہے (یعنی مسح ہو گیا)،
مسئلہ......اوس و شبنم پر چلا تو کافی ہے (یعنی مسح ہو گیا)۔
مسئلہ......ہاتھ پر دھونے کی وجہ سے جو تری باقی ہو اس سے مسح جائز ہے پانی ٹپکتا ہو یا نہ ٹپکتا ہو برابر ہے۔

مسئلہ......مسح کے بعد جوتری ہاتھ پر لگی ہو اس سے مسح جائز نہیں۔

مسئلہ......موزے کے نیچے کی جانب یا ایڑی پر یا پنڈلی پر یا اس کے اطراف میں یا ٹخنے پر مسح جائز نہیں۔

مسئلہ......ایک پاؤں پر دو انگلیوں کے برابر مسح کرے اور دوسرے پاؤں پر چار یا پانچ انگلیوں کے برابر مسح کرے تو جائز نہیں۔

مسح کو توڑنے والی چیزوں کا بیان

مسئلہ......جو چیزیں وضو کو توڑتی ہیں وہ موزہ کے مسح کو بھی توڑتی ہیں۔

مسئلہ......دونوں موزوں یا ایک موزہ کا پاؤں سے نکل جانے سے مسح ٹوٹ جاتا ہے۔

مسئلہ......اکثر پاؤں (یعنی آدھے سے زیادہ) نکل آئے تو پورے پاؤں کے نکلنے کے حکم میں ہے، یعنی اس سے مسح ٹوٹ جائے گا۔

مسئلہ......مسح کا وقت پورا ہونے سے مسح ٹوٹ جاتا ہے۔

مسئلہ......مسح کا وقت پورا ہونے سے مسح اس وقت ٹوٹے گا جب پانی ہو، اگر پانی نہ ملے تو مسح نہیں ٹوٹے گا بلکہ اسی مسح سے نماز جائز ہو جائے گی۔

مسئلہ......اگر کوئی نماز پڑھ رہا ہے اور مسح کی مدت پوری ہوگئی اور پانی نہیں ہے تو اسی طرح نماز پڑھتا رہے۔

اس کی صورت یہ ہے کہ اول وقت وضو کر کے موزے پہنے اور ظہر کے وقت حدث ہوا، اس نے وضو کر کے مسح کیا اور دوسرے دن ظہر کے وقت نماز شروع کی اور اس کو یاد آیا کہ یہ وقت مسح کے ختم ہونے کا ہے، لیکن جانتا ہے کہ اس جنگل میں پانی نہیں ہے تو اصح قول کی بنا پر نماز پوری کر لے۔

اور بعض مشائخ سے منقول ہے کہ نماز فاسد ہو جائے گی، اور یہی اشبہ ہے (یعنی روایت اور سمجھ کے مناسب ہے، کیونکہ مدت گذر جانے سے حدث نے پاؤں میں سرایت کی، اور پانی کا نہ ہونا سرایت کے لئے مانع نہیں، اس لئے ان کے نزدیک تیمّم کرے اور نماز پڑھے، مسئلہ...... کسی نے موزوں پر مسح کیا تھا' قدر تشہد قعدہ اخیرہ کے بعد اس کی مدت گذر گئی اور اب پانی ملتا ہے اور سردی سے اپنے پاؤں کے ضائع ہونے کا خوف بھی نہیں ہے (تو بھی اس کی نماز ہوگئی، مگر سلام کے ترک سے جو کہ واجب ہے اس نماز کا اعادہ واجب ہے)

(عمدۃ الفقہ ص ۲۴۱ ج ۲، مسائل دوازدہ)

مسئلہ...... موزے میں پیر کا پانی سے بھیگ جانے سے بھی مسح ٹوٹ جائے گا۔

مسئلہ...... موزے کا تین انگلیوں یا اس سے زیادہ پھٹنے سے مسح ٹوٹ جاتا ہے۔

مسئلہ...... معذور کے حق میں وقت کا نکل جانا بھی موزہ کے مسح کو باطل کر دیتا ہے۔

مسئلہ...... موزوں پر مسح وضو کی صورت میں ہے، غسل واجب میں موزے اتار کر پاؤں بھی دھونا ہوگا۔

مسئلہ...... موزوں پر مسح کے لئے ضروری ہے کہ اس کو وضو کی حالت میں پہنا ہو، چونکہ احناف کے یہاں وضو میں ترتیب واجب نہیں، اس لئے یہ بھی درست ہے کہ پاؤں دھوکر موزے پہن لے، پھر وضوء مکمل کرے، بہ شرطیکہ وضوء ہونے تک وضو کو توڑنے والی کوئی چیز پیش نہ آئے۔

موزوں پر مسح کرنے کے چند متفرق مسائل

مسئلہ...... مسح کے لئے نیت کرنا ضروری نہیں۔

مسئلہ...... اپنے موزوں پر دوسرے سے مسح کرائے تو جائز ہے۔

مسئلہ......موزے پرمسح کرنے کے حکم میں مرداورعورت دونوں برابر ہیں۔

مسئلہ......اگر دوتہہ والے موزے پہنےاوراوپر والی تہہ پرمسح کیا پھرایک تہہ اتارلی تو دوسری تہہ پرمسح کااعادہ نہ کرے۔

مسئلہ......اگرموزوں پر بال ہوں اوران پرمسح کیا پھر بال اتارڈالے تو مسح کا اعادہ نہ کرے۔

مسئلہ......اگرموزوں پرمسح کیا پھراوپر کا پوست چھیل ڈالے تو مسح کااعادہ نہ کرے۔

مسئلہ......اگر جرموق کے اوپرمسح کیا پھر جرموق اتارڈالے تو موزوں پرمسح کااعادہ کرے۔

مسئلہ......اگرایک جرموق نکالاتواسی موزہ پرمسح کرے جوظاہر ہوگیااوردوسری جرموق پرمسح کااعادہ نہ کرے۔

مسئلہ......اگر پوری طہارت کے بعدموزے پہنےاوران پرمسح کیا، پھرایک موزہ میں پانی داخل ہوا،اگر ٹخنے تک پانی پہنچااور پوراپاؤں یااکثر (آدھے سے زیادہ)دھل گیاتواس پر دوسرے پاؤں کادھونا بھی واجب ہے۔

مسئلہ......اگرکسی عضوکی ہڈی کےٹوٹنے کی وجہ سے پلاسٹر باندھا' یازخم پر پٹی باندھی اوروضو کے وقت اس پرمسح کیااور پاؤں دھوئے اورموزے پہنے، پھرحدث ہواتووضوکرےاوران پلاسٹراور پٹی اورموزوں پرمسح کرے،اگر وہ زخم اس طہارت کے ٹوٹنے سے پہلے اچھا ہوجائے تو جس پرموزے پہنے ہیں تو وہ اس زخم کی جگہ کودھولےاورموزوں پرمسح کرے، اوراگراس طہارت کےٹوٹنے کے بعداچھاہوتوموزوں کونکالنا چاہئے۔

مسئلہ......اگرموزہ اتناپرانا ہوجائے اوراس قدرگھس جائے کہ بغیر جوتا پہنے ہوئے چلنے سے پھٹ جانے کااندیشہ ہوتواس پرمسح جائزنہیں۔

مسئلہ:......مسح کرنے والے کا اپنے ایک پاؤں سے موزہ تھوڑے عمل سے نکالنا، مثلا: موزہ ڈھیلا تھا' ادنی حرکت سے پاؤں سے نکل گیا، عمل کثیر کی ضرورت نہیں پڑی......اور عمل کثیر سے موزہ نکالے گا تو اس کی نماز ہو جائے گی بالاتفاق، کیونکہ اس میں اپنے اختیار سے نماز سے باہر آنا پایا جاتا ہے۔(لیکن بوجہ ترک سلام اعادہ واجب ہوگا، مؤلف)۔

(عمدۃ الفقہ ص ۲۴۱ ج ۲، مسائل دوازدہ)

مسئلہ......حالت احرام میں موزے پہننے کی ممانعت ہے۔

خاتمہ: عام اونی، سوتی اور نائیلون وغیرہ جرابوں پر مسح کرنا جائز نہیں

عام اونی، سوتی اور نائیلون وغیرہ کی جرابوں پر مسح کرنا جائز نہیں، چونکہ آپ ﷺ اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے ایسے جرابوں پر مسح کرنا ثابت نہیں، لہذا ایسے جرابوں پر مسح کرنے سے وضو صحیح نہیں ہوگا، اور نماز نہیں ہوگی۔

اس اہم مسئلہ میں چونکہ کچھ لوگ غلط فہمی میں مبتلا ہیں یا ضد اور عناد کا شکار ہیں، اور ضد سے دوسرے اہل حق کا وضو بھی ضائع کر کے ایک مستقل ہنگامہ برپا کئے ہوئے ہیں، لہذا ذیل میں اس کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے، عام جرابوں پر مسح کے جواز میں چھ قسم کے دلائل پیش کئے جاتے ہیں:

(١)......عن مغيرة رضى الله عنه قال : توضأ النبى صلى الله عليه وسلم ومسح على الجوربين والنعلين۔ (ترمذی)

(٢)......عن ابى موسى رضى الله عنه: ان رسول الله صلى الله عليه وسلم توضأ ومسح على الجوربين والنعلين۔ (بیہقی، ابن ماجہ)

(٣)......عن بلال رضى الله عنه: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يمسح على الخفين والجوربين۔

(٤)......قال ابن حجر رحمه الله : رواه الطبرانى بسندين ' رواة احدهما ثقات۔

(٥)......استدل ابن القيم رحمه الله بعمل بعض الصحابة۔

(٦)......عن ثوبان رضى الله عنه : قال بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم سرية فاصابهم البرد فلما قدموا على النبى صلى الله عليه وسلم شكوا اليه ما اصابهم من البرد فامرهم ان يمسحوا على العصائب والتساخين۔ (ابوداؤد)

ذیل میں ان دلائل کا ترتیب وار جائزہ بحوالۂ ''تحفۃ الاحوذی'' پیش کیا جاتا ہے:

پہلی دلیل کا جائزہ:......عن مغيرة رضی الله عنه قال : توضأ النبی صلی الله علیه و سلم ومسح علی الجوربین و النعلین۔

علماءِ محدثین رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے قطعاً استدلال نہیں کیا جاسکتا، چونکہ:

(۱)......امام بیہقی رحمہ اللہ اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ: یہ حدیث منکر ہے۔سفیان ثوری، عبدالرحمٰن بن مہدی، امام احمد بن حنبل، ابن المدینی اور امام مسلم رحمہم اللہ جیسے جلیل القدر علماء نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔امام مسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: اس حدیث کے راوی ابوقیس اور ہذیل نے اس حدیث کے بقیہ تمام راویوں کی مخالفت کی ہے، چونکہ سب نے صرف موزوں پر مسح کو نقل کیا ہے، لہٰذا ابوقیس و ہذیل جیسے راویوں کی وجہ سے قرآن پاک کو نہیں چھوڑا جاسکتا۔

(۲)......علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حفاظ حدیث اس روایت کے ضعیف ہونے پر متفق ہیں، لہٰذا امام ترمذی رحمہ اللہ کا یہ کہنا قبول نہیں کہ: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(۳)......عبدالرحمٰن مہدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: یہ حدیث میرے نزدیک غیر مقبول ہے۔

(۴)......امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: کسی ایک راوی نے بھی ابوقیس کی طرح اس روایت کو نقل نہیں کیا۔حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے صحیح طور پر صرف موزوں پر مسح کرنا منقول ہے۔

(۵)......امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: عبدالرحمٰن ابن مہدی رحمہ اللہ اس حدیث کو بیان نہیں کیا کرتے تھے، چونکہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے جو مشہور روایت منقول ہے،

اس میں نبی کریم ﷺ کا موزوں پر مسح کرنا منقول ہے، اس میں جرابوں کا تذکرہ نہیں ہے۔

(۶)......حضرت علی ابن المدینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے اہل مدینہ، اہل کوفہ، اہل بصرہ نے نقل کیا، لیکن جب ہذیل نے نقل کیا تو اس میں جرابوں پر مسح کا اضافہ کردیا، اور سب لوگوں کی مخالفت کی۔

(۷)......علامہ مبارک پوری فرماتے ہیں: ابوقیس نے تمام راویوں کی مخالفت کی ہے، نیز بہت سے علماء حدیث نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے باوجودیکہ انہیں ثقہ راوی کی زیادتی والا مسئلہ معلوم تھا، لہذا میرے نزدیک ان کا ضعیف قرار دینا مقدم ہے، ترمذی کے حسن صحیح کہنے پر۔ (تحفۃ الاحوذی)

دوسری دلیل کا جائزہ:......عن ابی موسی رضی اللہ عنہ : ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم توضأ ومسح علی الجوربین والنعلین۔

(۱)......علامہ مبارک پوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: عیسی بن سنان کو اختلاط ہوجایا کرتا تھا، وہ ضعیف الحدیث تھے۔

(۲)......امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: اس روایت میں دو کمزوریاں ہیں۔ امام احمد، ابن معین، ابوزرعہ، نسائی رحمہم اللہ نے عیسی سنان کو ضعیف قرار دیا ہے۔

(۳)......نیز امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ضحاک بن عبدالرحمٰن کا سماع ابوموسی رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں، لہذا یہ روایت منقطع ہے۔

(۴)......امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: یہ روایت نہ تو متصل ہے نہ قوی۔

تیسری دلیل کا جائزہ:......عن بلال رضی اللہ عنہ : کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم یمسح علی الخفین والجوربین۔

(۱)......زیلعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:اس کی سند میں یزید بن ابی زیاد ہےاور وہ ضعیف ہے۔

(۲)......حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ''تقریب'' میں فرماتے ہیں کہ:ضعیف ہے، بڑھاپے میں اس کی حالت بدل گئی تھی،اور وہ شیعہ تھا۔

(۳)......اس کی سند میں اعمش راوی مدلس ہے،اس نے عنعن سے روایت کی ہےاوراس کا سماع حکم سے ثابت نہیں۔

چوتھی دلیل کا جائزہ:......قال ابن حجر رحمہ اللہ : رواہ الطبرانی بسندین ' رواۃ احدھما ثقات۔

(۱)......علامہ مبارک پوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:اس روایت کی ایک سند کے راوی ثقہ ہیں،لیکن اس میں اعمش راوی ہے جو کہ مدلس ہے،اوراس نے عنعن سے روایت کی ہے اور مدلس راوی کا عنعنہ قبول نہیں ہے۔

(۲)......تمام راوی ثقہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس روایت کا متن بھی صحیح ہو،حالانکہ یہاں ثقہ راوی مدلس ہےاور وہ اپنے استاذ سے عنعنہ کے ساتھ روایت کرتا ہے۔

پانچویں دلیل کا جائزہ:......استدل ابن القیم رحمہ اللہ بعمل بعض الصحابۃ۔

(۱)......علامہ مبارک پوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:موزوں پر مسح کی بابت بہت سی احادیث منقول ہے جن کے صحیح ہونے پر علماء کا اجماع ہے،اس معیار کی احادیث کی وجہ سے ظاہر قرآن کو چھوڑ کر ان پر بھی عمل کیا گیا،جبکہ جرابوں پر مسح کی بابت جو روایات منقول ہیں ان پر تنقید ہوئی ہےاور آپ دیکھ چکے ہیں، پس اس قسم کی ضعیف روایتوں کی وجہ سے

ظاہر قرآن پاک کو کیونکر چھوڑا جا سکتا ہے؟۔

(۲)......بعض حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم جو جرابیں استعمال فرماتے تھے، وہ اتنی باریک نہیں ہوتی تھیں کہ پاؤں پر خود بخود ٹھہر نہ سکیں، اوران کو پہن کر طویل مسافت پیدل طے نہ ہو سکے، بلکہ وہ موٹی اور سخت ہوا کرتی تھیں جو موزوں کے حکم میں تھیں، لہذا وہ موزوں پر مسح والی احادیث کے ضمن میں شامل ہیں، اور میرے نزدیک یہی بات واضح ہے، امام احمد رحمہ اللہ کا بھی یہی کہنا کہ ان حضرات نے جن جرابوں پر مسح کیا وہ موزوں کی مانند تھیں۔

الغرض جب حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی جرابوں کی تفصیل معلوم ہوگئی تو اب موٹی اور باریک ہر قسم کی جرابوں پر مسح کو جائز کہنا صحیح نہیں رہا۔

چھٹی دلیل کا جائزہ:......عن ثوبان رضی اللہ عنہ : قال بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم سرية فاصابهم البرد ' فلما قدموا على رسول الله صلى الله عليه وسلم امرهم ان يمسحوا على العصائب والتساخين۔(ابوداؤد)

بعض حضرات ''تساخین'' کے لفظ سے استدلال کرنے کی کوشش کرتے ہیں، مگر یہ صحیح نہیں:

(۱)...... یہ حدیث منقطع ہے، ابن ابی الحاکم ''کتاب المراسیل'' (ص۲۲) میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ: راشد بن سعد کا سماع ثوبان سے ثابت نہیں ہے۔(ملخص تحفۃ الاحوذی ص: ۳۳۰ تا ۳۴۰)

(۲)......نیز لغۃً بھی ''تساخین'' کے تین معنی کئے گئے ہیں، لہذا صرف جرابوں کے مسح پر استدلال کرنا کسی طرح صحیح نہیں۔

(الف)......ابن اثیر ''کتاب النہایۃ'' میں فرماتے ہیں کہ: ''تساخین'' سے مراد موزے

ہیں۔

(ب)......حمزہ اصفہانی فرماتے ہیں کہ: یہ ٹوپی کی ایک قسم ہے، علماء اسے پہنا کرتے تھے۔

(ج)......دوسرے علماء لغت کا کہنا ہے کہ: اس سے مراد ہر وہ چیز ہے جس سے پاؤں کو گرمایا جائے، چاہے وہ موزے ہوں جراب ہو یا اور کوئی چیز۔

(د)......''بلوغ المرام'' میں اس روایت کے بعد خود راوی کی وضاحت موجود ہے کہ: ''تساخین'' سے مراد موزے ہیں۔ (بلوغ المرام، مسح الخفین)

الغرض اسی لئے علامہ مبارکپوری بھی فرماتے ہیں:

''والحاصل عندی انه لیس فی باب المسح علی الجوربین حدیث صحیح' مرفوع خال عن الکلام''۔ (تحفۃ الاحوذی ص:۳۳۳)

خلاصہ کلام یہ کہ جرابوں پر مسح کے بارہ میں کوئی صحیح' مرفوع حدیث موجود نہیں جو جرح و تنقید سے خالی ہو۔

نوٹ:......''عصائب'' کے معنی عمامہ کے ہیں: اور ''تساخین'' کے ایک معنی پاؤں کو گرم رکھنے کے موزے یا جراب کے ہیں۔ (فتاوی دارالعلوم زکریا ص۵۱۵ ج۱)

غیر مقلد علماء کے چند فتاوی

(۱)......علامہ مبارک پوری کا فتوی گذر چکا ہے۔

(۲)......میاں نذیر حسین دہلوی کا فتوی:

مذکورہ جرابوں پر مسح جائز نہیں ہے، کیونکہ اس کی صحیح دلیل نہیں، اور مجوزین نے جن چیزوں سے استدلال کیا ہے ان میں خدشات ہیں۔ الغرض مندرجہ بالا جرابوں پر مسح کی کوئی دلیل نہیں، نہ تو قرآن کریم سے نہ سنت سے نہ اجماع سے اور نہ قیاس سے۔

(ملخص: فتاوی نذیریہ ص ۳۲۷ ج ۱)

(۳)......مولانا ابوسعد شرف الدین کا فتوی:

یہ جرابوں پر مسح نہ قرآن سے ثابت ہوا ہے نہ حدیث مرفوع صحیح سے نہ اجماع نہ قیاس صحیح سے نہ چند صحابہ کے فعل اور ان کے دلائل سے، اور غسل رجلین (پاؤں کا دھونا) نص قرآنی سے ثابت ہے، لہذا خف چرمی (موزہ) کے سوا جراب پر مسح کرنا ثابت نہیں۔

(فتاوی ثنائیہ ص ۴۲۳ ج ۱)

نوٹ...... خاتمہ کا پورا مضمون تقریباً مولانا محمد الیاس صاحب فیصل مدظلہم کی ''نماز پیمبر ﷺ'' سے ماخوذ ہے۔

جورب کے معنی

حضرت مولانا مفتی مظفرحسین صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مسح علی الجوربین کیا چیز ہے؟ پہلے تو یہ ذہن میں رکھو کہ جورب ہے کیا چیز؟ عام طور پر اہل حدیث اور بعض حضرات اس سے استدلال کرتے ہیں، اس بات پر کہ جراب جوتم پہنتے ہو عام طور پر سوت کی ان پر بھی مسح کرنا جائز ہے، ان روایات سے استدلال کرتے ہیں، جورب کے لفظ سے استدلال کرتے ہیں، کہ عام طور پر رقیق (باریک) قسم کے جتنے موزے ہیں ان پر بھی مسح کرنا جائز ہے، مگر یہ غلط ہے، جورب کا مطلب یہ نہیں، محققین شراح کی تحقیق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ:''ان الجورب نوع من الخف ''جورب خف کی ایک قسم ہے''الا انہ اکبر منہ'' خف سے ذرا بڑا ہوتا ہے، خف ہوتا ہے ساق (پنڈلی) تک اور یہ ہوتا ہے اس سے ذرا بڑا، اسے جورب کہتے ہیں۔ یہ کتنا بڑا ہوتا ہے؟ اس کی تحدید کیا ہے؟ مختلف اقوال ہیں، بعض کہتے ہیں کہ وہ ساق یا ساق سے اوپر تک، بعض کہتے ہیں کہ کعب (ٹخنہ) تک۔ پھر جورب کس چیز کا ہوتا ہے؟ علامہ شوکانی وعلامہ طیبی رحمہما اللہ نے لکھا کہ:''من جلد أو ادیم'' جلد کا ہوتا ہے، ادیم (کھال، چمڑا) کا ہوتا ہے، یہ جراب رقیق قسم کے مراد نہیں۔ علامہ عینی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ: یہ صوف کا ہے، اون کا بنا ہوا ہوتا ہے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ: یہ عام ہے۔ دراصل ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جورب ایک ایسی خاص قسم کا خف ہوتا ہے جو اصل خف کی حفاظت کے لئے استعمال کیا جاتا تھا، بلاد عرب کے اعتبار سے اس میں اختلاف ہوا، عرب کے اندر عام طور پر جلد کا یا ادیم کا ہوتا تھا، بعض بلاد میں صوف کا بنتا تھا، بعض جگہوں پر ویسے ہی کپڑوں کا بنالیا جاتا تھا، جیسے ہمارے یہاں مختلف صورتیں ہیں۔ اس لئے قطعی طور پر اس حدیث سے اس بات پر استدلال کرنا کہ

رقیق قسم کے موزوں پر مسح کرنا جائز ہے، صحیح نہیں ہوگا۔(دروس مظفری ص۱۸۰ج۱)

ایک ہمدردانہ ومخلصانہ نصیحت

آخر میں ان حضرات کی خدمت میں جو ہر طرح کے موزوں پر مسح کرکے اپنا وضو ضائع کرتے ہیں اوراس کے نتیجہ میں نماز جیسی اہم عبادت بھی ضائع ہوجاتی ہے، بڑے ادب کے ساتھ عرض ہے کہ خدارا ذرا سی غفلت اورسہولت پسندی کی وجہ سے اپنے اہم فرض کو ضائع ہونے سے محفوظ رکھیں، قابل غور ہے کہ آپ ﷺ نے صرف ایڑی کے خشک رہ جانے پر کس قدر سخت وعید ارشاد فرمائی اورفرمایا:''ویل للاعقاب من النار''۔

یعنی وضو میں جن کی ایڑیاں خشک رہ جائیں تو ان کے لئے جہنم کی آگ سے ہلاکت و بربادی مقدر ہے۔(مسلم شریف، وجوب غسل الرجلین)

جب ایڑی کے خشک رہ جانے پر جہنم کی وعید ہے تو پورا قدم ہی خشک رہ جائے تو کس قدر وہ وعید کا مستحق ہوگا۔اللہ تعالی صحیح سمجھ نصیب فرمائے اوراپنے اکابر پراعتماد کی توفیق عطا فرمائے کہ اعتماد پر ہی پورے دین کا دارومدار ہے۔

موزوں پر مسح کی شرطیں فقہاء کی ایجاد اور من گھڑت نہیں

فقہاء امت نے جو شرائط لگائی ہیں وہ کوئی من گھڑت نہیں، سوچنے کا مقام ہے ایک بھی فقیہ ایسا نہیں جو بغیر کسی شرط کے ہر قسم کے عام موزوں پر مسح کا قائل ہو، کیا ان کے سامنے جورب اور نعل کی احادیث نہیں تھیں؟ اور نص قطعی وضو میں پاؤں دھونا ہے، اب دھونے کے بجائے مسح کے لئے صحیح روایات چاہئے، اس لئے علماء امت نے خفین پر تو مسح کی اجازت دی کہ اس طرح کی احادیث ستر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں، مگر عام موزوں کے لئے چند شرائط مقرر کی ہیں، حدیث اور آثار صحابہ سے ان شرائط کا پتہ چلتا ہے، وہ حدیث وآثار یہ ہیں:

(۱)......عن ثوبان رضی الله عنه : قال بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم سريّة فاصابهم البرد ' فلمّا قدِموا على رسول الله صلى الله عليه وسلم أمرهم أن يمسحوا على العصائب والتّساخين۔

ترجمہ......حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے ایک سریہ (چھوٹا لشکر) روانہ فرمایا، وہاں لوگوں کو سردی لگ گئی، پس جب لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس واپس آئے (تو انہوں نے ٹھنڈ لگنے کی شکایت کی) جس پر آپ ﷺ نے عمامہ اور موزوں پر مسح کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

(ابوداؤد، باب المسح علی العمامة ، رقم الحدیث:۱۴۶)

(۲)......عن قتادة رحمه الله عن سعيد بن المسيب والحسن (رحمهما الله) انهما قالا : يُمسح على الجوربين اذا كانا صفيقين۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۷۶ ج ۲، فی المسح علی الجوربین ، رقم الحدیث:۱۹۸۸)

ترجمہ......حضرت قتادہ رحمہ اللہ حضرت سعید بن المسیب اور حضرت حسن بصری رحمہما اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: جرابوں پر مسح کرنا چاہئے جب کہ وہ دبیز (موٹی) ہوں۔

(۳)......عن یزید بن ابی زیاد : انه رأی ابراهیم النخعی یمسح علی جرموقین له من ألباد۔(مصنف عبدالرزاق ص۲۰۰ ج۱، باب المسح علی الجوربین ، رقم الحدیث:۷۸۰)

ترجمہ...... یزید بن ابی زیاد رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ: انہوں نے حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کو دیکھا کہ وہ نمدہ کی جرموقوں (بڑی بڑی موٹی) جرابوں پر مسح کرتے تھے۔

(۴)......عن خالد بن سعید : عن عقبة بن عمرو : انه مسح علی جوربین من شعر۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۲۷۴ ج۲، فی المسح علی الجوربین ، رقم الحدیث:۱۹۸۴)

ترجمہ:......حضرت عقبہ بن عمرو رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ: انہوں نے بالوں سے بنی ہوئی (دبیز،موٹی) جرابوں پر مسح کیا۔

ان آثار سے صاف ظاہر ہوگیا کہ ہر قسم کے موزوں پر مسح کرنا جائز نہیں اور فقہاء کی شرطیں قیاسی نہیں۔

موزہ میں سانپ کے ملنے کے واقعہ سے ایک شرط پر استدلال

عن ابی امامة قال : دعا رسول الله صلی الله علیه وسلم بخفیه یلبسهما ، فلبس احدهما ' ثم جاء غراب فاحتمل الأخری فرمی بها ' فخرجت منه حیة ، فقال النبی صلی الله علیه وسلم : من کان یؤمن باللّٰه والیوم الآخر ، فلا یلبس خفیه حتی ینفضهما۔

ترجمہ:......آپ ﷺ نے ایک مرتبہ موزے منگوائے ،ایک پہنا دوسرا پہننے کے لئے ارادہ ہی کیا تھا کہ اسے ایک کوّا اٹھالے گیا،اس نے اوپر سے جو پھینکا تو اس سے ایک سانپ گرا،اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: جواللہ تعالی اور قیامت پر ایمان رکھتا ہووہ موزوں کو بغیر جھاڑے نہ پہنے۔

(مجمع الزوائد ص ۱۷۷ ج ۵، باب النھی عن لبس الخف قبل ان ینفضھا ، کتاب اللباس ، رقم الحدیث:۸۶۳۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت میں ہے کہ:

ایک مرتبہ حضوراقدس ﷺ قضاء حاجت کے لئے جنگل میں دورتک تشریف لے گئے اور وضو کرنے کے بعد ایک موزہ پہنا ،اسی اثنا میں ایک سبز پرندہ آیا اور دوسرے موزے کو اٹھا کر بلند کیا اور الٹ دیا:’’فخرج منہ اسود سالح ‘‘تو اس سے ایک سیاہ سانپ نکلا،’’فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : ھذہ کرامۃ اکرمنی اللہ بھا ، اللّھم انّی اعوذبک من شرّ من یمشی علی بطنہ ، ومن شرّ من یمشی علی رجلیہ ، ومن شرّ من یمشی علی اربع ‘‘ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کرامت (معجزہ) ہے کہ اللہ تعالی نے مجھے اس سے نوازا ہے،اے اللہ! میں اس کاٹنے والے کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں جو پیٹ کے بل چلتا ہے،اوراس کے شر سے جو پاؤں پر چلتا ہے،اوراس کے شر سے بھی جو چار پاؤں پر چلتا ہے۔(شرح شمائل ترمذی ص۳۸۳ ج۱،مطبوعہ:القاسم اکیڈمی)

سوچنے کا مقام ہے کہ موزہ میں سانپ چلا گیا اور آپ ﷺ نے اسے جھاڑنے کا حکم فرمایا،اگر عام موزہ ہوتو اس کو کیسے جھاڑیں گے اور اس میں کس طرح سانپ چلا جائے اور پتہ نہ چلے،معلوم ہوا کہ وہ مخصوص موزہ تھا جو جوتے کی طرح خود کھڑا رہتا تھا اور اس میں

سانپ جا سکتا تھا۔ یہ بھی دلیل ہے کہ موزہ خود بخود بغیر کسی کے سہارے کھڑا رہے۔

مسح کی ایک شرط یہ ہے کہ پانی نہ چھنے، اس سے کیا مراد ہے؟

مسح کی ایک شرط یہ ہے کہ پانی نہ چھنے، اس سے کیا مراد ہے؟ کیا پانی بہائے اور نہ چھنے یا مسح کی تری اندر کے حصہ تک نہ پہنچے؟ حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب اعظمی رحمہ اللہ کی تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ مسح کی تری مراد ہے۔ موصوف تحریر فرماتے ہیں کہ:

"مسح کی تری اندر کے حصہ تک نہیں پہنچتی"، "مسح کی تری جسم تک نہ پہنچے"۔

(نظام الفتاوی ص ۱۴۵ ج ا، طبع: ایفا پبلیکیشنز، نئی دہلی)

جوتوں پر مسح کا حکم

جوتے پر مسح جائز ہے یا نہیں؟ اگر جوتوں پر مسح کی وہ شرائط پائی جائیں جن کا ذکر فقہاء نے کیا ہے تو ایسے جوتوں پر مسح کرنا جائز ہے، مگر جوتے پہن کر نماز پڑھنے کا حکم اور ہے۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ کے فتاوی میں ہے:

سوال:......فل بوٹ یعنی اس بوٹ پر جس میں ٹخنے چھپے رہتے ہیں مسح جائز ہے یا نہیں؟

جواب:...... چونکہ اس بوٹ میں تینوں شرطیں جواز مسح کی پائی جاتی ہیں جو روایت بالا میں مذکور ہیں، اس لئے مسح تو اس پر جائز ہے، البتہ بوجہ اس کے کہ بجائے جوتہ کے مستعمل ہوتا ہے اس لئے، یا بوجہ نجس ہونے کے، اور یا بوجہ سوء ادب کے بلا ضرورت اس سے نماز نہ پڑھنا چاہئے۔ (امداد الفتاوی ص ۴۳ ج ا، سوال نمبر ۲۷)

دوسرے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ جوتہ مذکور پر مسح بھی جائز ہے، بشرطیکہ چلنے میں اندر سے پاؤں نظر نہ آویں اور اگر نظر آویں تو سوال میں ظاہر کرنا چاہئے کہ کتنا نظر آتا ہے۔ (حوالۂ بالا ص ۴۴)

''فتاوی حقانیہ'' میں ہے:

سوال:......اگر ایسے بوٹ پہنے ہوں کہ جن میں ٹخنے چھپ جائیں اور مضبوطی بھی اس درجہ کی ہو کہ ان میں پھٹن نہ ہو تو کیا ان پر مسح کرنا جائز ہے؟ واضح رہے کہ ان میں پیدل چلنا بھی تین میل سے زائد ہوسکتا ہو۔

جواب:......ایسے بوٹوں میں جواز مسح کی تمام شرطیں پائی جاتی ہیں، لہذا ان پر مسح کرنا جائز ہے۔ (فتاوی حقانیہ ص۵۵۵ ج۲)

نوٹ:......حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم نے اپنے فتاوی میں لکھا ہے کہ:

جوتوں پر مسح کرنا تو کسی بھی امام کے مذہب میں جائز نہیں: لم یذھب احد من الائمۃ الی جواز المسح علی النعلین۔ (معارف السنن ص۳۴۷ ج۱)

ائمہ میں سے کوئی بھی جوتوں پر مسح کرنے کا قائل نہیں،

اس کی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ سے جوتوں پر مسح کرنا اس وقت ثابت ہے جبکہ آپ ﷺ پہلے ہی سے باوضو ہوتے تھے، لیکن نئی نماز کے لئے تازہ وضو فرماتے تھے، ایسی حالت میں چونکہ وضو پہلے سے ہوتا تھا، اس لئے آپ ﷺ پاؤں کو دھونے کے بجائے اپنے جوتوں پر ہاتھ پھیر لیتے تھے۔ چنانچہ ''صحیح ابن خزیمہ'' میں روایت ہے:

عن علی رضی اللہ عنہ انہ دعا بکوز من ماء ثم توضأ وضوءً خفیفا مسح علی نعلیہ، ثم قال: ھکذا وضوء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للطاھر ما لم یحدث۔

(صحیح ابن خزیمہ ص۱۰۰ ج۱، باب۵۴، رقم الحدیث:۳۰۰)

اس وضاحت کے بعد جوتوں پر مسح ثابت کرنے والی روایات سے بے وضو آدمی کے لئے جوتوں پر مسح کرنے کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ (فتاوی عثمانی ص۳۴۶ ج۱)

تین میل کی شرط ہے یا کم وبیش

چمڑے کے علاوہ وہ موزے جن میں مسح کی شرائط پائی جائیں، ان میں ایک یہ بھی ہے کہ ان موزوں کو پہن کر تین میل تک چل سکے۔ اکثر کتب میں تین میل ہی کی قید لکھی ہے، مگر بعض فتاوی میں اس سے کچھ مختلف میل کی تحدید بھی منقول ہے، غالباً ان میں تسامح ہے، یا کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے۔ مثلاً حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم کے فتاوی میں ہے: ''میل یا دو میل مسلسل چلنا ممکن نہ ہو''۔ (فتاوی عثمانی ص ۳۴۷ ج۱)

حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم کے فتاوی میں ہے: ''تین چار میل پیدل چلیں''۔ (فتاوی دارالعلوم کراچی (امداد السائلین ص ۵۲۰ ج۱)

موصوف کے دوسرے فتوی میں تین میل بھی ہے۔ (حوالۂ بالا ص ۵۲۳ ج۱)

ان کے علاوہ اکثر فتاوی میں تین میل ہی کی قید مذکور ہے: امداد الفتاوی ص ۴۱ ج۱۔ جواہر الفقہ ص ۲۹۸ ج ۲۔ احسن الفتاوی ص ٦۱ ج ۲۔ خیر الفتاوی ص ۱۲۹ ج ۲۔ فتاوی حقانیہ ص ۵۵۴ ج ۲۔ فتاوی دارالعلوم زکریا ص ۵۰۹ ج ۲۔ نظام الفتاوی ص ۴۲ ج۱۔ آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ٦٦ ج ۲۔

مرغوب احمد لاجپوری

ربیع الاول ۱۴۲۷ھ مطابق دسمبر ۲۰۱۵ء

’’وضوسوکس‘‘’’WUDHU SOCKS‘‘ پرمسح کا حکم

آج کل دکانوں میں ایک طرح کا موزہ بک رہا ہے، اوراس پر لکھا ہوتا ہے: ’’وضو سوکس‘‘ (WATERPROOF,BREATHABLE,DURABLE,WUDHU SOCKS) یہ موزے اگر چہ چمڑے کے نہیں ہیں، مگران میں وہ شرائط پائی جاتی ہیں جوموزوں پرمسح کے جواز کے لئے فقہاء نے لکھی ہیں۔علماء کی ایک جماعت نے اس کا معائنہ کیا کہ اس پر پانی چھنتا ہے یانہیں؟ اوراسے پہن کر تین میل چلنا ممکن ہے یانہیں؟ اوراس طرح کے ایک موزہ کوکاٹ کر دیکھا کہ کیاواقعۃً یہ موزہ بغیر سہارے کے ٹھہرسکتا ہے؟ چلنے کی اس کمپنی نے جوانہیں بناتی ہیں گرانٹی دی ہے کہ تین میل بلکہ اس سے زائد چلنا ممکن ہے، اوراس پر پانی نہ چھننے اور بلاکسی سہارے کے ٹھہرنے کا مشاہدہ کیا گیا، پھرحضرت مولانا مفتی یوسف ساچا صاحب نے اس پرفتوی بھی تحریرفرما کردیا، وہ ذیل میں درج ہے:

we have personally examined 'DexShell Wudhu sock' socks and are satisfied that they fulfill all the above-mentioned conditions.

This answer only applies to the original 'DexShell wudhu sock' supplied to us for inspection. if the company changes the product then it has to be re-investigated.

واللہ تعالی اعلم و علمہ اتم

یوسف بن مولوی محمد ساچا

مأخذ ومراجع

اس رسالہ کی ترتیب میں درجِ ذیل کتب سے استفادہ کیا گیا ہے:

۱	سنن ابوداؤد........................	امام سلیمان بن اشعث ابوداؤد سجستانی رحمہ اللہ.....
۲	تحفۃ المعبود ترجمہ سنن ابوداؤد...	حضرت مولانا سرور احمد قاسمی صاحب مدظلہم........
۳	مصنف ابن ابی شیبۃ	امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ رحمہ اللہ.........
۴	مصنف عبدالرزاق............	حافظ ابی بکر عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی رحمہ اللہ.
۵	مشکوۃ المصابیح............	ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ خطیب طبریزی رحمہ اللہ....
۶	مظاہر حق	حضرت نواب قطب الدین خان دہلوی رحمہ اللہ..
۷	الرفیق الفصیح لمشکوۃ المصابیح	حضرت مولانا مفتی محمد فاروق میرٹھی رحمہ اللہ.......
۸	تحفۃ القاری شرح صحیح البخاری...	حضرت مولانا سعید احمد صاحب پالنپوری مدظلہم....
۹	دروس مظفری....................	حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب رحمہ اللہ....
۱۰	شمائل کبری......................	حضرت مولانا مفتی محمد ارشاد صاحب قاسمی رحمہ اللہ
۱۱	بدائع الصنائع..................	علامہ علاء الدین ابوبکر بن مسعود کاسانی رحمہ اللہ...
۱۲	شامی............................	خاتم المحققین محمد امین (ابن عابدین) رحمہ اللہ.....
۱۳	فتاوی عالمگیری.................	شیخ نظام الدین و جماعۃ من علماء الاعلام رحمہم اللہ....
۱۴	امداد الفتاوی..................	حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ.
۱۵	امداد المفتین..................	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ........
۱۶	علم الفقہ	حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی رحمہ اللہ...
۱۷	جواہر الفقہ	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ........

۱۸ احسن الفتاوی......................	حضرت مولانا مفتی رشید لدھیانوی رحمہ اللہ........
۱۹ فتاوی دار العلوم زکریا...........	حضرت مولانا مفتی رضاء الحق صاحب مد ظلہم......
۲۰ نظام الفتاوی.....................	حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب رحمہ اللہ..
۲۱ فتاوی عثمانی.....................	حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مد ظلہم.....
۲۲ فتاوی دار العلوم کراچی امداد لسائلین	حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مد ظلہم...
۲۳ عمدۃ الفقہ	حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب رحمہ اللہ
۲۴ زبدۃ الفقہ	حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب رحمہ اللہ
۲۵ قاموس الفقہ	حضرت مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی مد ظلہم
۲۶ کتاب المسائل....................	حضرت مولانا مفتی محمد سلمان منصور پوری مد ظلہم....
۲۷ مسائل خفین	حضرت مولانا رفعت صاحب قاسمی مد ظلہم..........
۲۸ نماز پیمبر ﷺ..................	حضرت مولانا محمد الیاس فیصل مد ظلہم مدینہ منورہ....